الشعراء تلامذ الرحمن

جذبات محب

طبعزاد

جناب مولوی محب حسین صاحب مدیر رسالہ معلم النسوان
ومصنف دیوان ومترجم امیر علی ٹھگ و میرا پہلا جرم وغیرہ وغیرہ

مؤلفہ ومرتبہ

عالیجناب افضل النسا خانم صاحبہ زاد اللہ علمہا

سنہ ۱۳۲۳ ف

مطبوعہ مطبع اختر دکن واقع افضل گنج حیدرآباد

الشعراء تلامذ الرحمٰن

جذباتِ محب

طبعزاد

جناب مولوی محب حسین صاحب مدیر رسالہ معلم نسوان

ومصنف دیوان ومترجم امیر علی ٹھگ میرا پہلا جرم وغیرہ وغیرہ

مولفہ ومرتبہ

عالیجناب افضل النسا خانم صاحبہ زاد اللہ علمہا

سنہ ۱۳۲۲ ف

مطبوعہ مطبع اختر دکن واقع افضل گنج حیدرآباد دکن

جناب مولوی محب حسین صاحب المتخلص محبؔ میرے اُستاد شفیق ہین
مین نے ان سے برسون تعلیم پائی ہے اور ان کے فیض صحبت سے بہت
مستفیض ہوئی ہون اسکے شکریہ مین مدت سے میرا یہ خیال تھا کہ اپنی مشفق
اور ہمدرد نسوان معلم کی کوئی ایسی عمدہ خدمت کیجاے جو ان کی یادگار کے
بطور ہو اس لئے مین نے ان کی کل تصانیف کو پہلے جمع کیا اور ان مین سے جہان
جہان مجھے ان کی نظمین دستیاب ہوئین جو مستقل کتاب کی صورت مین ابھی
تک طبع نہ ہوئین تھین انھین مین نے جمع کیا اور دیوان کے تکملہ کے لئے نئی غزلین
ان سے اور کہلائین اور بعض مسدس اور رباعیان بھی مولوی صاحب ممدوح نے
میری فرمایش سے لکھدین اور رسالہاے معلم نسوان اور اخبار علم و عمل مین سے

بھی آپکی مفید نظمین مین نے انتخاب کین ۔ غرضکہ جہان تک مجکو ملسکا ان کا کلام اس کتاب مین ایک جگہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا۔ امید ہے کہ یہ کتاب عامہ خلائق کو مفید ثابت ہوگی اور صیغہ نظم مین ایک طرح کا اضافہ اس کلام سے ہو جائے گا۔

مولوی صاحب کی نظمون کی نسبت اپنی راے ظاہر کرنا تو میری لیاقت سے باہر ہے مین اس امر کو صرف پبلک کی راے پر چھوڑتی ہون۔ مگر اتنا کہنے کے بغیر نہین رہ سکتی ہون کہ مولوی صاحب نے ان نظمون مین اسبات کا خیال ضرور رکھا ہے کہ پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کے خیالات روزمرہ کی آسان زبان مین نظم کیے جائین میرا خیال ناقص یہ ہے کہ ان کے کلام مین بہت سے جدید خیالات ایسے پائے جاتے ہین جو اسوقت تک شعر مین باندھے نہین گئے۔ اور فقط یہی بات کچھ کم وقعت کے لایق نہین ہے کہ جدید خیالات الفاظ کے پیرایہ مین پبلک کے سامنے پیش کیے جائین۔ یورپ مین نئے خیالات کی لوگ قدر کرتے ہین اور پرانے پیش پا افتادہ مضامین کو نظر انداز کر دیتے ہین۔ کیونکہ دنیا کی ترقی جدت پر منحصر ہے۔ برخلاف اسکے ہمارے ملکون مین پرانے خیالات ہی کو لوگ پسند

کرتے ہین - حالانکہ ان سے دنیا کو کوئی چندان فائدہ متصور نہین -

اب مین اس خواہش پر اس دیباچہ کو ختم کرتی ہون کہ اگر میری اس محنت اور جانفشانی سے عامہ خلائق کو کوئی فائدہ اور بالخصوص طبقہ نسوان کو کوئی نفع پہنچے (جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مولوی صاحب ممدوح کی تحریرون سے ہندوستان کی اسلامی سوسائٹی کو بہت کچھ فائدے اس بیس برس مین پہنچ چکے ہین - اگرچہ لوگون کو یہ بات معلوم نہو یا بعض اشخاص تعصب اور عناد کی وجہ سے جو ہر زمانہ مین پیدا ہوتے ہین اس بات کو تسلیم نہ فرمائین) تو مین سمجھونگی کہ میری یہ ناچیز محنت چیز ہوئی - اور مجھے امید ہے کہ خداوند تعالیٰ ضرور اس کتاب کے ذریعہ سے لوگون کے خیالات مین وسعت پیدا فرمائیگا اور طبقہ اناث کی جلد اصلاح ظہور مین آئیگی - نظم ڈراما جسمین بلینک ورس بھی داخل کی گئی ہے ایک بالکل جدید بات ہے ان نظمون مین جو ایشیائی اور یورپین دونو مذاق کو باہم ملا کر ایک عجیب دلچسپ اور دلگداز بیان پیدا کیا گیا ہے وہ البتہ قابل داد اور توجہ ہے مجھے امید ہے کہ اس کتاب کے اہل نظر اور اہل ذوق دونون ضرور محظوظ ہونگے -

راقمہ
افضل النسا خانم

قصیدہ

در تہنیت تقریب تاجپوشی اعلیحضرت فلک رفعت شہنشاہ اعظم کنگ جارج پنجم قیصر ہند و علیا حضرت کوئین میری قیصرۂ ہند

کارونیشن سے بڑھی آج عجب شوکتِ ہند　　قابلِ رشک سے ہے قومونکو بھی اب رفعتِ ہند

جارج پنجم کی ہے یہ تخت نشینی کی رسم　　کہ فزون جنتِ فردوس سے ہے جنتِ ہند

خاص دہلی مین ہے یہ تخت نشینی صد شکر　　بڑھ گئی اور دول سے بھی تو اب دولتِ ہند

حکمران اسکو جوان بخت جوان سال ملا　　اے زہی بخت رسا اور زہی قسمتِ ہند

شاہ عادل ہے رعایا ہے مطیع فرمان　　سب ممالک سے فزون آج ہے کیا راحتِ ہند

راجے نواب رئیس آج کمر بستہ ہین　　دیکھ لے آنکھون سے دنیا کہ یہی صولتِ ہند

عقل و تہذیب و تمدن کا ہی اب ہند مین دور　　کیون سلف سے بھی دو بالا نہو پھر شہرتِ ہند

بر مین ہے ہند تو ہی بحر مین انگلینڈ قوی　　دیکھ لین آج سلاطین زمن قوتِ ہند

شاہ پر اپنے رہی جان سے زر سے قربان　　ہے سلف سے یہی آئین یہی عادتِ ہند

کالے گورے کا اٹھا فرق ملی لیل و نہار　　تاج دو ایک ہوئے جب تو بڑھی طاقتِ ہند

قیصرِ ہند کو رکھ اے مرے اللہ مدام　　ہر گھڑی اور بڑھا امنیت و راحتِ ہند

دیگر

ہر طرف ہند مین ہے آج خوشی اور سرور　　شاد ہین باغ مین گل اور چہکتے ہین طیور

آسمان بھی ہے چراغون کی ضیا سے روشن　　ظلمت شب نظر آتی ہی برنگ کافور

کہین حورون کی ہے آواز کہین نغمون کی　　ہے کوئی رقص مین مشغول کوئی ہی مخمور

کارونیشن کی خوشی سی ہے رعایا کو یہ جوش　　کہ بجز جشن وطرب اور نہین کچھ مذکور

قیصر ہند کا دربار ہے وہ پُر شوکت　　دیکھ لین آکے یہان قیصر و کسریٰ فغفور

جارج پنجم کی ہے یہ تخت نشینی کی رسم　　رعب سے جن کے سلاطین زمن ہین مقہور

سامنا ان کا کرے کوئی یہ کسکی ہی مجال　　ان کی قوت کے مقابل مین جہان ہی مجبور

ایمپرس کا ہے خداداد عجب حسن و جمال　　دیکھ لے ایک نظر بھر کے تو قربان ہو حور

یہ شہنشاہ شہنشاہ کی بیگم دونو
یا الٰہی یہ سلامت رہین تا روز نشور

قصیدہ

در مدح اعلیحضرت قدر قدرت حضور پر نور نواب میر عثمان علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ سابع سلطان دکن خلد اللہ ملکہم

کیون نہ گلبرگہ کی ہو ارض مقدس پر نور
مہر باطن کی تجلی سے در و بام ہے طور

سب یہ ظاہر ہے کہ ظاہر پہ ہی حاکم باطن
روح قادر ہے تو اجسام ہین بالکل مجبور

مادے کا کہان بے روح کو دنیا مین وجود
جو نہ سمجھے کوئی یہ بات تو ہی عقل سے دور

ہے "انرجی" (روح) ہی پہ "میٹر" (مادہ) کی جہان مین بنیاد
اور انرجی ہی کا عالم مین ہے سارا یہ ظہور

اہل باطن کی حکومت ہی جہان مین قائم
اور اجسام ہین ارواح کے مطلق مقہور

جسم حادث متغیر ہے مگر روح قدیم
فہم مین آئے نہ یہ گر تو ہے دانش کا قصور

حضرت خواجہ دلون پر ہین حکمران ابتک
بہر تسلیم خود آئے ہین یہان آج حضور

میر عثمان علیخان بہادر رفیجاہ
جنکی آمد سے ہین حکام و رعایا مسرور

والی ملک دکن ظل خداوند جہان
مردم چشم تمنائے حضور پر نور

دیکھتے آج ہین ہم انکو یہان بے پردہ
نور موسی نے جو دیکھا تھا کبھی (مرحوم؟) بر سر طور

مہر باطن کی تجلی ہے جبین سے ظاہر
ظلمت جسم اگرچہ ہے برنگ دیجور

رخ ہے خورشید تو دل چشمۂ مہر انور
ارض سے تا بہ سما آج ضیا کا ہے وفور

چمن دہر مین اس نخل پہ آئی ہی بہار
رخ گل سے دل بلبل بھی تو ہے آج نفور

خلق کچھ انمین سے راوی نہین سب خلقی ہین
وہ ہین ذی ہمت و ذی عزم و حلیم اور صبور

انکی ہمت سے ہے سلاطین زمن سی عالی
مرکز قدر نہین ان کا فقط حور و قصور

مئے وحدت کا جو چلتا ہے پیاپی ساغر
نشۂ عشق سے ہے چشم جہان مین مخمور

ان کی ہر کام مین رہتی ہے نظر آخر پر
دل سے جاتا نہین دن بھر کبھی خوف نشور

انکی نظرون مین ہین سب گبر و مسلمان یکسان
جمع الجمع سے نزدیک ہے اور فرق سی دور

انکا وہ رعب عدالت ہی کہ سب ڈرتی ہین
گردش چرخ ستائے تو بھلا کیا مقدور

ظلم کرتے نہین معشوق بھی اب عاشق پر
وصل سے شاد ہین سب کوئی نہین ہی مہجور

بانی ظلم و ستم جتنے تھے روپوش ہین سب
زندگی موت تو دل مردہ مکانات قبور

ہر مصیبت مین خدا نے دہ دیا صبر جمیل
ہے فرشتون مین بھی چرچا کہ یہ ہی عبد شکور

وہ ترا گرز گران ہے کہ ہو ریزہ ریزہ
ہاتھ پڑ جائے اگر کوہ پہ تیرا بھرپور

کچھ تعلی نہین ہے ہاتھ ترا ملک کا ہاتھ
اور سب ہاتھون کی قوت سی نہین یہ کچھ دور

اسطرح فتنہ کو لاتی ہے زمین سی تفتیش
جسطرح کھینچتا ہے دانت کو باہر زنبور

اسپتال اور دواخانون کی کثرت ہی مگر
زور کس کا ہے جو ہو حکم قضا سے رنجور

ور دولت پہ ہے افلاک کا گو سر نیچا
پھر بھی دلین نہین دنیا کی حکومت کا غرور

ابتدا یہ ہے تو انجام مین کیا ہوگا عروج
قابلیت کو پرکھتے ہین جو ہین اہل شعور

آپ کے جود و سخاوت ابھی دیکھی کیا ہین
نام حاتم کی جگہہ آپ کا ہوگا مشہور

بار خاطر نہ ہو یہ طول کلامی کیسی
طبع نازک کا رہے پاس محب تجکو ضرور

ہے دعا یہ کہ رہے تا بہ ابد شاہ دکن
متقی۔ عابد و مقبول خلائق مسرور

باسم اللہ الرحمن شروع ہی میری دیوان کا
بحمد اللہ سخن نے مرتبہ پایا ہے قرآن کا

خدا کے نام سے آغاز ہی اس میری دیوان کا
گمان کیونکر نہ ہو اس نظم ربانی پہ قرآن کا

زبان اُس کی کلام اس کا بیاں اُسکا ثنا اسکی
جو کرتا ہے کسی کی حمد وہ حامد ہے یزدان کا

تو ہی موجود ہے تیرے سوا کوئی نہین اصلا
نہین اچھا ہے آگ اور افشار از پنہان کا

ترا ہی فیض اقدس ہے صدف مین باطن گوہر
ترا فیض مقدس ہے برسنا ابر نیسان کا

جہان کے نیک و بد سب دامن رحمت مین چھپتے ہین
نہ آے عقل مین وہ گھیر ہے رحمت کے دامان کا

کہون مین آپکو کیا جب نہین میری کوئی ہستی
نہین ہستی ہی جب پھر نام کیون لکھا ہی امکان کا

نہ اسکی ابتدا کوئی نہ اس کی انتہا کوئی
پتا لگتا نہین اس ذات مین کچھ حد و پایان کا

یہی تو علم فطری ہے خدا کا ہی یقین سب کو
بتاؤ تو نہین کس شخص کو ادراک ہی جان کا

دوئی کو چھوڑ تا اعمال کی پرسش نہو تجھ سے
جو ہین توحید پہ قایم اُنہین کیا خوف میزان کا

کیا سجدہ نہ آدم کو سمجھ کر خاک کا پتلا
نہ سمجھے مرتبہ جاہل فرشتے نوع انسان کا

محب آنکھوں کو کھولو ہر جگہ وہ جلوہ فرما ہے
کہاں کا حشر دنیا ہی مین ہے دیدار جانان کا

وہ بالا عرش سے ہے قصر عالیشان محمدؐ کا
مکان ہے لامکان روح الامین دربان محمدؐ کا

کیا توحید کو شائع جو حق کا صاف رستہ ہے
ابتک سر پہ ہے انسان کی احسان محمدؐ کا

خدا کی تھی زبان گویا رسول اللہ کی منہ مین
کلام اللہ ہے ہرگز نہین قرآن محمدؐ کا

محمد کی حقیقت پوچھتے ہو گر تو وحدت تھی
کہ تھا وصل احد ہی آرزو ارمان محمدؐ کا

ٹھہرتا ہی نہین یہ ہادی بر حق کی دہشت سے
جو نام پاک سنتا ہے کہین شیطان محمدؐ کا

گزر ہی جائین گے وادی شک کی پیچ وخم سے ہم
خدا کا آسرا ہے ہاتھ مین دامان محمدؐ کا

قناعت صبر تسلیم و رضا کی گھر مین دولت تھی
ملائک دیکھتے تھے رشک سے سامان محمدؐ کا

خدا خود آپ صورت مین محمد کی ہوا ظاہر
وجوب حق پہ ہلکا رنگ تھا امکان محمدؐ کا

بغیر جسم ناممکن ظہور ذات مطلق تھا
خدا ہی کا تھا سارا ظاہر و پنہان محمدؐ کا

حقیقت سے محمد کی خدا ہی ہی فقط واقف
نہ جانے کا خرد سے مرتبہ انسان محمدؐ کا

محب محبوب حق سے مل ہی جاؤ گے کبھی تم بھی
جو دل مین عشق ہے بے حد و بے پایان محمدؐ کا

تری جبین کے مقابل قمر نہین آتا
عروج مہر مین کوکب نظر نہین آتا

ضرور دل مین ہے کچھ غیرت کی بو باقی
وہ اپنے سامنے بے پردہ گر نہین آتا

ہر ایک رنگ مین ہر جا اُسی کی جلوے ہین
وہ کور چشم ہین جن کو نظر نہین آتا

کوئی تو بات ہے اُس شوخ پہ جا ہین کہ دل
حسین ہین لاکھ کسی پر مگر نہین آتا

حجاب قلب مین اب تک نہین ہوا روشن
کہ رُخ کا نور اُدھر سے ادھر نہین آتا

زمین دل مین نہ بو تخم خواہشِ دُنیا
یہ وہ شجر ہے کہ جس مین ثمر نہین آتا

یقین ہے موت کا لیکن ہو اُس پہ یہ غفلت
کہ آخرت کا بھی خوف و خطر نہین آتا

جو نورِ دل ہو کہلین آدمی کے عیب و ہنر
نظر صدف مین کسی کو گہر نہین آتا

ہر اک وجود مین ہے قابلیت ایک نہ ایک
جہان مین کوئی بھی بے بال و پر نہین آتا

صنم کو چھوڑ کے دنیا و دین کی فکر کرین
ہزار شکر کہ یہ دردِ سر ہمین آتا

کرین گے سجدہ کسی بت کو جا کے دیر مین ہم
خدا حرم مین تو ہمکو نظر نہین آتا

مکان لایق مہمان بنے تو وہ آئے
عبث ہو شکوہ ہمارے وہ گھر نہین آتا

کدھر سے دل مین وہ آتا ہے جای حیرت ہے
کہ اس مکان مین نظر کوئی در نہین آتا

محب کو دور سے دیدار یار تو ہو نصیب
گلا نہین کہ وہ پہلو مین گر نہین آتا

ایک ہین دونون حقیقت مین گدا کیا شاہ کیا
خواہشین جب مٹگین پھر فقر کیا ہے جاہ کیا

راستے لاکھون ہین لیکن منزلِ مقصود ایک
جلوۂ حق مختلف ہین مہدی و گمراہ کیا

بے سبب کہتے نہین ہین لوگ کچھ تو بات ہی
اُڑ رہی ہے آجکل بازار مین افواہ کیا

بو الہوس بے عشق صادق کب ہو آہون مین اثر
جو نہ توڑے چرخ کا سینہ وہ تیر آہ کیا

بھوک سے مرتے ہین لاکھون کارخانے ہین کہان
ان غریبون کی نہ پہنچیگی فلک تک آہ کیا

کام کے لایق نہ ہو تخفیف اُس کو کیجیے
بست سالہ عمر کیا ہفتاد کیا پنجاہ کیا

عشق صادق ایک روحانی تعلق کا ہی نام
خواہشاتِ نفس پر قایم جو ہو وہ چاہ کیا

آہ سنتے ہین پہنچ جاتی ہے بامِ عرش تک
اُس کے دل تک بھی نہ پہنچیگی ہماری آہ کیا

کیا کشش ہے جس سے دو دل ایک ہوتے ہین محب
کچھ بتاؤ تو ہمین بھی عشق کیا ہے عیادہ کیا

ہر چیز کی خواہش ہے یہ ہوس کا تقاضا
دل بھی تو لیا اور سے کیا ان کا تقاضا

راحت جسے کہتے ہین وہ ہو بعد مشقت
وہ رات کا ہے در پے ہو دن کا تقاضا

گفتار بھی کردار بھی ہو دل کے مطابق
ظاہر ہو ہے ہر وقت یہ باطن کا تقاضا

دنیا متقاضی ہے ادھر دین ادھر عشق
ہے ایک دل زار پہ کن کن کا تقاضا

ہے ایک خدا اور ہزارون ہی مذاہب
قائل ہی یہ ہے کافر و مومن کا تقاضا

بچون کو کتابون کا پڑھانا ہی ہے بیکار
ہو کھیل مین تعلیم یہ ہے سن کا تقاضا

اک دل تھا محب وہ بھی محبت مین کیا نذر
اب پاس ہی کیا اور جو ہو ان کا تقاضا

صورت جدا جدا قد بالا جدا جدا
ہر بت مین ہے خدا ہی کا جلوہ جدا جدا

وہ پالسی ہے پھوٹ کہ ہو جائے ملک مین
بھائی سے بھائی اپنون سے اپنا جدا جدا

معبود ایک اور معابد ہزارہا
سمجھو نہ دیر و کعبہ کلیسا جدا جدا

یہ جسم سلطنت ہے مدبر ہے اسکی روح
کرتے ہین کام ملکے سب اعضا جدا جدا

ہین روح و نفس و جسم حقیقت مین ایک سب
پھر بھی ہے بادشاہ و رعایا جدا جدا

تعلیم و ملک و آب و ہوا سب تو ایک ہین
پھر کیون ہے یہ دلون کی تمنا جدا جدا

نکلے ہین اس دماغ سے کیا مختلف خیال
ہے کوہ ایک اور ہین دریا جدا جدا

اس قوم سے محب ہو ترقی کی کیا امید
ہر ایک جوڑ بند ہے جس کا جدا جدا

ہمارا دردِ دل رازِ نہاں معلوم کیا ہوگا
مسیحا تجھ کو حالِ بے زباں معلوم کیا ہوگا

پس مردن ہماری قبر پر آنے کا وعدہ ہے
کسی بیکس کی تربت کا نشاں معلوم کیا ہوگا

کیا کرتا ہے اپنا کام جو ہر روز محنت سے
اُسے مشکل سے مشکل امتحاں معلوم کیا ہوگا

نہیں اپنی حقیقت ہی سے جب ہم آپ خود واقف
تو قدرت کا ہمیں رازِ نہاں معلوم کیا ہوگا

جہاں کامل نہیں الفت وہاں اظہار لازم ہے
کریں جب تک نہ منہ سے کچھ بیاں معلوم کیا ہوگا

بغیر علم ان آنکھوں سے کیا دیکھیں گے دنیا کو
نہ ہوگی چشمِ دل روشن جہاں معلوم کیا ہوگا

گلوں کا توڑنا ہی تو ہے قتل بلبل شیدا
بغیر عشق تجھ کو باغباں معلوم کیا ہوگا

اسیرِ دامِ عزلت ہیں نہیں کچھ باغ سے مطلب
ہمیں اب فصلِ گل وقتِ خزاں معلوم کیا ہوگا

کمالِ عشق میں آہ و فغاں لب تک نہیں آتی
جو آتش تیز ہو اُس کا دھواں معلوم کیا ہوگا

محبت چیز کیا ہے یہ کہیں تم سے محب اس کا
بغیر تجربہ سود و زیاں معلوم کیا ہوگا

ہجر میں یار کے جی بھر کے میں کیونکر روتا
سارے سوتوں کو جگاتا جو میں دم بھر روتا

میرے رونے پہ نہ کچھ پھوٹ کے پتھر روتا
ابر بھی چشم سے ہر بار سمندر روتا

میرے نامے کے ہر اک لفظ میں ملفوف تھا درد
سنگ دل بھی مری تحریر کو پڑھ کر روتا

غیر کا خوف تھا اپنوں کی ملامت کا خیال
اپنی حالت پہ جو روتا بھی تو کیونکر روتا

ایک رونے سے مری کچھ تو ہوئی تر یہ زمیں
کاش ہر اہل دول میرے برابر روتا

ملگئی ہند کی سب خاک میں صنعت حرفت
کوئی غمخوار نہیں ہے کہ جو اس پر روتا

کر دیا اپنی ہی غفلت نے ہمیں آپ تباہ
اِس ستم پر تو ہے خود چرخِ ستمگر روتا

ضبط اس درد جدائی میں محب کام آیا

ورنہ عالم کو ڈبوتا جو مین دم بھر روتا

کبھی ہم مین بھی ہر فرد بشر ہمت مین کامل تھا
فدائے قوم سچائی کا حامی۔ اور عادل تھا

نہ بھولونگا کبھی اُس شوخ کا وہ بے نقاب آنا
الٰہی بام پر خورشید تھا یا ماہِ کامل تھا

تنزل ہے کہان دنیا کو ہر لحظہ ترقی ہے
فلاطون بھی ہمارے علم کی نسبت سے جاہل تھا

سفینہ زیست کو موج فنا نے دم مین پہنچایا
سمجھتے تھے جسے ہم دور وہ نزدیک ساحل تھا

بدل جاتی ہے علم و فضل سے ماہیت حیوان
ارسطو اسقدر تعلیم کی قوت کا قائل تھا

نظر آتا ہے میلان طبیعت خوب بچون مین
سوئے لیلےٰ دل مجنون لڑکپن ہی مائل تھا

گزر جاتا ہے سر سے ایکدم مین سیل نفسانی
محیط شرم مین ڈوبا ہوا خود آپ قاتل تھا

رسائی دیکھئے قسمت کی اُسکی بزم تک پہنچے
حجاب شرم لیکن بیچ مین افسوس حائل تھا

محب اسباب عقل و عشق بھی غیر اختیاری ہین
نہ خود مجنون تھا دیوانہ نہ افلاطون عاقل تھا

سلطنت حسن کی تیری ہے زمانہ تیرا
سب کی نظرون مین معزز ہے یگانہ تیرا

کچھ مصیبت شب ہجران کی تو گھٹ جاتی ہے
دل سناتا ہے جو خلوت مین فسانہ تیرا

شورش عشق سے دل آپ ہی ارگن باجا
ہر رگ و پے سے نکلتا ہے ترانہ تیرا

دل عشاق سے ہر بار الجھ پڑتا ہے
شوخیان کرتا ہے سر چڑھ کے جو شانہ تیرا

مکتب عشق مین پڑھتا ہے کتاب فطرت
عاقل دہر ہے دنیا مین دوانہ تیرا

عشوہ و ناز کے زخمون کی حلاوت کو نہ پوچھ
کاش ہوتا دل صد چاک نشانہ تیرا

تیری زلفون مین بلاؤن سے امان ہو دل کو
اب یہان سے نہ اُٹھائے کبھی شانہ تیرا

ایک مدت ہوئی سب چھوٹ گئے صوم و صلوٰۃ
اب تو عیدین مین پڑھتے ہین دوگانہ تیرا

مذہب عشق مین معبود حقیقی ہے صنم
دیر و بت خانہ مین پڑہتے ہین دوگانہ تیرا

کوچۂ عشق مین قسمت تجھے لائی ہی عجب
اب یہین آب ہے تیرا یہین دانہ تیرا

دل سے چاہا جسے وہ بھی کبھی اپنا نہ ہوا
کشت الفت مین ثمر ایک بھی پیدا نہ ہوا

نامہ بھیجا نہ خود آے نہ کبھی یاد کیا
آپ کا وعدہ کوئی ایک بھی پورا نہ ہوا

گھر مین اللہ کے اُس بت نے جو آنا چھوڑا
روے عشاق کبھی سوے کلیسا نہ ہوا

دل بیمار کو آخر ہوئی حاصل صحت
چارہ گر سوت ہوئی گرچہ مسیحا نہ ہوا

دل پہ کچھ زور نہین عشق مین مجبوری ہے
ہم نے چاہا تھا بہت اور یہ شیدا نہ ہوا

وہی خالق وہی مخلوق وہی ارض و سما
پھر تعجب ہو کہ تجھ سا کوئی پیدا نہ ہوا

سات پردون مین بھی آے وہ محجب ہمکو نظر
مانع دید تجلی کوئی پردہ نہ ہوا

تھک گئی دست و زبان فائدہ اصلا نہ ہوا
ملک مین ایک ہم آواز بھی پیدا نہ ہوا

رل گے خاک مین ہم علم کا چرچا نہ ہوا
ہے غضب مردہ دلی ایک بھی زندہ نہ ہوا

نہ مدارس مین فری اور نہ جبری تعلیم
کچھ علاج دل بیمار مسیحا نہ ہوا

تھے نہ اخبار جو یورپ مین تو تاریکی تھی
بے چراغون کو کسی جا بھی اجالا نہ ہوا

خود بخود قلب زمین سے نکل آئے ہین درخت
راز ہرچند چھپایا مگر اخفا نہ ہوا

سر مین یورپ کے جو تھا دولت دنیا کا جنون
مانع دشت نوردی کوئی صحرا نہ ہوا

کچھ تو سر مستی غفلت سے یہ ہوتے بیدار
شور تعلیم بھی اس جا کبھی برپا نہ ہوا

گھٹ گئی ہم تو بڑھین اور جہان کی قومین
اور ہم مین کوئی ہم پلہ آیا نہ ہوا

کر دیا ابر کرم نے ترے سیراب مجھے — شکر صد شکر کہ منت کش دریا نہ ہوا
لے مسیحا ترے بیمار کا ناقص ہے علاج — مرض جہل سے کچھ بھی تو افاقہ نہ ہوا

بس زبان روک محب حد سے نہ بڑھ جائے کہین
فائدہ کیا جو ہم آہنگ زمانہ نہ ہوا

کٹ گئی عمر کبھی داخل زندان نہ ہوا — سامنے باغ رہا سیر کا سامان نہ ہوا
جمع ہو جاتے ہین ہوتے ہی جدا خود ذرات — یہ مرقع کبھی عالم کا پریشان نہ ہوا
خواہ لندن مین پڑہین خواہ علیگڑہ مین پڑہین — فائدہ کیا جو کوئی علم سے انسان نہ ہوا
گل ہزارون ہی غلافون سے نکل پڑتا ہی — جلوہ حسن کسی طرح سے پنہان نہ ہوا
دل سے چھپتے نہین خلقت سے چھپاؤ بھی تو کیا — آدمی کیا جو گناہون سے پشیمان نہ ہوا
پھر وہی گل وہی بلبل ہے وہی فصل بہار — خاک مین ملکے بھی ناپید گلستان نہ ہوا
دولت عشق سے ہی خانہ دل مالا مال — کیا ہوا گھر مین مرے عیش کا سامان نہ ہوا
خندۂ گل ہے ادہر گریۂ شبنم ہی ادہر — حال ارباب جہان کا کبھی یکسان نہ ہوا
ہم جو ڈوبے تو یہ سمجھے کہ یہ دنیا ڈوبی — کس زمانے مین کہان نوح کا طوفان نہ ہوا
چادر ابر مین منہ ڈھانک لیا شرما کر — تیرے چہرے کے مقابل مہ تابان نہ ہوا
حس نہ ہوتی تو حوادث بھی نہ ہوتے محسوس — سالک راہ خدا حیف ہر انسان نہ ہوا
گنج قارون سے بھی جاتی نہین ویرانی دل — بے محبت کہ یہ آباد بیابان نہ ہوا
صیقل عشق سے جب ہو گئے دل آئینے — راز دل پھر تو چھپائے سے بھی پنہان نہ ہوا

درد فرقت مین بھی راحت کا عجب پہلو ہی
غم ہی کیا ہے جو محب وصل کا سامان نہ ہوا

ہوتا نہیں ہے عشق جوانوں کو پیر کا — دیکھا نہیں قیام کمانوں مین تیر کا

اُس مہر رخ کے رخ کا جو ہو جائے آئینہ — ذرہ پہ بھی گمان ہو مہر منیر کا

دست سوال چھوڑ کہ عزت نصیب ہو — شاہون سے بھی بلند ہے رتبہ فقیر کا

بیعت بھی کی تو اُس سے جو عالم کی جان ہے — احسان لیا نہ مین نے کسی دستگیر کا

کر دور شر نفس کہ مٹ جائے شر خلق — جو کچھ ہے تجھ پہ ظلم وہ ہے اس شریر کا

حاصل ہے سلطنت جو حکومت ہے نفس پر — مالک غلام نفس نہین ہے سریر کا

مٹتے نہین ہین سر سے خیالات مادری — گہرا اثر بدن مین ہے مادر کے شیر کا

محفوظ عشق سے نہ جوان ہے نہ پیر مرد — تودہ ہر ایک دل ہے محبت کی تیر کا

پکے پھلون مین اور ہے کچون مین جو کہ فرق — وہ حال ہو بہو ہے جوان اور پیر کا

دولت کی ساتھ رحم و سخاوت بھی ہو اگر — ظل ہما سے کم نہین سایہ امیر کا

دونون کو ایک جانتے ہین دل مین اہل فقر — گاڑھے کا ہو لباس کہ جامہ حریر کا

دولت ملی جہان کی قناعت اگر ملی — دام ہما بدن پہ نشان ہے حصیر کا

پست و بلند دونون مین ہے جلوہ گر کمال — نقص نظر ہے فرق عزیز و حقیر کا

مجبوریون سے قادر مطلق کی ہے شناخت — ورنہ خیال بھی نہ کبھی ہو قدیر کا

اچھا نہ ہوگا تا بہ ابد کشتۂ نظر — گہرا لگا ہے زخم کلیجہ مین تیر کا

اہل حجاب مین نہین ہمدردی نسا — مشکل ہے قید سخت سے چھٹنا اسیر کا

احسان مجھ پہ جذب محبت کا ہے محب
ورنہ وہان گذر نہین مجھ سے حقیر کا

مرے دل مین جو قائم عکس روئے یار ہو جاتا — تو یہ دیدہ بھی اپنا روزن دیوار ہو جاتا

بچایا مسخ صورت سے جہان مین رحم نے ورنہ — عداوت سے بھی انسان شکل مار ہو جاتا

غرض کو چھوڑ کر جس سے ملا الفت ہوئی پیدا — وگرنہ خاطر احباب پر مین بار ہو جاتا

نہ ملتی خدمت قومی مین روحانی اگر لذت — تو آسان کام بھی بے منفعت دشوار ہو جاتا

اگر ہم خدمت قومی کو فرصت وقف کر دیتے — تو اب تک خرمن تصنیف کا انبار ہو جاتا

علاج کلفت دنیا نہین جز غفلت و مستی — مے الفت سے پیہم ہی کاش دل سرشار ہو جاتا

مہک سی خاک مین بھی روح رہتی تا ابد تازہ — عنایت مہر کی جس کو جو باسی ہار ہو جاتا

رسائی سب رقیبون کے نہ ہوتی گر ترے در تک — تو مین بھی عاشقی مین طالب اغیار ہو جاتا

تمہارے عاشقون کی طرح سے مرتا نہ وہ ہرگز — فلاطون گر جنون عشق سے بیمار ہو جاتا

دوا کو بھی نہ ملتا ایک خدمتگار ڈھونڈھے سے — اگر ہر آدمی اس دار مین زردار ہو جاتا

نہ رہتی پھر کبھی دنیا و دین کی کچھ ہمین خواہش — اگر وہ خودنما۔ خوددار خودبین یار ہو جاتا

بھنور مین لذتون کے پھنس کی پھر مشکل ابھرنا ہی — بچے رہتے اگر ان سے تو بیڑا پار ہو جاتا

نہ ہوتی کچھ ضرورت قاصدون کی جذب کامل مین — دلون مین نصب دونون سمت برقی تار ہو جاتا

عداوت نفس سے رکھتے تو پھر دنیا ہی جنت تھی — سلوک و جہد سے یہ مار یار غار ہو جاتا

نہ ہوتی عقل گر انسان مین حظ نفس ہی ہوتے — تو حیوان کی نظر مین بھی ذلیل و خوار ہو جاتا

محب اُس شوخ سے ملنا بظاہر گو نہین ممکن
کھلی ہوتی جو چشم دل تو ہان دیدار ہو جاتا

ہے یقین کس کو تیرے پانے کا — شوق ہے قسمت آزمانے کا

آہنی عاشقون کی جانون پر — خوب یہ شغل ہے بنانے کا

اینٹ سے اینٹ خود علیحدہ ہو — یہ طریقہ ہے گھر گرانے کا

ہے کوئی غیر صبر شئ ثقیل — دل پہ کوہ گران اُٹھانے کا

درد دل مین نہین تو فائدہ کیا — ندیان آنکھ سے بہانے کا

دل سماتا ہے یار سے دل میں — ہے یہ انجام دل لگانے کا

روح کو تازگی ہے گرامی سے — تو نہیں ہے رواج گانے کا

نہ نشانِ لحد نہ کتبۂ قبر — خوب دستور ہے جلانے کا

اپنے باجے تو ہیں ذلیل مگر — فخر ہے پیانو بجانے کا

ہے مزاج کہ وہ نوجوانی سے — شغل ہو روٹھنے منانے کا

لاکھ پردوں میں اُس حسین کو ہے شوق — خود کو ہر رنگ میں دکھانے کا

میرا رونا خوشی سے کیا کم ہے — ہے سبب ان کے مسکرانے کا

ہم بھی راضی ہیں جان دینے پر — گر ارادہ ہے آزمانے کا

دل نکلتا ہے آپ سینہ سے — نام لیتے ہیں جب وہ جانے کا

پھر یہ عورت کے رخ کا پردہ کیا — ہے جنون پھول کے چھپانے کا

نوکری گر نہیں ہنر ہی سہی — ہو سہارا تو کوئی کھانے کا

ہے یہ دستور ہند صحت خیز — روز وقتِ سحر نہانے کا

بے لڑائی لڑے بہادر جنگ — فخر یہ ہے خطاب پانے کا

ہے یہ لندن سے واپسی میں رواج — دخترِ رز کو ساتھ لانے کا

ہے محبت عجب عجب دولت

تو ہے مالک بڑے خزانے کا

عشق کی منزلِ اول ہے فنا ہو جانا — اور انجام میں باقی بہ بقا ہو جانا

عبد و معبود میں ہے ایک دوئی کا پردہ — اپنی ہستی سے گزرنا ہے خدا ہو جانا

یہ ادائیں تری عشاق کو تڑپاتی ہیں — پیار کرنا کبھی خود آپ خفا ہو جانا

خاک میں ملکے تو اُس شوخ کے چومینگے قدم — ہے تمنا یہی خاکِ کفِ پا ہو جانا

عشق کامل ہے یہی وصل کے معنی ہیں یہی — ذاتِ معشوق میں عاشق کا فنا ہو جانا

دل اگر تجھ کو ہے پابوسی جاناں کی ہوس — صورت رنگ حنا پس کے حنا ہو جانا
ضبط دل کشتۂ سیماب سے بھی مشکل ہے — ہجر میں جان کا آسان ہے ہوا ہو جانا
ترک دنیا جسے کہتے ہیں یہی ہے زاہد — خواہشیں چھوڑ کے پابند وفا ہو جانا
ذکر و اشغال تو سب سہل ہیں مشکل ہے مگر — فقر میں صاحب تسلیم و رضا ہو جانا
جس کا آغاز ہے غم اس کا ہے انجام خوشی — درد کا عشق میں لازم ہے دوا ہو جانا

تھا مقدر میں محب زلف رسا کو چھو کر
دام الفت میں گرفتار بلا ہو جانا

دیر تک ڈوبا پسینے میں رخ انور رہا — جلوہ گر خورشید پر کیا مجمع اختر رہا
تیری ٹھوکر کی رہی بعد فنا بھی آرزو — ٹھوکریں کھاتا تری کوچے میں میرا سر رہا
کس خوشی سے بن سنور کر غیر کے گھر وہ گئے — اور میں تکتا ہوا حسرت سے سوئے در رہا
بھول کر بھی صید کی صیاد کو آئی نہ یاد — دام الفت میں تڑپتا ہی دل مضطر رہا
گھٹ گئیں نسلیں مسلمانوں کی ماں کے ضعف سے — یہ اثر پڑ کیا ساری قوم پہ ہو کر رہا
سہل ہو جائیں گے پھر تو سب زمانہ کی ستم — دل تمہارے ناز اٹھانے کا اگر خوگر رہا
سر بھی کاٹا اور صورت بھی دکھائی وقت قتل — تیرا یہ احسان اے قاتل مرے سر پر رہا
دود آہ گرم ہی سے کیا ہے پیدا سحاب — دامن صحرا ابھی سیل چشم تر سے تر رہا
عشق کی تعلیم نے دل سے مٹائی سب علوم — ایک قصۂ عشق مجنوں کا مگر ازبر رہا
نادری خو بو کی ہے صورت مجسم آدمی — دل میں قائم عمر بھر عکس دل نادر رہا
فائدہ منقول سے کیا گر نہیں عقلی علوم — عمر بھر پڑھتا رہا یہ شیخ لیکن خر رہا
کھنچ کے میری آنکھ میں تصویر ہوگی فرد جرم — خلق پر قاتل رواں گر دیر تک خنجر رہا
شاہ ہویا ہو پیمبر یا کوئی پیر و شہید — ہر بشر دنیا میں زیر طاعت مادر رہا

کر ہی لینگے کچھ تو بوسیدہ عمارت کو درست
ابھی اس سیلاب باران مین جو قایم گھر رہا

واے غفلت تا قیامت نیند سے چونکے نہ ہم
گرچہ بالین پہ بپا ہنگامۂ محشر رہا

تیرے کوچے مین جو پہنچا پھر نہ آیا راہ پر
کیا بتاتا راہ خود بھٹکا ہوا رہبر رہا

لے ہواے تازہ مٹ جائیگا سب حسن و جمال
اور کچھ روز اگر یہ دست مین نشتر رہا

تیرا ہی پیغام لاتا ہے عدم سے ہر وجود
ہر جگہ ہر آن تیرا ہی پیمبر رہا

پردۂ نسوان سے گھر تو قید خانہ ہے محب
خوش رہا احباب مین جب تک کہ مین باہر رہا

اُسی کے حسن کا جلوہ ہے چار سو کیا کیا
ہر ایک گل مین اُسی کی ہے رنگ و بو کیا کیا

وہی ہے شاد کہ جس دل مین آرزو ہی نہ ہو
دلون پہ آفتین لاتی ہے آرزو کیا کیا

رموز عاشق و معشوق کوئی کیا جانے
ہزار طرز سے ہوتی ہے گفتگو کیا کیا

نہ ہاتھ آیا کسی کے وہ حیف پردہ نشین
ہر ایک شخص نے کی اُسکی جستجو کیا کیا

اُٹھا ہے جب سے تکلف کا درمیان سے حجاب
مجھے سناتے ہین وہ روز دو بدو کیا کیا

جو دیکھا ماہ نے کل شب کو بام پر رخ یار
گھٹا ہے شرم سے وہ اُسکے روبرو کیا کیا

ذرا سے وقت مین لے زاہد کرین ہم زہد
ادا نماز طواف حرم وضو کیا کیا

کیا ہے جہل و تعصب نے اسقدر تو ذلیل
دکھاے دیکھئے آگے ہماری خو کیا کیا

مری زبان پہ آیا جو نام پردہ ہٹ
تو آئے کان مین آواز اقتلو کیا کیا

کمال حسن مین یکسان اگرچہ ہین سب گل
جدا جدا ہین مگر اُنکے رنگ و بو کیا کیا

سنا ہے جب سے کرین گو وہ اپنے ہاتھ سے قتل
رگون مین دوڑتا پھرتا ہے خود لہو کیا کیا

گرے ہوؤن کو اٹھاتا ہے تیرا دست کرم
نشیب ڈھونڈتا پھرتا ہے آب جو کیا کیا

جو مانگا پان تو انکار کر کے وہ بولے
خدا ہی جانے کہ مانگے گا اور تو کیا کیا

خدا نہ ڈالے کسی بدمزاج سے پالا — وہ بات بات میں لڑتا ہو جنگ جو کیا گیا

جلے ہے نہ قوم کے پودے ہزار کی تدبیر

ہوئی ہے خاک محب حسرت نمو کیا گیا

درد دل سنتے کہا ناراض دلبر ہو گیا — وائے قسمت خود مسیحا ہی ستمگر ہو گیا

مین نہ آتا تھا ترے کوچے مین لیکن کیا کرون — دل تڑپ کر آپ خود سینہ سے باہر ہو گیا

پوچھتے ہین آج مجھ سے ہجر کی کیا سختیان — آپ کو کیا جو ستم ہونا تھا مجھ پر ہو گیا

میرے رونے نے کیا ہے مجکو غرق چاہ عشق — کیا کوئین کی سوت میرا دیدہ تر ہو گیا

دل مین آتے آتے آخر دل ہی مین وہ بس گئے — میزبان رخصت ہوا مہمان کا گھر ہو گیا

دو دلون کا مثل آئینہ بہم پڑتا ہے عکس — تو اگر غمگین ہوا مین بھی مکدر ہو گیا

نا امید پھر کب آنکھو نا ادون سے مری سوز دیا — جب کبھی میرا پس دیوار بستر ہو گیا

تاب حسن یار سے تہا ماہ ہر نقش قدم — جس زمین پر وہ چلا ہر ذرہ اختر ہو گیا

کھنچ ہی آیا میرے جذب عشق سے وہ سنگ دل — نالہائے آتشین سے موم پتھر ہو گیا

ناز عشوے نے بنایا اُن کو گر بیدادگر — جور اُٹھانے کا مگر مین بھی تو خوگر ہو گیا

دشت وحشت مین جنون فصاد کی حاجت نہین — میرے تلوے کے لئے ہر خار نشتر ہو گیا

کیا خوشی دل کی کہون جب ہنس کی قتل اسنے کیا — پھول میرے جسم پر ہر زخم خنجر ہو گیا

چودھوین شب کو جو آیا بام پر وہ رشک مہ — چاندنی حیران ہوئی مہتاب ششدر ہو گیا

تیغ ابرو کا ہے احسان سر پہ میرے ای اجل — تھا امانت نذر قاتل آج وہ سر ہو گیا

دل مین میرے اب تو درد و یاس غم رہنے لگے — جو کبھی ویران تھا آباد وہ گھر ہو گیا

رات بھر آنکھون سے برسا ہجر مین غم کا سحاب — جسم کشتی ہو گیا بستر سمندر ہو گیا

چھپ گیا زیر حجاب ابر خود شرما کے چاند — جب رخ انور کبھی پردے سے باہر ہو گیا

اسعد روحشت مین رلوایا کسی کی یاد نے — دامن صحرا بھی اشکون سے مرے تر ہو گیا

کیا عجب ہوگا ترے جذبِ محبت کا اثر
اُس بتِ بے رحم کا [illegible] سخت پتھر ہو گیا

بگاڑے گا کیا چرخ مسکن ہمارا
زمین کے برابر ہے مدفن ہمارا

نہیں دل میں جرات تو ہے تیغ بیدم
اگر ہے شجاعت تو ہے رن ہمارا

صبا ساتھ عمرِ رواں کا نہ دیگی
نکل جائیگا سن سے توسن ہمارا

بہت ہمکو وحشت میں دلچسپیاں ہیں
گلستان سے دلچسپ ہے بن ہمارا

فلک کر نہ برباد یہ نظم پروین
کہ ہے عمر بھر کا یہ خرمن ہمارا

بیابان میں گل نے کہا یہ صبا سے
ملا خاک میں مفت جوبن ہمارا

بنائے نہیں جب عبث ہم گئے ہیں
کسی کے تو کام آئے تن من ہمارا

بہت بچکے حرص و ہوس سے چلے ہم
بچا گرد رہ سے نہ دامن ہمارا

ذرا پھر کے کر سیر دنیا کی زاہد
بھلا دیگا جنت کو گلشن ہمارا

نشان کس کا باقی رہا ہے زمین پر
عبث کیوں بناتے ہیں مدفن ہمارا

اگر اب محب ہیں تو محبوب ہونگے
لباس اور بدلیگا پھر تن ہمارا

نور حق سے جب دل انسان منور ہو گیا
سارا عالم ایک آئینہ کے اندر ہو گیا

حق خدا ہے اور انسان مظہر ذاتِ خدا
حق کی جسنے کی حمایت وہ پیمبر ہو گیا

سچ کے کہنے سے کہیں کھچتے ہیں تیرِ جان نثار
سر سے اُترا بوجھ نذرِ قوم جب سر ہو گیا

دیکھ لیتے تھے کبھی گلشن کو گھبرا کر اسیر
وائے قسمت بند وہ بھی روزنِ در ہو گیا

جب اثر ہوتا ہے دل پر یاد رہ جاتی ہے بات
منہ سے نکلا شعر ادھر سامع کو ازبر ہو گیا

آپ تو پھرتا ہے باہر گھر میں عورت قید ہے
بے سبب کیوں بدگمان بیوی سے شوہر ہو گیا

کھڑکیاں سب بند دروازے پہ پہرہ در میں قفل
پردہ داروں کا مکان محبس سے بدتر ہو گیا

کیا زنِ ناجنس کی صحبت کا کچھ کم ہے عذاب
واعظو دوزخ ہمارا ہی ہمیں گھر ہو گیا

بے تکے قصوں کے پڑھنے سے کہاں آتی ہے عقل — آدمی سے رفتہ رفتہ شیخ بھی خر ہو گیا

یوروٹانگ کی تربیت تعلیم کا دیکھیں اثر — کھردرا پتھر بھی اس معدن میں گوہر ہو گیا

کیوں مخالف ہو نہ آزادی کا وہ پابند رسم — ایک مدت سے غلامی کا جو خوگر ہو گیا

سچ ہی وہ جادو ہے پتھر میں بھی جو کرتا ہے گھر — منہ سے نکلی بات اثر دشمن کے دل پر ہو گیا

جان کا خوف خطر کرتا ہے پیدا بزدلی — ڈر کو چھوڑا آدمی نے شیر صفدر ہو گیا

نکتہ چینی سے کہیں رہتی ہے قایم دوستی — آئنہ میں جب غبار آیا مکدر ہو گیا

عاشقوں کا ہم نشیں یار بھی معشوق ہے — خار بلبل کی نگاہوں میں گل تر ہو گیا

دین و دنیا چھوڑ بیٹھے تھے محب پہلو سے ہم
دل جو تھا سینہ میں وہ بھی نذر دلبر ہو گیا

بام پر اس بت خورشید لقا کو دیکھا — جلوۂ طور کو دیکھا کہ خدا کو دیکھا

یوں تو دیکھے ہیں حسین تجھ میں مگر حسن کے ساتھ — علم و فضل و ہنر و ناز و ادا کو دیکھا

آنکھ دیکھی تو ہوا تیر نگہ سے زخمی — تیغ ابرو کو جو دیکھا تو قضا کو دیکھا

ایک دن بھی نہ کبھی اپنی دکھائی صورت — خوب الفت کو تری اور وفا کو دیکھا

خوف سے ہم نے نظر بھر کے نہ دیکھا تجھ کو — اور دیکھا بھی تو پھر جور و جفا کو دیکھا

چشم بینا ہو تو ہر رنگ میں آتا ہے نظر — تجھ کو دیکھا بت کافر تو خدا کو دیکھا

مر گئے ساتھ لئے حسرت دیدار محب
اور جی بھر کے نہ اس حور لقا کو دیکھا

اچھا نہیں خیال کسی ساز و باز کا — انجام انکشاف ہی ہر ایک راز کا

کر کار خیر فکر سر انجام کار چھوڑ — تیرا نہیں ہے کام یہ ہے کارساز کا

نازاں نہ ہو عروج پہ پستی سی ہو نہ پست — غافل یہ راستہ ہے نشیب و فراز کا

زاہد کے بھیس میں ہیں یہاں رند مے پرست — مشکل ہے مادہ ہو نہ گر امتیاز کا

منظور قدر ہے تو خودی کو غرض کی چھوڑ   محمود شیفتہ تھا وفا سے ایاز کا

ظاہر جو ہے اسی میں نہاں ہر مرتبہ بدرجہ   نادان سمجھ یہ بھید حقیقت مجاز کا

عالم میں بڑھ کے ایک سے ہیں دوسرا حسین   ممکن نہیں جواب ترے حسن ناز کا

دنیا کے فائدہ کا تو کچھ بھی نہیں خیال   ہر شخص خواستگار ہے عمر دراز کا

علم و عمل کی حرص خدا دے نہ حرص مال   ہے مرتبہ بلند اسی حرص و آز کا

پستی کو ہے قدم سے محمدؐ کی یہ عروج   پابوس آسمان ہے زمین حجاز کا

دنیا و آخرت کی بھی پروا نہیں مجھے   پر ہوں نیاز مند میں سب بے نیاز کا

روشن ہے بزم دہر اسی شمع عشق سے   مہر فلک نمونہ ہے سوز و گداز کا

جھکنے سے سر کو سرکشی نفس دور ہو   مقصود یہ ہے صاحب دل کی نماز کا

ہے واجب اب سے حکم مئے عشق پی امام   فتویٰ ہو زاہدان کو بھی ہم کو جواز کا

گم گشتگی سے راہ حقیقت تو کچھ ملی   انجام یہ ہوا مرے عشق مجاز کا

دنیا طلسم خانہ ہے سب کچھ ہے کچھ نہیں   حیرت مقام خاص ہے جویائے راز کا

یہ راہ عشق ہی تو ہے ہموار و صاف   ہم کو نہیں خیال نشیب و فراز کا

درد شب فراق چھپائے سے کیا چھپے   چھپنا ہی تو محال ہے الفت کے راز کا

ہے وصل میں سرور تو بے حد مگر عجب
ہے لطف اور ہجر میں سوز و گداز کا

تجھ کو ظالم اس نے گر پیدا کیا   مجھ کو بھی تو بے جگر پیدا کیا

مان لیتے ہیں مری دشمن بھی بات   راستی نے یہ اثر پیدا کیا

دم میں چھوٹوں کو بڑا دیتا ہے وہ   جس نے دانے سے شجر پیدا کیا

پھر کیا خوش ہے گو اللہ نے   شب کے ہے بار سحر پیدا کیا

احولی ہے ایک کو دو دیکھنا   دو میں اک نے بار نظر پیدا کیا

کی بدی اس نے تو نیکی ہم نے کی — یون دل دشمن مین گھر پیدا کیا
حشمت مین پڑ نہ جو اللہ نے — کیا عبث خوف و خطر پیدا کیا
پوچھتے ہین غیر سے میرا مزاج — آہ نے کچھ تو اثر پیدا کیا
خانہ بربادی ہوئی تو کیا ہوا — آپ کے دل مین تو گھر پیدا کیا
داد دی قدرت کی جسنے جس مین — گل سے بھی رنگین حجر پیدا کیا
دے گا پہلو بھی وہی صبر و قرار — جس نے پتھر کا جگر پیدا کیا
ابر رحمت پر ہے سب کشت امید — کس نے محنت سے ثمر پیدا کیا

ان کی صورت کے تصور نے محب
اور اک دل مین قمر پیدا کیا

گل کی ہستی باغ کی بنیاد کیا — بلبل ناشاد کی فریاد کیا
یہ زمین یہ چرخ بے بنیاد کیا — خاک مین سب نار و آب باد کیا
ہو نہ جس مین کچھ بھی شوق و علم و فضل — قوم وہ ہوگی کبھی آزاد کیا
سب مذاہب کی حقیقت ایک ہے — کفر کیا اسلام کیا الحاد کیا
آدمی مین آدمیت شرط ہے — ورنہ بے تہذیب آدم زاد کیا
اپنی حالت پر کیا جب ہمنے صبر — پھر کسیکا رحم کیا بیداد کیا
کام آئین گو بغیر علم و فن — قوم کے بے انتہا افراد کیا
ہو رہے ہین اپنے ہی ہاتھون تباہ — پھر گلا غیرون کا کیا فریاد کیا
ہے بہت تھوڑی سی ہمدردی ملک — غیر کی تسکین کیا امداد کیا
قوم کا ہر فرد ہو جب تک خوش — ہوگا مال و زر سے کوئی شاد کیا
چھوڑ دی جب زندگانی کی ہوس — پھر قضا کا پنجۂ فولاد کیا
کیا بنائین اس زمین پر ہم مکان — بلبلے کی آب پر بنیاد کیا

دم بدم کیوں ہچکیاں آنے لگیں   کچھ انہیں بھی ہے ہماری یاد کیا

نفس کا بندہ ہے جب تک تو صحب
خلق سے ہوگا کبھی آزاد کیا

رنج و تکلیف میں اللہ کا شکوہ کیسا   جان تیری نہیں پھر جان کا دعوی کیسا
ایک تو سخت مرض جس کا نہیں سہل علاج   اور پھر ہم سے ہے بیزار مسیحا کیسا
نہ غرض علم سے کوئی نہ عمل سے مطلب   چھا گیا قوم پہ ادبار خدایا کیسا
بدر ہوتی ہے کوئی قوم کوئی گھٹ کر ہلال   چرخ نے دن رات دکھایا ہے تماشا کیسا
منہ چھپاتے ہیں چھپائیں نہیں کچھ ان سے امید   مل گئے خاک میں ہم خون تمنا کیسا
وہ ہمیں سے تھے کہ رہی ہوش ہمارے برجا   طور پہ حضرت موسیٰ تھا وہ جلوہ کیسا
اُس سے برباد ہوا شہر تو عالم اِس سے   رود موسیٰ سے بڑا اشک کا دریا کیسا
ہے یہ اس عہد مبارک کی حکومت کا اثر   رشک گلزار جناں آج ہے صحرا کیسا
اب تو ہر گھر میں ہیں کچھ علم و عمل کے چرچے   حیدرآباد میں لندن کا یہ نقشہ کیسا

خانۂ دل میں ہے موجود جو صورت یار
کعبہ کیسا حرم و دیر و کلیسا کیسا

اسی کا حسن جناں میں بشکل حور آیا   فلک پہ مہر زمیں پر برنگ طور آیا
سمجھ کمال میں بھی اپنے آپ کو ناقص   زوال ہو گیا پیدا جہاں غرور آیا
وہ بے خودی ہوئی اک قطرۂ محبت سے   خم شراب لنڈھائے نہ یہ سرور آیا
ضرور عاشق و معشوق میں لگاوٹ ہے   کہ خود بخود وہ سر بام کوہ طور آیا
اسی کی آئنہ دہر میں یہ شکلیں ہیں   وہی نظر مجھے نزدیک اور دور آیا
قریب منزل ہستی ملے عدم کے نشان   کبھی جو شہر سے میں جانب قبور آیا
بڑھی ہوئی ہے کتاب مبین کی شمس سے ضو   کہ اس سے کور خیالوں کے دل میں نور آیا

بدن سے کیسے عشرتی نہیں ہے روح غراب
وہ ذلیست خاک ہے جب عقل میں فتور آیا

نہ شیشہ ہے نہ پیالہ نہ روز و شب آئے پیالہ
ہمارے دل میں نہ مطلق خیال حور آیا

سمجھ نہ اس کو بھی اے ست...کے لائق
جو بات بات میں کہتا ہے جی حضور آیا

مری کشش ہی نہیں تھی جو خواب میں آئے
خیال ان کو بھی میرا صحب ضرور آیا

حصول لذت اولیٰ فقط ہے کام حیوان کا
مگر علم و عمل بالذات ہے مقصود انسان کا

بہت ہوتا ہے نقصان قوم کو بیجا سخاوت سے
برستا ہے کشت غیر پر جو ابر نیسان کا

چلا تھا قتل کر کے یہ نہ تھا معلوم قاتل کو
کہ میرے ہاتھ سے چھٹنا بہت مشکل ہے دامان کا

قدم رکھنا نہ بھولے سے بھی کوئی عشق میں ہرگز
فضائے حشر سے ملتا ہے ڈانڈا اس بیابان کا

ہر اک جا جلوۂ قدرت کا کر سکتے ہیں نظارہ
بہت مشکل ہے لیکن ڈھونڈنا اسرار پنہان کا

فلک سے بھی زیادہ خواہشیں ہمکو ستاتی ہیں
نجات دین و دنیا ہے مٹانا دل سے ارمان کا

فرشتے بھی تو ایجاد بنی آدم کے قائل ہیں
اڑایا گلشن فردوس نے خاکا گلستان کا

صحب جذب محبت اپنے قابو میں نہیں ہرگز
تعلق جسم کا ہے اختیاری فعل انسان کا

بڑی مشکل ہے ہم کو صبح کرنا شام ہجران کا
بروز حشر دیکھیں گے نکلنا مہر تابان کا

جو دولت چاہتے ہیں وہ علوم مغربی سیکھیں
تجارت تخت صنعت تاج زرین ہے سلیمان کا

ہر اک جا ہند میں ہے اختلاف مذہب و ملت
یہی مرکز ہے دنیا میں خیالات پریشان کا

مجدد کی بڑی عزت ہے اقوام مہذب میں
ذلیل و خوار لیکن رہنما ہے قوم نادان کا

سرائے دہر میں آ کر ہمیں کچھ دن چلے جائیں
مکان غیر پر کیا زور چل سکتا ہے مہمان کا

بنی آدم میں جب موجود ہیں افعال شیطانی
تو کیوں کرتے ہیں پھر انکار امکان شیطان کا

عرب کی وہ شجاعت یاد ہے اب تک زمانہ کو
کہ جس سے دل لرز جاتا ہے ہر شیر نیستان کا

نہ گھبرا آفتاب وصل ہے بعد از شب ہجران
محب دنیا کی ہر مشکل میں اک پہلو ہے امکان کا

نہیں ہے جوش جو اپنوں کی خیرخواہی کا — یقین کیوں نہو پھر قوم کی تباہی کا
تری گلی کی گدائی اگر ہے مجکو — خدا جو دے تو نہ لوں تخت بادشاہی کا
رفاہ خلق سے مطلب نہیں غرض ہے جو کام — جبین قوم پہ یہ داغ ہے سیاہی کا
سمجھ لیں نہ ہرگز خدا کی خلقت کو — پڑا ہوا ہے قدم بھی مرغ و ماہی کا
حقیقت ایک ہے پر نسبتیں بھی ہیں اسکی — مقابلہ ہے یہاں فقر اور شاہی کا
کیا ہے علم نے حیوان پر جنھیں برتر — انھیں کو شوق ہے انسان کی خیرخواہی کا
خدا کا نور ہے یورپ میں یہ محبت و عشق — مگر یہاں تو ہے یہ داغ روسیاہی کا
خدا نے علم و قناعت کی دی جنھیں دولت — اسی نے فقر میں پایا ہے اوج شاہی کا

بغیر مزد کرو خدمت وطن تا زیست
محب جو حوصلہ تمکو ہے بادشاہی کا

کیا خیالوں کا بھروسہ اور کیا گفتار کا — دل پہ پڑتا ہے اثر ہر شخص کے کردار کا
یہ نجوم و یہ عمل یہ فال سب ہیں لغویات — ہے ضرر لاکھوں کا ان سے فائدہ دو چار کا
تیرے ملنے کی کوئی صورت بھی نکلیگی کبھی — یا رہیگا داغ دل پر حسرت دیدار کا
جبریہ تعلیم کا قانون نافذ ہو تو کچھ — ہو ازالہ جہل کے اس خوفناک آزار کا
صرف بیجا شان میں اور بخل ہو خیرات میں — خاصہ یہ ہے ہمارے ملک کے زردار کا
جس مریض عشق کا پوچھے مسیحا بھی نہ حال — پوچھتے ہو کیا مزاج اس جان بلب بیمار کا
غافلوں کو دوست دشمن میں نہیں ہوتی تمیز — تاڑ لینا اک نظر میں کام ہے ہشیار کا
فیصدی چورانوے سے بڑھ کے جاہل ہوں جہاں — کیا اثر اس ملک ناخواندہ پہ ہو دوچار کا
کیا مریض عشق کو صحت دوا سے ہو محب

سخت مشکل ہے علاج اس لاعلاج آزار کا

تو کیا جدا ہوا کہ یہاں دل بھی کھو گیا
الفت میں تیری ہم پہ جو ہونا تھا ہو گیا

بزم جہاں میں آ کے نہ دیکھا جمال یار
آنکھیں کھلیں رہیں مگر افسوس سو گیا

بیداری جہاں ہے یہ خواب گران موت
وہ جاگتا ہے یاد میں اُس کی جو سو گیا

آنا ہمارا دھر میں بے فائدہ نہیں
تخم عمل ہر ایک یہاں آ کے بو گیا

عرفان بغیر اُس کو نہ ہوگا وصال دوست
زہد و ورع کے ساتھ بھی دنیا سے جو گیا

اس بزم دلفریب میں تھا یار جلوہ گر
تو آتے ہی عدم سے یہاں ملے سو گیا

آیا تھا جستجو میں کسی کی یہاں مگر
میں ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے خود آپ کھو گیا

دیکھا جہاں کو خواب سا بے اصل اک طلسم
اپنی خودی کو چھوڑ کے دم بھر جو سو گیا

راحت ہے غم میں اور خوشی میں ہزار رنج
اچھا ہوا جو آ کے یہاں خوب رو گیا

طوفان فکر و غم سے اُسیکو ملی نجات
مثل قطب نما جو تری سمت ہو گیا

جسنے خودی کو اپنے بنایا یہاں خدا
بحر فنا میں آ کے وہ کشتی ڈبو گیا

نام خدا کے ورد میں تاثیر ہے عجب
دل کا تمام میل بتدریج دھو گیا

محو خیال یار رہا رات بھر محب
باطن میں جاگتا رہا ظاہر میں سو گیا

حیف ہے جو مرد جاہل سے ملا
وہ ہوا کامل جو کامل سے ملا

انفعال جرم بھی چھپتا نہیں
دیکھ آنکھیں چشم قاتل سے ملا

جب خدا کی بتکدہ میں کی تلاش
خود پتا منزل کا منزل سے ملا

فیض صحبت سے ہو کب نااہل اہل
کیا ہوا آیا جو ساحل سے ملا

سامعین کا دل پہ چھا جائیگا رعب
آنکھ اپنی اہل محفل سے ملا

جان فیاضی کو دولت کا مآل
ہاتھ اپنا دست سائل سے ملا

ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے وہ کھو گئے — نقش پا سے یار مشکل سے ملا

دہریے نے دہر کو مانا خدا — حق نہ اسکو زعم باطل سے ملا

نیست ہیں سب ہست ہے ہی ایک ذات — سچ کو تو ہرگز نہ باطل سے ملا

موت میں ہے زیست سے بڑھ کر مزا — خود گلا تو تیغ قاتل سے ملا

حسن بے ضد کے چمکتا ہی نہیں — نکتہ تیرے رخ کے تل سے ملا

صحبت بد نیک پر غالب ہوئی — شہد جب زہر ہلاہل سے ملا

اب تو ہے لیلی پہ ہی مجنون اثر — آنکھ اپنی چاک محمل سے ملا

آدم خاکی ہوا عالم کی جان — آفتاب روح جب گل سے ملا

سختی دل سے ہوئی پامال دہر — عاقلوں کو یہ سبق سل سے ملا

بعد جسمانی سے کب ہوتا ہے فصل — ایک دل جب دوسرے دل سے ملا

کچھ محبت کا محب سے حال پوچھ
کس کو سچا عشق نادل سے ملا

کس قدر روشن ہے چہرہ چشم بد دور آپکا — مہر و ماہ و شعلہ و اختر میں ہے نور آپ کا

سامنے عاشق کے پھر کیوں بے نقاب آتے نہیں — اسقدر پردے پہ ہے جب نام مشہور آپ کا

ہاتھ میں ہے آپ کی میرا جلانا مارنا — عشق میں شاہوں سے بھی بڑھ کر ہے مقدور آپ کا

آپ ملتے ہیں تو دم بھر دلکو آتا ہے قرار — ماہی بے آب ہے ورنہ یہ مہجور آپ کا

مینے دیکھا آپ کو موسیٰ نے دیکھا نار کو — سامنا کیا کر سکے گا شعلہ طور آپ کا

جذبۂ الفت مجھے دیتا ہے سو انجن کا زور — گو نہیں جنبش کی طاقت اور گھر دور آپ کا

آپ ہی کو لون گا مین جنت مین بھی اللہ سے — لائیگی یہ دل کہاں سے خلد مین حور آپ کا

کون ہے دنیا مین وہ جو آپ سے واقف نہین — نام چھپنے سے ہوا کس درجہ مشہور آپ کا

آپ سے جب ہو نہین سکتا علاج درد دل — زیست سے مایوس ہو کیونکر نہ رنجور آپ کا

پردۂ غفلت جو اٹھ جائے تو روشن چشم ہو　　فرش سے تا عرش ہر ذرہ مین ہی نور آپ کا

آپ کے خادم محب کی ہے یہی آرزو

پاس قدموں کے رہے دامن پکڑ کر آپ کا

ملا جو دوست کبھی سنا و آسمان نہوا　　بلا سے ہجر وہ آئی کہ وصل جان نہوا

ملے جو آپ تو دل ہی مین دل کی بات رہی　　زبان سے حال دل زار [illegible] نہوا

یہ بند حسن ہین بدن پہ مگر نہین دل پہ　　وہ آئے گھر سے آ گئے و پاسبان نہوا

ہمارے ضبط کو دیکھا کہ عشق ہین تیرے　　دل و جگر بھی جلے اور پھر بھی عیان نہوا

ترے سوا نہین دنیا مین اور سے مطلب　　وہان گئے نہ کبھی ہم کہ تو جہان نہوا

تمہارے ساتھ بڑے عیش سے بسر کرتو　　تغیرات سے خالی کوئی مکان نہوا

ادھر ہو عشق ادھر لوگ تاڑ جاتے ہین　　ہزار ہمنے چھپایا مگر نہان نہوا

ترا ہی جلوہ ہے ہر سمت فرش سے تا عرش　　یہ کون کہتا ہے عالم مین تو عیان نہوا

ہمارے دل مین رہے ہے چھوڑ کر زمین و فلک　　پسند یار کے عرش اور لا مکان نہوا

کھلی زبان تو کھلے رنج و غم کے دروازے　　ہزار حیف کہ پیدا مین بے زبان نہوا

حرم مین دیر مین بزم غمی مین شادی مین　　جہان مین ذکر جمیل آپ کا کہان نہوا

توہی ہے ظاہر عالم توہی ہے باطن خلق　　نہان نہین ہے مگر وہم سے عیان نہوا

محب عبث ہی تمہین ہجر یار کا شکوہ

تمہارے دل مین وہ کس روز مہمان نہوا

وہ بڑھ گئے پیچھے مجھے جسم و جان کی چھوڑا　　صد حیف کہ غیرون کا کہا مان کے چھوڑا

تم لے گئے آرام مرا دل بھی جگر بھی　　سامان نہ گھر مین کوئی مہمان کے چھوڑا

تم آئے جو دم بھر کو گئے منہ کو چھپا کر　　اور پاس مجھے حسرت و ارمان کے چھوڑا

قاصد کو بھی ملتی نہین آنے کی اجازت　　خط ہاتھ مین آخر ترے دربان کے چھوڑا

وہ غیر کے ہمراہ گیا چھوڑ کے مجھکو | کیا یار نے پہچان مجھے جان کے چھوڑا

دیدہ کی حسرت بھی نہ نکلی جو میں آیا | خود پردہ در یار نے پہچان کے چھوڑا

روزن سے جو اس ابرو و مژگان پہ نظر کی | میری طرف اک تیر کمان تان کے چھوڑا

اس لذت دنیا سے پہنچتے تمھیں سو رنج | شاباش کہ ناصح کا کہا مان کے چھوڑا

ملحد ہوئے واعظ ہوئے ہادی ہوئے آخر | اس عشق کی مصدر کو بھی گردان کے چھوڑا

دنیا سے جو واقف نہیں کیا چھوڑنا اس کا | وہ مرد ہے جسنے کہ اسے جان کے چھوڑا

اس شوخ نے دل بھی لیا ایمان بھی جان بھی
کیا پاس محب بے سر و سامان کے چھوڑا

خواب میں تجھ سے لپٹ کر کبھی دم بھر روتا | اسی ارمان پہ ہے یہ دل مضطر روتا

وعدہ کرکے بھی جو بھر جاتے تو کیا تجھ کو نہیں | ترے وعدے پہ ہے یہ چرخ ستمگر روتا

شربت وصل سے محروم ہی رہتا تا حشر | سر بھی گر پاؤں پہ اس بت کے میں رکھکر روتا

سنگ دل تجھ پہ نہ ہوتا کبھی رونے کا اثر | میں جو آنکھوں سے شب ہجر سمندر روتا

باغ میں یاد سہی قد میں جو روتا میں کبھی | اشک شبنم سے لب نہر گل تر روتا

میں ہوں وہ تشنۂ دیدار کہ حسرت پہ مری | اشک خونی مرے قاتل کا بھی خنجر روتا

فرقت یار میں روتا جو میں اثنائے نماز | تیری مسجد کا بھی زاہد در و منبر روتا

درد سر مول لیا چھوڑ کے عشق جانان | اہل دنیا کی حماقت پہ نہ کیوں کر روتا

ذکر تیرا نہیں جس گھر میں نہیں اس میں خوشی | غفلت مردم خانہ پہ ہے خود گھر روتا

دیکھتا آنکھ سے یہ نفس پرستی غفلت | اس زمانہ پہ ہر امت کا پیمبر روتا

اسکی باتوں سے تو باقی نہیں امید وصال
کاش اک بار محب یار سے ملکر روتا

الفت کا تیری نشہ کبھی تھا سرور تھا | وہ دن گئے کہ عقل و خرد سے میں دور تھا

انکار وصل سے تھا تو آتے کبھی نہ گھر — وعدہ کا پاس آپکو اتنا ضرور تھا
تھا ہوش کسکو یار کے مکر و فریب کا — مین تو شراب عشق کے نشہ مین چور تھا
تیرے بغیر مجکو جہنم تھا باغ خلد — کب مین خدا سے طالب غلمان و حور تھا
دل دے کے لے وفا کو ستم جسم جان — اُس کا گلا نہین یہ ہمارا قصور تھا
الفت مین فاصلہ نہین رہتا ہے درمیان — نزدیک تھا وہ یار جو کوسون ہی دور تھا
موسیٰ ہمین تھے شعلہ ہمین تھے ہمین شجر — پرتو ہمارے ہی دل سوزان کا طور تھا
زاہد وہی تھا حشر مین دیکھا ہوا خدا — دنیا ہی مین ہر آن مین پیش حضور تھا
کیا شان کبریائے حق کا نہ تھا ظہور — مجھ مین جو بے نیازی و کبر و غرور تھا
تو ہر جگہ تھا مری آنکھون کے سامنے — دیکھا نہ مین نے تجھکو یہ میرا قصور تھا

امید وصل یار بہشت تھی ہمین محب
معلوم اب ہوا کہ بہت ہم سے دور تھا

عرض اس سے مدعا کرتا ہے کیا — بے وفا وعدہ وفا کرتا ہے کیا
قابل دیدار آنکھین ہی نہین — وہ جو چھپتا ہے برا کرتا ہے کیا
شوق سے رکھدے گلا تلوار پہ — دست قاتل کا گلا کرتا ہے کیا
دل کو لے کر ہاتھ سے اور لے وفا — ہم غریبون پر جفا کرتا ہے کیا
زندگی سے آپ ہی ہم ہین خفا — اور تو ہم کو خفا کرتا ہے کیا
ہے یہ بیماری دل تو لاعلاج — اے مسیحا تو دوا کرتا ہے کیا
اس سے ملتے مین بھی ہین سو آفتین — دیکھیے فتنہ بپا کرتا ہے کیا
وعدہ کرلینا جو سمجھے وہ لگی — وہ کبھی وعدہ وفا کرتا ہے کیا
اس بت عیار سے ہے سابقہ — دیکھیے آگے خدا کرتا ہے کیا
جب خدا ہے فاعل مطلق تو پھر — بندہ بے بس خطا کرتا ہے کیا

اس بت کافر کو سجدہ کرکے محب
جا کے مسجد میں ادا کرتا ہے کیا

لو بتوں سے لگا کے کیا پایا
ہجر میں دل جلا کے کیا پایا

درد و رنج و غم و الم کے سوا
اور دل کو لگا کے کیا پایا

جل گیا شمع دم میں پروانہ
تو نے اس کو جلا کے کیا پایا

اے پری تو نے اپنا دیوانہ
مجھکو ناحق بنا کے کیا پایا

روتے روتے گئو ائیں آنکھیں اور
آنکھ اُس سے لڑا کے کیا پایا

قصہ درد ہجر طولانی
ہمنے اس کو سنا کے کیا پایا

نقش بر آب ہے جہان کی نمود
رنگ تو نے جما کے کیا پایا

بے وفا کب کسی کے ہوتے ہین
عشق اپنا جتا کے کیا پایا

پہلوے غیر اور تو افسوس
بزم مین تیری آکے کیا پایا

جب امید وصال ہی نہ رہی
اُن کو غزلین سنا کے کیا پایا

منہ چھپائے ہوے وہ رہتا ہے
اسکو گھر مین بلا کے کیا پایا

میرے پہلو مین آ کے دل تولا
غیر کے پاس جا کے کیا پایا

ہم نہ کہتے تھے بے وفا کو محب
دل کے ٹکڑے دکھا کے کیا پایا

جمال یار ہر انسان کامل مین نمایان تھا
نہ دیکھا ہمنے ہر سینے مین روشن ماہ تابان تھا

ہر اک کو فکر بخشایش کی دامنگیر تھی لیکن
ہمارے ہاتھ مین قاتل کا روز حشر دامان تھا

دیا آخر جواب صاف اس نے واہ ری قسمت
بہت مجکو وصال یار کا دنیا مین ارمان تھا

بہت اچھا ہوا وعدہ خلافی کی جو قاتل نے
جو وعدہ وفا کرتا تو میری سر پہ احسان تھا

رقیبون کی بنانے سے ہمارا کام بن آیا
کہا ہمنے بھی مجنون بنکے جو کچھ دل مین ارمان تھا

گیا وہ غیر کے پہلو میں اُٹھ کر پاس سے میرے — خیال آیا نہ قاتل کو کہ میرا آج مہمان تھا
مجھے محروم رکھا وصل سے کیوں غیر کی خاطر — بتا اے بیوفا تیرا کہاں وہ عہد و پیمان تھا
وہ کامل جذب ہے جو کھینچ لائے یار کو گھر میں — زلیخا غرب میں تھی مشرق میں خورشید کنعان تھا
گنہگاری نہ ہوتی گر تو عفو کی کہاں ہوتی — در رحمت کا فاتح خلد میں آدم پشیمان تھا
جوانی میں رہا لذات حیوانی میں سرگرداں — چھٹا پیری میں جب کچھ خواہشوں میں نقصان تھا

محب پیتا نہ کیوں کر ساغر اُس کے ہاتھ سے اُس کو
اسی دن کا تو اک مدت سے میرے دل میں ارمان تھا

چھینا ہمارے یار کو دولت نے کیا کیا — کھینچا نہ کچھ بھی جذب محبت نے کیا کیا
پروانہ تیرے حسن کا ہے جس کو دیکھیے — اے شمع رو غضب تری صورت نے کیا کیا
پیدا رقیب ایک مرا اور ہو گیا — مجھ سے سلوک یہ مری قسمت نے کیا کیا
پہلے سے بھی سوا وہ ہوا بدگمان اور — الٹا اثر یہ جذب محبت نے کیا کیا
گلزار میں بھی وحشت دل کچھ نہ کم ہوئی — صحرا کی اور دشت کی وحشت نے کیا کیا
رکھا نہ دین اور نہ دنیا کے کام کا — مجھ سے سلوک یہ تیری الفت نے کیا کیا
پہلو میں یار آ کے گیا گھر میں غیر کے — اے بدنصیب یہ تیری قسمت نے کیا کیا
سب عمر کشمکش میں کٹی کچھ ملا نہ چین — حرص و ہوا و عزت و شہرت نے کیا کیا
جانیں گنوائیں مفت سے کئے خانمان تباہ — اے ناسمجھ یہ دیکھ کہ شہرت نے کیا کیا
دائم ہے لطف پاک محبت میں خوب سوچ — انجام کار نفس کی لذت نے کیا کیا

ہے امتحان یار کا دیکھیں گے اب محب
غربت نے میری غیر کی دولت نے کیا کیا

بزم اغیار سے وہ شاد آیا — سوچ کر پھر کوئی بیداد آیا
فاتحہ کو بھی چھپائے ہوئے منہ — قبر پہ وہ ستم ایجاد آیا

عدو کا فسردہ بیٹھے تھے ہم — دیکھا تجکو تو خدا یاد آیا

دیکھکر مجھکو وہ کہتے اٹھتے ہیں — قیس و فرہاد کا استاد آیا

ہو گیا دیکھ کے میں دیوانہ — سامنے جب وہ پریزاد آیا

لیں بلائیں ترے عاشق نے وہیں — بیڑیاں لیکے جو حداد آیا

حکم پر اُسکے جھکا دی گردن — جب مرے قتل کو جلاد آیا

تیرے کوچہ میں ہوا وہ آباد — آپ کو کر کے جو برباد آیا

رشک اغیار سے غم اور ہوا — کب تری بزم سے میں شاد آیا

عقل بھی جسکے تصور سے ہے دنگ — قید ہستی میں وہ آزاد آیا

دل میں پیدا ہوا پھر جوش محب
وعدۂ یار مجھے یاد آیا

شکوہ نہیں اب آپ کا وہ دل نہیں رہا — میری طرف ذرا بھی تو مائل نہیں رہا

مرنے کے وقت بھی وہی آئے گا سامنے — دل زندگی میں یار سے غافل نہیں رہا

زخموں کے درد اور تڑپنے سے چھٹ گیا — قاتل کا شکر ہے کہ میں بسمل نہیں رہا

سمجھاؤں کسکو آہ میں انجام کار عشق — پہلو میں دیکھتا ہوں کہیں دل نہیں رہا

مہر و وفا کی کسکو تھی امید یار سے — غم ہے گلے پہ خنجر قاتل نہیں رہا

فصل بہار میں تھی ہر اک کو ہوائے گل — آئی خزاں تو شور عنادل نہیں رہا

قصے زباں پہ رہ گئے آزار عشق کے — لیلی و قیس و ناقہ و محمل نہیں رہا

خیرات کا وجود گدا پر ہے منحصر — دیجیے گا بوسہ کسکو جو سائل نہیں رہا

کسطرح چھوڑوں دامن قاتل کو ہاتھ سے — اب اختیار ہی میں مرا دل نہیں رہا

امید ہو گئی ترے ملنے کی شکر ہے — اب درمیاں میں ہجر وہ حائل نہیں رہا

بھولا محب وہ غیر سے ملتے ہی مجھکو حیف

میں ایکدم بھی یار سے غافل نہیں رہا

جو بام پر وہ سحر شام مہ عذار چڑھا
تو چاند منہ کو چھپا کے بہ رنگ نار چڑھا

فنا کے بعد بھی کچھ کم ہوئی نہ سوزش دل
ترے فراق کا ایسا ہمیں بخار چڑھا

کیا جو اس مہ کامل سے شب سوال مجھے
تو غصہ بن کے فلک پہ مرا غبار چڑھا

نہیں ہے سہل نفس کے گھوڑے پہ بیٹھنا آسان
ہزار بار گرا اس پہ جب سوار چڑھا

کہاں ہم اور کہاں تیرے وہ گل تازہ
ہماری قبر پہ باسی گلے کا ہار چڑھا

تمہاری زلف سیہ بھی غضب بلا کی تھی
ہمارے ہر رگ و پے میں ہے زہر مار چڑھا

فراق یار سے کانٹوں پہ لوٹتے گزری
بجائے گل مری تربت پہ چند خار چڑھا

ہوس رہی مجھے خنجر کے بوسہ دینے کی
وہ میرے سینہ پہ قاتل نہ ایک بار چڑھا

ہماری یاد جو آجائے وقت مے نوشی
تو دینا مے مری تربت پہ بادہ خوار چڑھا

تمام خوار ہی دیکھا غرض کہ یاری کا
نہ اتنا سر پہ رقیبوں کو گلعذار چڑھا

صحب وہ یار کی تصویر سامنے دہر کر
اسی کے پاؤں پہ سر رکھ اسی کو ہار چڑھا

عشق سے دنیا و دین کا غم گھٹا
مار کا تریاق غم سے سم گھٹا

گر بڑھانا چاہتا ہے عقل و روح
نفس کو اور جسم کو پیہم گھٹا

ہو گیا دہ چند بھی فرقت کا درد
تیرے ملنے سے جو دم بھر غم گھٹا

خواب میں بھی رات کو روتے ہیں ہم
اضطراب دل نہ کوئی دم گھٹا

جب سے تجھے دیکھا تو دم بھر کیلئے
جوش سیل دیدۂ پرنم گھٹا

موت سے ہوگی یہ سمجھے تھے شفا
درد ہجر یار لیکن کم گھٹا

عشق وہ قوت ہے جسکے زور سے
منزل ہستی کا پیچ و خم گھٹا

کیا برے کاموں کی ہے تاثیر بد
اور حیوانوں سے بھی آدم گھٹا

وہ جو مسجودِ ملائک تھا کبھی — شامتِ اعمال سے پیہم گھٹا

جسم یہ دردِ جدائی سے محبؔ
چاہیئے جتنا تھا اُس سے کم گھٹا

ہماری آرزو کی یاد رکھنا — کُلی دیکھو تو بو کی یاد رکھنا

دغا دیتی ہے دنیا آشنا کو — تم اس خصلت کی خو کی یاد رکھنا

گلوں سے کے اختلافِ رنگ و بو ہیں — اسی سے رنگ و بو کی یاد رکھنا

نہ جانا دہر کی مضبوطیوں پر — خدا کے ایک ہو کی یاد رکھنا

کہیں ہم بھی جو کچھ تم کو تو کیا ہو — تم اس گفتار تو کی یاد رکھنا

غلامی غیر کی تیرے لیے کی — ہماری جستجو کی یاد رکھنا

رگاتے ہو جو تلووں میں حنا تم — ہمارے بھی لہو کی یاد رکھنا

بگڑ بیٹھے جو مانگا تم سے بوسہ — ذرا اس گفتگو کی یاد رکھنا

ہوئے ہو ہمنشیں زاہد کے لیکن — ذرا جام و سبو کی یاد رکھنا

محبؔ دنیا میں کر سب سے محبت
جو موقع ہو عدو کی یاد رکھنا

باب الباء

عشق میں آپ ہے خود یہ دل ناکام خراب — ہے نہ صیاد بُرا اور نہ کچھ دام خراب

اچھے سب رنگ ہیں ناظر کی نظر میں ہے فرق — نہ تو گورے ہیں بُرے اور نہ سیہ فام خراب

کامیابی ہے ترے عشق میں ہر ناکامی — ورنہ ہر کام میں دنیا کے ہے ناکام خراب

بعد ملتے ہیں کہیں علم و حیاتِ ابدی — پہلے کچھ روز تو ہو راحت و آرام خراب

عام تعلیم ہے ہر ملک کی بنیادِ عروج — ہر جگہ جہل سے دنیا میں ہیں اقوام خراب

نیک و بد اپنے ہی اعمال کو سب ہیں یہ اثر
ہیں نہ افلاک نہ اوقات نہ اجرام خراب

ختم ہوتا نہیں بد پہ اثر بدکاری
پشت در پشت ہو ہر نسل کا اندام خراب

خمر افیون بدک اور برانڈی وسکی
فی الحقیقت ہیں یہ سب ہر کی اقسام خراب

[illegible]
قبل تصحیح سے ہے کیوں نامہ و پیغام خراب

[illegible] ملک کی تفریق [illegible]
ہو گا تقسیم سے بنگال نہ آسام خراب

[illegible] عشق سے مقصود ہو خوشنودی حق
اہل دنیا ہیں دنی ان کا ہو انعام خراب

آنکھ میں [illegible] کی مروت ہو وہ ہے سب کو عزیز
تلخی مغز سے ہوتے نہیں بادام خراب

اہل باطن کو تو گالی سے نہ ہو اسے نخوت
دینے والے کو مگر زہر ہے دشنام خراب

کون کہتا ہے کہ بے عیب ہے تہذیب جدید
سب سے بڑھ کر ہے قمار اور مے و جام خراب

ہند میں بھی وہی قرآن ہو وہی ملت دین
تخم اچھا ہے مگر باغ میں ہیں آم خراب

اسکی رحمت پہ بھروسہ ہے عمل پر کیا ہے
کبھی آغاز ہے اچھا کبھی انجام خراب

کام وہ ہے کہ نہ ہو جس میں صلہ کی امید
طالب فائدہ قوم کا ہے نام خراب

یاد میں تیری نہ گزرے تو ہو برباد وہ عمر
سال و مہ ہفتہ شب و روز سحر شام خراب

قیمتی عمر ہوئی صرف حصول دنیا
بودی چیزیں جو ملیں بھی تو ہوئے دام خراب

نسبت حق سے عبادت ہیں جہاں میں سب کام
شرکت نفس سے ہیں خیر کے بھی کام خراب

تزکیۂ نفس کا سوچو بھی بہتر ہے مجب
دل جو میلا ہے تو ہے جامۂ احرام خراب

عشق میں دل ہی سے مثل بادہ سرگوشی ہے خوب
صورت گل گلشن عالم میں خاموشی ہے خوب

رونق دنیا ہے غفلت اور ہشیاری ہے زہر
عقل کامل ہے مخرب اور مدہوشی ہے خوب

ہوش میں آئے تو ویرانی ہی دیکھی ہر طرف
اپنا یہ خواب گران اپنی یہ بیہوشی ہے خوب

انتہائے غیریت ہی سے یہاں تکلیف دہ
ہے خودی سب سے بری اور خود فراموشی ہے خوب

اہل دنیا کی پریشانی سے بچنے کے لیے | گوشۂ عزلت ہی بہتر اور خاموشی ہے خوب
جز خدا جن کو نہین دنیا سے و دین سی کچھ غرض | اُن کو زیبا ہے تجرد اور رو پوشی ہے خوب
دھو شراب عشق سے سجدہ کا پیشانی سی داغ | زہد صد سالہ سے اک ساعت کی مے نوشی ہے خوب
ہے ریاکاری سے بہتر رند سے اہل صفا | ظاہری صوم صلواۃ حج سی مے نوشی ہے خوب
اس چمن مین نالۂ بلبل سے ہے خود دام ہلاک | صورت باد صبا ہر گل سی سرگوشی ہے خوب
پی شراب عشق جس کی تا ابد مستی رہے | دین و دنیا مین یہی تو ایک مے نوشی ہی خوب

وصل مین اُس شوخ کے ہین آفتین صدہا عجب
دل مین تصویر خیالی سے ہم آغوشی ہی خوب

خود نمائی سے نمایش سی عمل پوشی ہے خوب | نیت خالص ہی بہتر اور خاموشی ہے خوب
اہل دل سے کیجیے ظاہر خیالات دلی | صحبت نا اہل مین ہر طرح خاموشی ہی خوب
اہل دنیا کی یہ ہشیاری وبال جان ہے | جس سے راحت ہے وہ غفلت بیہوشی ہے خوب
خار ہے پہلو سے گل مین تا کہ ہو باہم تمیز | اس جہان مین شادی و غم کی ہم آغوشی ہی خوب
جا کے لندن مین پڑھین آکر کرین نادان سی عقد | لندنی عالم کی جاہل کی ہم آغوشی ہی خوب
قدردانی کے عوض ہو جس جگہ خوف ضرر | عیب پوشی کی طرح اس جا ہنر پوشی ہی خوب
عیش مین سختی کی عادت ہو تو سختی بھی ہی عیش | منقلب جب دہر ہے غم سی ہم آغوشی ہی خوب
عورتون کو جس جگہ سڑکون پہ پھیرین بے حیا | اسجگہ عورات کی مردون سی رو پوشی ہی خوب
جس نسوان کی مضرت پر عبث ہی چیخنا | جب مخاطب ہو نہ ملک و قوم خاموشی ہی خوب

ہے رواج عام پر ہر جا عجب تہذیب ملک
اجنبی پوشش سے اپنی بادلہ پوشی ہی خوب

اہل دنیا تو ہین سب اس خواب ہستی مین خراب | اہل دل دیکھے نہین اس دار ہستی مین خراب
اس خرابہ مین خرابی کے سوا کیا اور ہے | کوئی عشق زر مین کوئی تن پرستی مین خراب

کچھ خدا کی یاد بھی دنیا کے دھندون مین رہے — خانۂ دل کو نہ کیجے گھر گرستی مین خراب

ایک ہی رنگ سیہ گوہر مین ہو یا کانچ مین — ہے وہی جنس گران مین جو ہے سستی مین خراب

جز خدا ہر چیز بت ہے خواہ جنت ہو کہ نفس — زاہد مرتاض بھی ہے بت پرستی مین خراب

ہو تجرد سے ہم آغوش اور علائق سے جدا — دل ہے دنیا سے نہین معمور اور بستی مین خراب

نیست کو سمجھے ہین ہست اور ہست کو سمجھے ہین نیست — اہل دنیا فلسفی دونون ہین ہستی مین خراب

عشق سے آبادئ دل ہے محبّ اس شہر مین
بے چراغ سوز الفت گھر ہے بستی مین خراب

جسقدر اہل دول ہین تن پرستی مین خراب — اس قدر مفلس نہین ہین تنگدستی مین خراب

لقمۂ تر سم قاتل ہے فقیرون کے لئے — صحبت اہل دول ہے فاقہ مستی مین خراب

طالب دنیا و دین دونون کا انجام ایک ہے — زر پرستی مین ہے وہ یہ خود پرستی مین خراب

گر حکومت ہو تو ہو اخلاق سے اعلے چاہیئے — اہل دل ہوتے نہین اس دار ہستی مین خراب

ٹھوکرین غفلت سے جو کھاتی ہین قومون کو مگر — کچھ سنور جاتی ہین کچھ ہوتی ہین پستی مین خراب

ہندوون کے ہین اعلی گھر گرستی کے اصول — ہو نہین سکتی ہے جس سے قوم پستی مین خراب

ہو تنعم مین بھی طرز زیست وہ سادہ محبّ
آسمان سے بھی نہ ہو جو دور پستی مین خراب

باب الباے فارسی

بات کہہ کر کیون مکر جاتے ہین آپ — جھوٹ مین کتنا مزا پاتے ہین آپ

سامنے غیرون کی خود آتے ہین آپ — دیکھتے ہی ہم کو چھپ جاتے ہین آپ

ذکر غیرون کا ہمارے سامنے — عاشقون کو خون رلواتے ہین آپ

سرگین نظرین تو ہین یہ برچھیان — قتل کرتے ہین کہ شرماتے ہین آپ

بے وفائی آپ کی لاتی ہے رنگ
جب کسی کو با وفا پاتے ہین آپ

آپکو معلوم ہے وہ دل کی بات
کیون زبان سے میرے کہواتے ہین آپ

خود تڑپتا ہے یہ مشتاق جمال
منہ چھپا کر اور تڑپاتے ہین آپ

کیا اکیلے آپ جاتے ہین کہین
دل ہمارا ساتھ لے جاتے ہین آپ

کسقدر پردہ کا رہتا ہے خیال
خواب مین بھی جب کبھی آتے ہین آپ

وصل کے وعدے سے کردیتے ہین خوش
عاشقون کو خوب بہلاتے ہین آپ

مجھ سے ناحق چھیڑ کرتا ہے رقیب
گالیان کیون اُسکو دلواتے ہین آپ

غیر پر یہ بخششین لیکن ہمین
ایک بوسہ کو بھی ترساتے ہین آپ

بتکدہ مین بت ہو کعبہ مین خدا
کافر و مومن کو لڑواتے ہین آپ

ہے کہان شیطان و آدم کا وجود
خود بتا کر راہ بھٹکاتے ہین آپ

سامنے آتے نہین لیکن جھلک
آڑ سے چلمن کے دکھلاتے ہین آپ

آپ پہلو سے تو اُٹھتے ہین مگر
کیا ہمارا دل بھی لے جاتے ہین آپ

چاند سورج سے بھی کرتے ہین حجاب
صحن مین تشریف جب لاتے ہین آپ

ہے محبت مین محب کچھ تو مزا
نا امیدی مین بھی جو پاتے ہین آپ

مجھ سے ناحق وصل کا وعدہ کیا کرتے ہین آپ
غیر کا جب اسقدر دن رات دم بھرتے ہین آپ

ایک دل مین دو کی الفت کی تو گنجایش نہین
غیر پر مرتا ہے وہ اور اُسپہ پھر مرتے ہین آپ

آپکو دیکھو ذرا اور اُس بت مغرور کو
پوچھتا ہی وہ نہین پھر اُسپہ کیون مرتے ہین آپ

آپ کو مرنے کی جینے کی اُسے پروا نہین
بے وفا بے درد پر پھر کسلیے مرتے ہین آپ

ہر قدم پر آفتون کا سامنا ہوگا ضرور
راہِ الفت مین تو جلدی سے قدم بھرتے ہین آپ

وعدہ کرکے آپ پھر جاتے ہین تو بیجا نہین
خون میری آرزو کا کیون کیا کرتے ہین آپ

مال جب اچھا نہین رکھنے سے اسکی کیا حصول — دل کو لیکر پھر کبھی واپس نہین کرتے ہین آپ

روح باقی ہے توجہ کیجئے اسکی طرف — اس تن خاکی کو مرجانے سے کیون ڈرتے ہین آپ

جب نہین دل مین کسیکی سرد مہری کا خیال — سانس ٹھنڈی دم بدم پھر کسلیے بھرتے ہین آپ

عیش دنیا مین نہین جب حضرت حق کا خیال — جانور کی طرح اس میدان مین چرتے ہین آپ

ڈال دیجئے گردن دلدار مین باہین محب

جب محبت ہے اسے پھر کسلیے ڈرتے ہین آپ

کوئی کرتا نہین بے حکم قضا آپ سے آپ — نہ محبت نہ عداوت نہ وفا آپ سے آپ

حسن خود آپ سکھاتا ہے حسینون کو جفا — ہوش آتا ہے تو آتی ہے ادا آپ سے آپ

چشم ظاہر سے محرک نہین آتا ہے نظر — کہین چلتی بھی ہے دنیا مین ہوا آپ سے آپ

نہ وہ پہلی سی محبت نہ وہ باتین نہ وہ پیار — بے سبب مجھسے ہین کیون آپ خفا آپ سے آپ

اپنے اعمال ہی لاتے ہین بلائین ہم پر — کسپہ کرتا ہے فلک جور و جفا آپ سے آپ

کیون اٹھاتا ہے دوا اور دعا مین تکلیف — وقت آتا ہے تو آتی ہے شفا آپ سے آپ

راست تدبیر بھی تقدیر پلٹ دیتی ہے — کوئی کرتا بھی ہے دنیا مین خطا آپ سے آپ

نہ فقیرون کی خوشامد نہ مشائخ سے غرض — دل مین الفت ہے تو آئیگا خدا آپ سے آپ

بولتا کون ہے اندر سے ترے او نادان — بانسری سے نہین آتی ہے صدا آپ سے آپ

حکم ہوتا ہے وہی کرتا ہے معشوق سلوک — کوئی کرتا بھی ہے عاشق پہ جفا آپ سے آپ

راز الفت نہ کہے تم سے محب وہ نہ کہے

باہر آجائیگا پردے سے خفا آپ سے آپ

باب التاے

حسرت یہی ہے دل مین کہ دل ہو فدائے دوست — آنکھون کی آرزو ہے کہ ہون خاکپائے دوست

راحت چھپی ہوئی ہے مصیبت کی آڑ مین
در پردہ عین لطف و کرم ہے جفائے دوست

آنکھین کھلین تو عیب ہنر سے بدل گئے
اپنی نظر مین اب تو ہنر ہے خطائے دوست

انمول دوستی ہے محبت کی قدر کر
دو نو جہان بھی نہین ہر گز بہائے دوست

الفت پہ سب فدا ہین سخی ہو کہ ہو بخیل
ہے جان و دل دوستی جان ہین برائے دوست

بزم طرب ہو باغ ہو صحرا ہو یا مکان
سنتے ہین گوش دل سے ہر اک جا صدائے دوست

ہمکو تو سوجھتا نہین دنیا مین کوئی عیب
اہل جہان ہین دوست ہنر ہو خطائے دوست

پردے سے بھی جھلک کے دکھانے مین عار ہے
ہے دوستون کے ساتھ یہ ناز و ادائے دوست

ہمدرد ہین وہ لوگ جو غیرون پہ ہین نثار
کیا فخر ہے جو دوست کہین ہون فدائے دوست

سمجھو نہ اس مقام کی حالت کبھی درست
دشمن کا گر قیام کہین ہو بجائے دوست

جسجا تمیز دوستی و دشمنی نہین
امداد دوستی کے عوض ہے سزائے دوست

ہوتا ہے دوستون کا بلاؤن مین امتحان
لیتا ہے سر پہ دوست خوشی سے بلائے دوست

بے فکر باغ دہر مین حاصل نہین ثمر
سر مین ہر اک گل کے بھری ہے ہوائے دوست

جاتے ہین روز کوچۂ جانان مین اسلئے
آنکھین ملین ملے جو کہین نقش پائے دوست

نظرون مین دشمنون کے ہنر بھی ہے عین عیب
ہے دوست کی نظر مین ہنر ہر خطائے دوست

آنکھین کھلین جو دل کی تو معلوم یہ ہوا
ہر آن نت نئی ہے بدن پر قبائے دوست

ہوتی ہین دوستون پہ کہان مہربانیان
جب تک نہ امتحان مین آئے وفائے دوست

ہم تو رقیب کو بھی سمجھتے نہین عدو
کم دوست سے نہین ہے محب آشنائے دوست

کہو نہ بزم مین غیرون سے جھک کے کان مین بات
کہ لوگ اپنی سمجھتے ہین اپنے دھیان مین بات

تمہارے عشق نے بوڑھون کو کر دیا ہے جوان
کسیکے آ گئی یہ وہم مین گمان مین بات

کبھی وصال کا وعدہ کبھی ہے صاف انکار
برنگ چرخ بدلتی ہے آن آن مین بات

مریض ہجر کو دم مین سلا دیا اُسنے
کبھی جو وصل کی چھیڑی ہے مرے کان مین بات

رہا سکوت ہی خلوت مین دو نو جانب سے
کہ جیسے ہوتی ہے محبوب امتحان مین بات

جو لوگ کہتے ہین وعدہ خلاف اُنکو کہین
مری مجال کہون ایسی یہ اُن کی شان مین بات

یہان یہ حسن کے جلوے وہان ضیای نجوم
کہان زمین کی آتی ہے آسمان مین بات

خدا بھی سنتا ہے دیوار و در بھی سنتے ہین
کہو نہ عیب کی چھپکر بھی تم مکان مین بات

جو ہوتا ماہ وہ خورشید رات کو آتا
نہ آسکے دن کو بھی آئیگی یہ گمان مین بات

کمال صدق و صفا سے یہ دی سخن کو فروغ
کہ لب پہ آتے ہی مشہور ہو جہان مین بات

کسی کا عیب کسی سے بیان نہ کر غافل
پہنچ ہی جاتی ہے خود آپ اُنکے کان مین بات

محب سے پوچھ محبت کے لطف پنہانی
بغیر عشق نہ آئیگی یہ دھیان مین بات

باب الثاے ہندی

جب سلسلۂ رشتۂ اغیار گئے ٹوٹ
فارغ ہوا دل قفل در یار گئے ٹوٹ

بے جسم نہین روح کو اعمال کا موقع
آواز کہان ساز کی جب تار گئے ٹوٹ

اک شب کی عروسی پہ ہے یہ ناز گلون کو
باسی ہوے ہوتے ہی سحر ہار گئے ٹوٹ

ہے دل مین پس از مرگ بھی کیا جذب محبت
تیر انکو نکالا بھی تو سوفار گئے ٹوٹ

اس حلقۂ گیسو مین ہوا دل جو گرفتار
دین چھوٹ گئے سبحہ و زنار گئے ٹوٹ

ہے کون تہ خاک جگر سوختہ یارب
اک آہ شرر بار مین کہسار گئے ٹوٹ

دنیا کے بکھیڑون سے رہائی ہوی حاصل
جب خانۂ تن کے در و دیوار گئے ٹوٹ

آسان نہین امّارگی نفس پہ قابو
باندھے سے گئے جو بندہ ہر بار گئے ٹوٹ

اثمار کی اس باغ مین کی لاکھ حفاظت
ثابت رہے دو چار تو دو چار گئے ٹوٹ

سختی سے جو بچتا ہے تو سختی کی ہو عادت — جب پاؤں ہوئے سخت تو خود خار گئے ٹوٹ
رکھا قفس پردہ میں عورت کو یہاں تک — سب بال و پر مرغ گرفتار گئے ٹوٹ

پہنچے ہی محب ہم سے بعشق دل آرام
سب رشتۂ اغیار و دل تار گئے ٹوٹ

صبر و رضا سے دن یہ مصیبت بلا کے کاٹ — بڑھتے ہیں اور جہد سے تیغ قضا کی کاٹ
کبر و غرور چھوڑ کہ ہو قرب حق نصیب — ذلت سے بند بند عدوئے خدا کے کاٹ
گر چاہتا ہے سیر سموات و عرش و فرش — پر اجتناب و صبر سے حرص و ہوا کے کاٹ
دل کو ہر ایک رسم سے دنیا کی پاک کر — پھندے ریاض سخت سے دام بلا کے کاٹ
دیدار ہو تو جان کے جانے سے غم نہیں — سر عاشقوں کے کاٹ تو صورت دکھا کے کاٹ
سن مدعائے دل کہ ملیں یا نہ پھر ملیں — تھوڑی سی ہے رات یار نہ باتیں بنا کے کاٹ
ہے منزل فنا ہی میں ملک بقا کی سیر — یہ راہ عیش میں بھی مصیبت اٹھا کے کاٹ
کم جرم قتل سے نہیں حق کی مخالفت — سچ بات کو نہ بزم میں باتیں بنا کے کاٹ
مرنا ہے زیست سچ کی حمایت میں گر مریں — سر تن سے ایک وار میں جور و جفا کے کاٹ
غیر از خدا کسی سے نہ رکھ خیر کی امید — رشتے تمام خلق سے مہر و وفا کے کاٹ
لایق ہے قید و بند کے بدکار بد سرشت — بدعیب زن کے پاؤں تو گھر میں بٹھا کے کاٹ
ہو جائے اور دست حنائی کا رنگ لال — سر عاشقوں کے کاٹ تو مہندی لگا کے کاٹ

گھر میں بغیر دوست نہیں لطف کچھ محب
دن زندگی کے کوہ بیابان میں جا کے کاٹ

باب الثاے

یہ کچھ بھی کرتا نہیں اب جور و جفا کیا باعث — آج ہم سے ہوا کیوں یار خفا کیا باعث

شربت وصل سے کچھ کم نہ تھا آب خنجر — ہم پہ ہوتے نہیں اب جور و جفا کیا باعث

وہ صفائی وہ مروت وہ محبت نہ رہی — تمھیں بتلاؤ رہیں بجز خدا کیا باعث

ہو گیا بلبل شیدا ہی سے روپوش وہ گل — رخ بدلنے لگی گلشن کی ہوا کیا باعث

میرے دل کی نہیں یہ آہ تو پھر شور ہے کیا — در و دیوار سے آتی ہے صدا کیا باعث

خون عشاق کیا کرتے ہیں معشوق مدام — شوق سے ذوق سے لیے جرم خطا کیا باعث

دیکھ تو یہ کا بھی ملتا ہے عدالت میں ثبوت — کبھی ہوتی نہیں مجرم کو سزا کیا باعث

مائل حق ہے ہر اک گبر و مسلمان جیسے — جانب قبلہ رخ قبلہ نما کیا باعث

ضعف پیری سے تو گھٹتا ہے بدن ہر لحظہ — اور بڑھتی ہے بہت حرص و ہوا کیا باعث

وہ مسیحا ہے میں بیمار محبت ہوں مگر — میری کرتا نہیں کچھ بھی وہ دوا کیا باعث

شام کا وعدہ تھا آیا نہ سحر تک وہ محب
جھوٹ ہم سے تو نہ کہتا تھا ہوا کیا باعث

باب الجیم

کتنا جواب صاف ملا ہے دعا سے آج — مایوس جان بلب ہے امید شفا سے آج

کل تک تھا ان کو میری محبت میں کیا غلو — آتے ہیں مجھ سے پیش وہ جور و جفا سے آج

مقبول ہر دعا ہے مگر صبر چاہیئے — لازم نہیں کہ کام بر آئے دعا سے آج

کل بعد مرگ بھی نہیں دوزخ سے ہے نجات — پائیں یہاں نجات جو حرص و ہوا سے آج

کل دیکھیے گا آپ کو دیتا ہے کیا دغا — رکھتے ہیں ارتباط تو اس بے وفا سے آج

کل گل وہ تھا جو پاس تو دل باغ باغ تھا — دل کی کلی کھلی نہ ذرا بھی صبا سے آج

جاتے ہیں بن سنور کے خدا جانے کس طرف — برپا کریں گے ایک قیامت ادا سے آج

راہ عدم میں کل نہ بھٹکتے پھرو کہیں — جو پوچھنا ہو پوچھ لو تم رہنما سے آج

غیرون سے التفات محب سے نہین کلام　　بیٹھے ہوئے ہین پاس مگر ہین خفا سے آج

اچھا ہوا کہ قطع محبت ہوئی محب

چھوٹے ہزار رنج و مصیبت بلا سے آج

باب الجیم فارسی

اس حسن کی تعریف مین ہے میرا بیان ہیچ　　بہتر ہے خموشی وہ کمر ہیچ دہان ہیچ

جس پیر مین ہو عشق جوانون سے وہ بہتر　　دل مین نہ محبت ہو تو نوخیز جوان ہیچ

سایہ بھی درختون کا ہے جنت جو خوشی ہو　　دل کو نہین راحت تو جواہر کا مکان ہیچ

حق جان جہان اور جہان جان کی صورت　　بے یاد خداوند جہان کار جہان ہیچ

ہے ذاکر و مذکور وہی ذات مقدس　　بے ذکر خدا ہیچ دہان اور زبان ہیچ

زاہد سے مے و معشوق ہے مقصود عبادت　　بے ان کے تو سب ترو فردوس جنان ہیچ

وہ ہست ہے ہم تو نیست ہے پھر دعوی شہرت　　بے بود کا بے اصل کا سب نام و نشان ہیچ

موجود ہے جب ظاہر و باطن وہی اک ذات　　پھر غیر کا دل مین یہ تری وہم و گمان ہیچ

جز حق مجھے آتا نہین عالم مین نظر اور　　آنکھین ہون تو خود دیکھیے تشریح و بیان ہیچ

دنیا مین دھرا کیا ہے جو عقبے مین ملیگا　　اور مجھ سے جو پوچھو تو یہان ہیچ وہان ہیچ

سمجھے تھے محب اپنا دلی دوست اُسی ہم

معلوم ہوا دوستی اہل جہان ہیچ

باب الحاے

ہمارا اُن کا تعلق ہے جسم و جان کی طرح　　ہم اور وہ ہین جہان مین عیان نہان کیطرح

نہ رکھ امید ثمر اس چمن کے پودون سے　　ریاض کر نہ امیدون پہ باغبان کیطرح

چمن یہ رنگ بدلتا ہے ہر گھڑی نا اہل | بنا مکان کوئی تنکون کا آشیان کیطرح

ملے گا اب کسے جو وہ یار شوخ چشم ظریف | کہونگا حال دل زار داستان کیطرح

نہ دو وجود ہین یہ زندگی نہ کر برباد | مٹے گا نام ترا بیت کے نشان کیطرح

گئی نہ ہمت عہد شباب پیری مین | ہے عقل پھر بھی گو ہے پشت کمان کیطرح

زمین پہ جھکتے ہین جتنے بلند ہوتے ہین | خمیدہ پشت ہین اہل دل آسمان کیطرح

سلامتی ہے اسی مین کہ ہو رہے خاموش | جو غیر جنس ہے حلقے مین ہو زبان کیطرح

محل مین ہمکو اجازت نہین ہے آنے کی | رہین گے بیٹھ ترے در پہ پاسبان کیطرح

ہمارے عشق کی اسکو خبر ہوئی کیونکر | رہے خموش بہت ہم تو بے زبان کیطرح

قدیم روح ہے کیا اسکو انقلاب کا خوف | شکست و ریخت ہے اجسام مین مکان کیطرح

چھٹے علایق دنیا سے جب ہوئے آزاد | خزان کا خوف نہین سرو بوستان کیطرح

اسی مین خوش ہین کہ جس حال مین خدا رکھے | غلام حرص نہین طالب جہان کیطرح

کبھی وصال کا اقرار ہے کبھی انکار | ہمیشہ رنگ بدلتے ہین آسمان کیطرح

محب ہے درد محبت مین بھی عجب لذت
نہین ہے رنج جدائی غم جہان کیطرح

وہ دکھاتا ہی نہین مجکو ادا اچھی طرح | قتل ہو جاؤن تو ہو کس پر جفا اچھی طرح

گوش دل کھلتے ہین جب یہ بند ہو جاتے ہین کان | غیب سے آتی ہے کانون مین صدا اچھی طرح

کور چشمون کو دکھاے حسن اپنا کیا حسین | عاشقون کو وہ دکھاتا ہے ادا اچھی طرح

آپ پر شیدا ہوا ہے یہی اسکی سزا | اس دل ناشاد پر کیجے جفا اچھی طرح

بے وفائی کا کوئی پہلو اٹھا رکھیں نہ آپ | وعدۂ ندامت کرین گو ہم وفا اچھی طرح

مجھ سے تیغ ناز کے زخمون کی کچھ لذت نہ پوچھ | تا ابد رکھے تجھے قاتل خدا اچھی طرح

رخ بدل دیتا ہے کوئی تو طمانچے مار کر | چال جب چلتی نہین باد صبا اچھی طرح

جھوٹے وعدون سے بھی بہلتا ہی نہیں عاشق کا دل | امتحان لینا ہے تو دیجیے دغا اچھی طرح

عبد اور معبود دونون اصل مین گو ایک ہین | ہین صفات و اسم مین لیکن جدا اچھی طرح

سب درختون کو گرانی مین کہان [illegible] | جانتی ہے نیک و بد کو بھی ہوا اچھی طرح

چھوڑیے واعظ نہ انکو وہ جو مل جاے محب

ایک دن تو کیجیے اسکو خفا اچھی طرح

باب التاے

زیست اب تو ہو گئی ہے ساقی گلفام تلخ | دے بھی تو زہر آب کا بھر کر مجھے اک جام تلخ

بات تو ہے ایک لیکن دو مخالف ہین اثر | مجھ کو شیرین غیر کو تیرے ہین یہ دشنام تلخ

جی مین آتا ہے لب شیرین کو چومون بار بار | بات جب کہتا ہے منہ سے وہ بت گلفام تلخ

تیری فرقت مین عجب تلخی سے کٹتی ہے یہ عمر | صبح انصف الیوم نصف اللیل و وقت شام تلخ

حشر مین تم سے ملین گے وہ یہ قاصد نے کہا | بے مروت نے جو بھیجا بھی تو کیا پیغام تلخ

تیری آنکھین دیکھتے ہی دل جگر ٹکڑے ہوے | ہو گئے زہر ہلاہل مجکو دو بادام تلخ

عمر ہی کچھ تلخ کامی سے نہ گزری ہجر مین | ہو گیا مجھ کو لحد مین بھی تو اب آرام تلخ

بوالہوس شیرین سمجھ کر جام الفت پی نہ جاے | یہ وہ مے ہے جس سے ہوتی ہین زبان و کام تلخ

زہر بھی ہاتھون سے تیرے ہے مجھے آب حیات | اور دے ساقی مرے بھر کر مجھے ایک جام تلخ

غیر کو دیتے ہین بھر کر دم بدم جام شراب | اور مین مانگون تو مجھکو زہر کا اک جام تلخ

قسمت اپنی ہے محب کیا کیجیے اسکا گلا

غیر کو شیرین مجھے دیتا ہے وہ بادام تلخ

باب الدال

مغفرت کی مرے کیجئے گا دعا میرے بعد — یاد رکھئے نہ مری کوئی خطا میرے بعد
ایک خوشنودی حق کا مجھے کافی ہے خیال — لوگ جو چاہین کہین مجھ کو برا میرے بعد
سختیان عشق کی جھیلین تو دعا مین نے یہ کی — کوئی مجنون نہ ہو دنیا مین خدا میرے بعد
خاک میری در جانان سے نہ اڑ جائے کہین — کوچۂ یار مین جانا نہ صبا میرے بعد
آپ عیسیٰ ہین مرے آپ کا مین ہون بیمار — آپ کی آئے گی کس کام دوا میرے بعد
جاننا یہ کہ مری روح کی گستاخی ہے — چوٹ گر پاؤن کو سوتے مین ہوا میرے بعد
خفگی آپ کی ہر بار اٹھاتے ہین ہمین — ہوجیے گا نہ کسی سے بھی خفا میرے بعد
منہ چھپائے ہوئے آتے ہین جو تربت پہ مری — میری میت سے بھی کرتے ہین حیا میرے بعد
آپ کرتے ہین مجھے قتل تو کیجے لیکن — کس پہ کیجئے گا بتائین تو جفا میرے بعد
اب تو کرتے نہین کچھ قدر مری خدمت کی — یاد آئے گی تمھین میری وفا میرے بعد

بوسۂ رخ بھی محب کو نہ ملا وصل کجا
وعدہ کیا حشر مین کیجیے گا وفا میرے بعد

باب الذال

نام میرے جو لگے یار کے آنے کاغذ — پڑھ کے آنکھون سے لگا مین بھی لگانے کاغذ
یہ محبت ہے عدو سے کہ جب آتے ہین خطوط — پڑھ کر رکھ لیتے ہین سو بار سرہانے کاغذ
تھی محبت تو چھپاتے تھے مرے خط سب سے — اب تو غیرون کو لگے آپ دکھانے کاغذ
سطر دو ایک بھی لکھتے نہین خط مین وہ مجھے — غیر کے جب سے لگے ڈاک مین آنے کاغذ
غیر کا وصل ہو جلدی یہ تمنا لیکر — آئے تربت پہ مری وہ یہ لگانے کاغذ
سوز دل خط مین جو اس حسن کے شعلہ کو لکھا — آگ ہو کر وہ لگا میرے جلانے کاغذ
کچھ تو پوشیدہ کسی غیر کے آتے ہین خطوط — کیون لگے آپ بتائین تو چھپانے کاغذ

دم تحریر رقیبون کو جو ہین آپ غضب — وہ لگا شرم سے جاذب پہ دبانے کاغذ

تیری الفت کے خطون سے ہین آتا ہے سرور — دیکھ لیتے ہین کبھی ہم جو پرانے کاغذ

جوش گریہ کا لکھا خط مین عبث حال اسکو — لے گیا وہ مرا دریا مین بہانے کاغذ

لکھ خطون مین اُسے وہ قیمتی مضمون عجب
کہ زر سرخ کے ہو جائین خزانے کاغذ

باب الراے

دیدار یار گرچہ ہے روز شمار پر — عشاق جان دیتے ہین اس انتظار پر

پوشاک نت نئی وہ بدلتے ہین دمبدم — ہر آن باغ حسن ہے اُن کا بہار پر

وہ مے پلا کہ فکر دو عالم سے ہو نجات — ترجیح ہے سرور کو واعظ خمار پر

آئی ہے یاد قوت بازوے اتفاق — پڑتی نظر ہے چیونٹیون کی جب قطار پر

گھڑدوڑ مین کلب مین علانیہ ہے جوا — تہذیب کا مدار ہے اب تو قمار پر

ہم دیکھتے ہین اُن کو شب و روز ہر جگہ — وعدہ ہے جن کی دید کا روز شمار پر

منصور سے مسیح سے پوچھو مقام وصل — معراج عاشقون کی ہے سولی پہ دار پر

میدان عشق مین وہی ثابت قدم رہے — کرتے تھے لاکھ شکر جو قاتل کے وار پر

کرتے ہین نیک بد کو بھی صحبت سے فیضیاب — سایہ فگن ہے دامن گل نوک خار پر

بے خلق و رحم ہیچ ہے سب جاہ و ملک و مال — زیبایش عروس ہے پھولون کی ہار پر

اک ذات لاشریک پہ ایمان کا ہے مدار — لیکن یہان ہے پانچ پہ یا تین چار پر

بے ثمرہ حیات بشر عشق ذات پاک — وہ خاک ہے درخت جو آئے نہ بار پر

چونکے گی نالۂ حسرت عشق سے محب کی روح
بھولے سے آئین گے وہ کبھی گر مزار پر

کھلا آخر کو یہ رازِ نہانِ انسانِ کامل پر
کہ ہے پرتو فگن خورشیدِ ذات آئینۂ دل پر

جھلک دیکھیں تو کیا دیکھیں حجابِ نفس حائل ہے
شبِ دیجور کا پردہ پڑا ہے دل کی محفل پر

قرار رنگ و بوئے گل نہیں اک دم بھی جب بلبل
خدا جانے کہ پھر کیوں جان دیتی ہے عبث گل پر

ہماری محبت و نفرت بھی باہر ہے ارادے سے
بنا دیں لاکھ گو صورت مگر قابو نہیں دل پر

نہیں خطرے سے خالی صحبتِ اہلِ غضب ہرگز
چٹک دیتے ہیں آئینہ کو سنگین دل کبھی سل پر

عجب غفلت میں اہلِ نفس لیتے ہیں کچھ کہہ نہیں سکتے
نہیں آسان ہے مشکل جو ہے دشوار عاقل پر

دلِ عشاق سے پوچھے کوئی قدرِ رخِ انور
کریں قربان وہ عالم ایک اس رخسار کے تل پر

نجاتِ دو جہان ہے ہاتھ سے اس شوخ کے مرنا
کہیں کرتے ہیں عاشق خون کا دعوی بھی قاتل پر

دلِ زخمی یہ ہے کیوں شربتِ دیدار کا طالب
کہ ہو جاتی ہے غالب تشنگی سخت گھائل پر

ترے عاشق صدا کھینچ کر بھی وجد کرتے ہیں
سماع و وجد کب موقوف ہے ڈھولک پہ محفل پر

گرایا نفس نے عرشِ بریں سے قعرِ پستی میں
برستا ہے سماں عبرت کا اب تک چاہِ بابل پر

رجوعِ قلب ہو تو غیب سے تائید ہوتی ہے
خدا کو یاد کر لے بندۂ مجبور مشکل پر

جو دانا ہیں وہ مال و جاہ سے پرہیز کرتے ہیں
مگر دیتے ہیں نادان جان اس زہرِ ہلاہل پر

عجب پیری میں یہ کیا حسن و وصل و ہجر کی باتیں
جوانی میں ہنسا کرتے تھے ہم تو عشق کامل پر

نہیں موقوف دیدارِ خدا کچھ آنکھ کے تل پر
حواس عالمِ امکان بھی قائم ہیں اسی دل پر

نہیں تعلیمِ اعلی سے بھی جب اخلاقِ ربانی
تو پھر کس بات میں ترجیح ہے عالم کو جاہل پر

سمجھ کر سوچ کر لکھیے سفید و تم کچھ باتیں
مذاقِ عام ہے اب منحصر دلچسپ ناول پر

ڈھنڈورا پیٹنے سے بھی نہیں ہوتی کوئی شہرت
نظر پڑتی ہے خود دنیا کی ہر انسانِ کامل پر

ستم ہے عورتیں پردے میں دنیا سے رہیں جاہل
وبالِ جان ہے یہ جبرِ نسا مردانِ عاقل پر

تعجب ہے کہ اہلِ ہند سے ہو یہ لما حالی
کریں انگلینڈ میں بحثیں اجانب ہند کے بل پر

جو عالی حوصلہ ہیں بحر میں خود کود پڑتے ہیں   نظر رکھتے ہیں کم ہمت وہیں افسوس ساحل پر

خدا محفوظ رکھے اصل بدتر ہے بیکاری   مسلط ہو نہیں سکتا ہے شیطاں مرد شاغل پر

جہاں عقل و ذکا گرچہ بخشیں رب نے فقیروں کو   دوام حق ہے تحسین سوال رزق سائل پر

فری تعلیم جب دیتے نہیں ہر جا مدارس میں   تو پھر کیا جہل کا الزام ہے اس قوم غافل پر

چہکتے ہیں بہت جا جا کے گلشن میں نہیں اچھا   بچا ہیں حضرت صیاد سے اپنی عنادل پر

زباں اپنی سے ہے جو جا میں کہیں کیا فائدہ اس سے   نظر پڑتی ہے گہری ہر جگہ اعمال قائل پر

رواج و رسم میں جکڑے ہوئے کیونکر ابھی سمجھو   کہ دام حبس نسواں اور ہے بند سلاسل پر

گھروں میں عورتوں کی ہر جگہ تعلیم ممکن ہے   سمجھتے ہیں قوم کے نافہم کچھ اس زعم باطل پر

ادھر ہے قحط کی آفت ادھر افلاس کی کلفت   خدا کی ایک رحمت ہے وبا اس قوم بسمل پر

ترقی بے علوم مغربی ممکن نہیں ہرگز   نہیں کچھ فخر اہل شرق کو تحصیل حاصل پر

حقوق ملک کی تحصیل میں تیزی نہیں اچھی   بہت کم تیز رو پہنچے ہیں دشواری سے منزل پر

محبت میں صحب بیتابی دل ضبط کرتے ہیں
تڑپنے میں بھی یہ ڈر ہے کہ آنچ آئے نہ قاتل پر

ہم تن ہیں اور جان ہے وہ پھر ہمیں سے دور   ویران وہ مکان ہو رہے جو مکیں سے دور

باتیں بنائیں اہل خوشامد کا ہے شعار   رہتے ہیں اہل صدق چناں و چنیں سے دور

ہے سحر چشم یار ادائیں غضب کی ہیں   دل کو بچا کے رکھ نظر شرمگیں سے دور

راحت جو چاہتا ہے تو دونوں جہاں کو چھوڑ   آسودگی ہے حلقۂ دنیا و دیں سے دور

خورشید جل رہا ہے بجھا آج تک نہیں   پھر کیوں نہ عرش ہو نفس آتشیں سے دور

کیا جانئے کہ قبر ہماری کہاں بنے   نزدیک یہ مکان ہے یا ہے مکیں سے دور

دل سے خیال یار کی دوری محال ہے   ممکن نہیں کہ اہل زمیں ہوں زمیں سے دور

دل سے ملکے پھر جدا ہوں یہ ممکن نہیں صحب

ہے قرب ہر طرف سے نہیں ہیں کہیں سے دور

بر جا رہے نہ ہوش رخ یار دیکھکر سو بار عشق میں آیا ہوں اکبار دیکھکر
کیا کیجیے علاج کہ اب تو طبیب بھی گھبرا رہے ہیں حالت بیمار دیکھکر
اہل نظر کھنڈر سے بھی لیتے ہیں کچھ سبق گزرے ہوؤں کے منہدم آثار دیکھکر
دیوانگی بخیل کی ثابت ہوئی مجھے سرخ و سفید سنگ کے انبار دیکھکر
بڑھتی ہیں رزم گاہ میں شیروں کی جراتیں جاتے ہیں کھیل جان پہ تلوار دیکھکر
ثابت ہوا کہ رونق عالم ہے اختلاف پہلو سے گل میں نیشتر خار دیکھکر
آنکھوں میں پھر گئی وہ ترقی اہل دین گرتے ہوئے وہ گنبد و مینار دیکھکر
کھلتی نہیں ہے چشم بصیرت بغیر عشق ثابت ہوا یہ مصحف رخسار دیکھکر
لیتے ہیں عقلمند ہر ایک قوم سے سبق رکھتے ہیں پاؤں دہر کی رفتار دیکھکر
یاد آ گئیں وہ علم کی دلچسپ صحبتیں تیرے مکان کے در و دیوار دیکھکر

تصویر یار ہجر میں تسکیں ہے محب
جیتے ہیں مر کے صورت دلدار دیکھکر

ہر اک حیوان سے دنیا میں قایم اپنی فطرت پر مگر یہ حضرت انسان ہیں قربان رسم عادت پر
نہیں رکھتے قدم بھولے سے بھی راہ محبت پر مثال کوہ ہیں ثابت قدم لیکن عداوت پر
وہ انسان ہیں جنھیں اپنے رقیبوں سے بھی الفت ہے درندے جان لیتے ہیں لیکن اس عنایت پر
بجز جہل و تعصب گر نہیں ہیں جو ہر ذاتی تو بے جا ناز ہے پھر باپ دادا کی شرافت پر
رسالت چاہتا ہے گر تو کر مخلوق کی خدمت پیمبر جان دیتے تھے اسی اشرف عبادت پر
حقیقت ایک ہی سب کی خدا ہو یا کوئی بت ہو ہنود و کافر و گبر و مسلمان سب ہیں وحدت پر
خوشی اس زندگی کی کاہلوں کو ہو نہیں سکتی کہ راحت آدمی کی منحصر ہے شغل و محنت پر
نہ ہار ہمت خدا کرتا ہے نیکوں کی مدد ہر دم رفاہ خلق کے سب کام ہیں موقوف ہمت پر

خدا کو دیا ہے ہیں حور و غلمان بھی [illegible] — نہیں کرتے عبادت ہم کوئی امید جنت پر
ہمارے امتحان صبر کی کچھ حد بھی ہے سالم — نئی آفت پہ آفت ہے مصیبت ہر مصیبت پر
جو عاقل ہیں رفاہ عام کے وہ کام کرتے ہیں — جو جاہل ہیں وہ اپنی جان دیتے ہیں شہرت پر
محب قوم کو تحسین و نفرین کی نہیں پروا — نہ فخر و ناز عزت پر نہ کوئی رنج ذلت پر
یہی تعلیم دلوائے گی آزادی اسیروں کو — قفس میں دیکھنا اک دن نکالے گی یہ عورت پر
غلامی حبس و الم پائمالی اور مجبوری — کہوں میں کیا کہ کیا کیا ظلم ہوا اک ذات عورت پر
قفس میں بند عورت ہو نہیں کچھ کم یہ جنت سے — نکالے گی کوئی کیا اس سے بڑھ کر اور وحشت پر
زنا و فحش سے یہ بستیاں کیوں کر نہ ہوں ویران — کہ قایم ہے تمدن گھر پہ گھر قایم ہے عفت پر
انہیں چاروں ستونوں پہ ہے قائم ملک کی دولت — حکومت پر صناعت پر زراعت پہ تجارت پر
شجاعت اور علم و فن ہی سے قوموں کی عزت ہے — ذلیل و خوار بزدل ہیں جو قانع ہیں تجارت پر
مدارس میں فلاحت کی نہیں تعلیم حیرت ہے — کہ اہل ہند کی ہے منحصر روزی زراعت پر
ترقی قوم کی دولت پہ دولت علم و فن پر ہے — مدارس پر تعلم ہے تعلم اہل حکمت پر
گزارے عمر بے جرم و خطا یہ قید خانے میں — کوئی اس سے بھی بڑھ کر ظلم ہوگا اور عورت پر

محبت پر دل و جان سے نہ ہو کیونکر محب قربان
کہ بنیاد تمدن بھی تو قایم ہے محبت پر

اب اُنکے خیالات ہیں کچھ اور نظر اور — دے مجکو بھی یارب کوئی دل اور جگر اور
عالم میں اُسی ایک کے ہیں مختلف اشکال — ہم اور زمین اور فلک اور قمر اور
ہر روز وہ ملتے تھے مگر اب نہیں ملتے — وہ شام و سحر اور تھے یہ شام و سحر اور
پیری کا نہ غم ہے نہ کوئی موت کا کھٹکا — ہے فکر ہمیں اللہ کوئی خوف و خطر اور
آیا جو نظر بام پہ وہ چاند سا چہرہ — سب دیکھ کے بولے کہ وہ نکلا ہے قمر اور
اجزائے شجر دیکھ کہ وحدت میں ہے کثرت — اصل اور ہے برگ اور ہیں گل اور ثمر اور

رکھتے ہین انہین چشم مین یا خانۂ دل مین
ہے ان سے بھی محفوظ زیادہ کوئی گھر اور

اس دل ہی مین کر لیتے ہین ہم سیر دو عالم
یہ اور سیاحت ہے وہ ملکون کا سفر اور

رکھتے ہین وہی ایک زبان کا ذوق صادق
سمجھون کی مگر بات کا ہوتا ہے اثر اور

ظاہر کو تو سب دیکھتے ہین عاقل و جاہل
ہوتی ہے مگر اہل بصیرت کی نظر اور

الفت مین محبؔ جان بھی جائے تو نہین رنج
کچھ اور ہے دنیا کی مضرت یہ ضرر اور

جز حسرت دیدار نہین دل مین نہان اور
کیجے نہ مری پاک محبت پہ گمان اور

آتا ہے جو کچھ دل مین وہ کہتے ہین زبان سے
آزاد ہین رکھتے نہین دل اور زبان اور

آتی ہے نظر جامۂ تہذیب مین وحشت
نقال کا ظاہر تو ہے کچھ اور نہان اور

غیرون کو ترقی ہے تو اپنو کو تنزل
اب تو ہے فلک اور زمین اور زمان اور

ٹکسال کی تعمیر مین ناحق کو کیا صرف
ہوائین محاسب کے لیے بھی تو مکان اور

رہتا ہی کہین نفس پرستون کا یہان نام
مٹتے نہین تا حشر وہ ہین نام و نشان اور

جو کل تھا نہین آج جو ہے آج نہین کل
ہر وقت نیا دور ہے ہر آن ہے آن اور

کیا زیست ہے بیکار پڑے رہتے ہین گھر مین
اس زیست پہ ہے اہل ریاضت کا گمان اور

الفت کو محبؔ تاڑ ہی جاتے ہین مبصر
ہوتی ہے محبت کی نظر اور زبان اور

باب الراے ہندی

قطع الفت کو نکر جسم مین کچھ جان کو چھوڑ
میرے ویرانہ مین اس شمع شبستان کو چھوڑ

بت پرستی بھی عبادت ہی جو ہو دل مین ثبات
خاطر یار سے اسلام کو ایمان کو چھوڑ

بے خودی راہ محبت کی ہے پہلی منزل
دیکھ رخ یار کا خطرات پریشان کو چھوڑ

بوالہوس مرتبۂ عشق بہت عالی ہے
عشق صادق ہے تو اس جسم کو اس جان کو چھوڑ

یار کی جو ہے رضا اس کو خوشی اپنی سمجھ
کفر خواہش ہے تری وصل کے ارمان کو چھوڑ

بیڑیاں پاؤں میں ہیں دولت و جاہ و منصب
پہلی منزل ہی میں اس قید کو سامان کو چھوڑ

جا کے شہروں میں رخ یار کو اس آنکھ سے دیکھ
گوشۂ غار و سر کوہ و بیابان کو چھوڑ

ذات سے اپنی وہ قایم ہے جہان اس سے ہو
دست واجب کو پکڑ دامن امکان کو چھوڑ

خار اس گل کی نگاہوں میں ہوا تو آخر
خواہش وصل دل آزار کو دامان کو چھوڑ

ہو گا شیطان کی پرستش سے خدا کب راضی
شہرت و عزت و نام آوری و شان کو چھوڑ

درد الفت ہی سے ہے دلکو محب کے تسکین
تیر مارا ہے تو اب زخم میں پیکان کو چھوڑ

باب الزاے

باقی رہے ہیں زیست کے ہیہات چند روز
کیا کیجیے تلافی مافات چند روز

ہوتے وہی ہیں شمع شب افروز بزم دہر
گھلتے ہیں محنتوں سے جو دن رات چند روز

خائن کو مرتشی کو نہیں عیش دائمی
کھاتے ہیں مال مفت یہ ہیہات چند روز

آخر کبھی تو آوے گا روز وصال بھی
جھیلیں گے اور ہجر کے آفات چند روز

دایم نہ خرمی سے ہے نہ باران چشم تر
گرمی کی فصل ہے کبھی برسات چند روز

محفوظ انقلاب سے ہے کونسا مکان
بستی ہے چند روز خرابات چند روز

دو دل جو ایک جا ہوں غنیمت سمجھ اسے
ہوتی ہے دوستوں کی ملاقات چند روز

قاصد کو بھیجدیتے ہیں اور پوچھتے بھی ہیں
یہ بھی ہیں ہم پہ ان کی عنایات چند روز

برسوں کے اکتساب میں آتا ہے کوئی علم
کرتے ہیں کیوں خراب یہ اوقات چند روز

گھبرا محب نہ عشق کے صدموں سے تا بمرگ

دایم سرور اس بزم ہے آتی مئے چند روز

ہزار زہد میں لکھا ہے ہیں پیچ و تاب ہنوز
بغیر عشق نہ دل سے اٹھے حجاب ہنوز

کمال عشق ادہر ہے ادہر وہی نفرت
وہ سامنے ہیں مگر رخ پہ ہے نقاب ہنوز

کبھی ازل میں مے عشق پی تھی یاد نہیں
مرے دماغ میں ہے نشۂ شراب ہنوز

چھٹینگے عشق سے پیری میں کیا جوانوں کے
کہ زلف کا باقی ہے پیچ و تاب ہنوز

سوال وصل پہ اتنے خفا ہوئے مجھ سے
کہ جوڑتے ہاتھ بہت پھر بھی ہے عتاب ہنوز

کمال عشق میں دیکھیں گے کون سر بر ہو
کہ عاشقوں کا وہ کرتے ہیں انتخاب ہنوز

خیال یار میں دنیا و دین کی فکر نہیں
بلند مہر ہے سر پر مگر ہے خواب ہنوز

گیا نہ خاک میں ملنے سے بھی تصور یار
وہی ہے سوزش دل اور اضطراب ہنوز

تمام عمر مجھے انتظار میں رکھا
دیا نہ صاف کوئی یار نے جواب ہنوز

کسی کتاب کو بھی غور و فکر سے نہ پڑھا
سمجھ میں آئی نہ اپنے کوئی کتاب ہنوز

فراق یار میں رویا ہوں اسقدر میں محب
کہ سیل اشک سے ہے لاش زیر آب ہنوز

باب السین

ہے شمع سوز عشق سے ہر انجمن کے پاس
پروانے جان دیکے ہیں پاتے لگن کی پاس

ابرو نہیں ہیں تیغ ہے شمشیر زن کے پاس
مژگاں نہیں ہیں تیر ہیں ناوک فگن کے پاس

غربت میں غیر سے تو عنایت کی ہے امید
کچھ اور جز حسد نہیں اہل وطن کے پاس

قربان ان گلوں پہ کیا وقت جان و زر
بلبل کی قبر چاہیے صحن چمن کے پاس

جب بیٹھتی ہے صبر سے گوشے میں عنکبوت
آتا ہے رزق آپ خود اڑ کر دہن کی پاس

ہے طبع کان اور ہے الماس یہ سخن
گوہر کی کچھ کمی نہیں اہل سخن کے پاس

ہوش و حواس و عقل و خرد روح و قلب و نفس   سب کچھ ہے بعد مرگ نہین کچھ بدن کے پاس

خوش خلق خوش مزاج خوش آواز خوش خرام   ایسا بھی کوئی لعل ہے ملک یمن کے پاس

کیونکر ہمین سکون جہان مین نصیب ہو   جز انقلاب کچھ نہین چرخ کہن کے پاس

ہے اتحاد روح طبیعت سے دوستی   کیا لطف عندلیب کو زاغ و زغن کے پاس

صیاد فصل گل ہے تڑپتی ہین بلبلین   رکھدے قفس ہی اُن کا اُٹھا کر چمن کے پاس

پردے نے کر دیا ہے یگانون کو بھی جدا   خلوت مین بیٹھتا نہین بھائی بہن کے پاس

اللہ رے شرم چھپکے بزرگون سے رات کو   چورون کی طرح جاتا ہے دولھا دلہن کے پاس

آئینگے غیر مرد نکیرین قبر مین   پردہ بھی ایک چاہیے رکھنا کفن کے پاس

یاقوت لب ہین یون درِ دندان کے متصل   گویا یمن کا ملک ہے بحر عدن کے پاس

ہین میرے آفتاب کے چہرے پہ دو ہلال   تیغ ہلال ایک ہے چرخ کہن کے پاس

وہ کیا جدا ہوئے کہ ہوئی جان ہی جدا   اب کیا رہا ہے دل ہی نہین جب بدن کے پاس

خدمت کے بعد کچھ تو وظیفہ ملا صحب
اتنا تھا اور رزق ہمارا دکن کے پاس

ہے آرزو کہ دفن ہون تیرے چمن کے پاس   مرکر بھی عندلیب رہے گلبدن کے پاس

فصل بہار مین بھی ہر اک گل ہے سینہ چاک   تازہ ہر آن ظلم ہے چرخ کہن کے پاس

قدمون کے چومنے ہی کی حسرت مین مر گیا   رکھدے قدم کی خاک اُٹھا کر کفن کے پاس

پھولون ہی مین بسا ہوا اب تک دماغ ہے   بیٹھا ہون چند روز جو گل پیرہن کے پاس

نزدیک گل ہو نالۂ بلبل تو خوب ہے   وحشت کا بھی سما نظر آئے چمن کے پاس

بے ذکر یار بات نہ نکلے زبان سے   ہے کان اُس سمیع کا تیرے دہن کے پاس

غیبت کسی کی منہ سے نہ زنہار کیجیے   غائب کا کان بھی تو چھپا ہے دہن کے پاس

تن پروری کا دیکھ یہ انجام بعد مرگ   سرمایہ بوسے کا فقط ہے بدن کے پاس

غربت وہی وطن ہے جہاں ہو کوئی محب
الفت نہیں تو کچھ نہیں اہل وطن کے پاس

باب الشین

پر کاٹ کے چھوڑا ستم ایجاد کو شاباش
پھر شوق قفس اس دل ناشاد کو شاباش

مر کر بھی تو ہم دام محبت سے نہ چھوٹے
تربت پہ قفس رکھ دیا صیاد کو شاباش

سر تا بہ قدم ہی تھا شیریں کی محبت کا یہ سودا
سر پھوڑ لیا سنگ سے فرہاد کو شاباش

تھا سیل یہ موسیٰ کا مرے گریہ سے لیکن
ویران نہ ہوا بلدۂ آباد کو شاباش

صد شکر کہ خشکا ملا اور دال کا پانی
طوفان زدہ اشخاص کی امداد کو شاباش

تو دل میں تھا کس طرح سے سیلاب ڈبوتا
طوفان سے بچا خانہ آباد کو شاباش

حیران ہوں کہ کیونکر تری تصویر کو کھینچا
باہوش رہے مانی و بہزاد کو شاباش

ہنگامۂ محشر میں بھی ہر ایک سے پوچھا
مر کر بھی نہ بھولے تجھے اس یاد کو شاباش

ہر بند غلامی کو بڑے صبر سے توڑا
دنیا کے چھٹا رنج سے آزاد کو شاباش

مایوسی و حرمان کا تو ہر سمت سماں ہے
اس پر بھی امیدیں دل ناشاد کو شاباش

سنتا ہی نہیں یار کئے جاتے ہیں نالے
اس جان بہ لب ہجر کی فریاد کو شاباش

اغماض محب سے ہے تو غیروں سے محبت
اس لطف کو اس ناز کو بیداد کو شاباش

باب الصاد

جلوہ گر ہر رنگ میں ہے آج کل تدبیر حرص
سر سے پا تک یہ نئی تہذیب ہے تصویر حرص

تھے غلام خلق جب تک حرص دامنگیر تھی
ہو گئے آزاد ہم تو توڑ کر زنجیر حرص

کشمکش مین حرص کی پڑتے نہین عاقل کبھی — کاٹتی ہے گردن آرام دل شمشیر حرص

منفی حرص و توکل سن بتا دون تجھکو مین — ترک خواہش ہو توکل جستجو تدبیر حرص

ہے قناعت ہی غنا و راحت و آرام قلب — مبتلاے غم رہے دل ہو یہی تاثیر حرص

عہد پیری مین بچون کیونکر مین حرص وکل سے — در الفت کی پستان سے پیا ہے شیر حرص

طالب دنیا بہت ہین طالب مولیٰ ہین کم — دیکھئے جسکو وہ ہے در پردہ دامنگیر حرص

اس ضعیفی مین بھی حسن و عشق کا ہون مین حریص — دیکھلے مجھکو نہ دیکھا ہو کسی نے پیر حرص

دل کو اک دم بھی خیال یار سے خالی نہ رکھ — اس نشانہ پر برستے ہین ہزارون تیر حرص

مال و دولت کو سمجھتے ہین مآل زندگی — قبر تک رہتی ہے مضبوطی سے دامنگیر حرص

آرزوے وصل جانان دل سے جاتی ہی نہین
عشق ہو جب تک محب باقی ہو یہ زنجیر حرص

باب الضاد

اب تو غرض ہی دوست ہو اور آشنا غرض — مذہب غرض ہو دین غرض اور خدا غرض

کرتے ہو تم جو سوچ کے حکم قدر سے وہ — جاری ہر ایک شے مین ہو حکم قضا غرض

مرتے ہین جان و مال بھی کرتے ہین ہم فدا — رکھتے نہین کسی سے بھی اہل وفا غرض

کیا دوستی ہو اہل غرض کا ہے اعتبار — ان کا ہر ایک پیار غرض ہے ادا غرض

چنگیز سے بھی بڑھ کے ستمگر ہین یہ حسین — اٹکے نہ ان بتون سے کسیکی خدا غرض

عادت سے فعل بد مین بھی آتا ہے ایک لطف — کرتے ہین ظلم اور فقط ہے جفا غرض

بیماری غرض بھی عجب لا علاج ہے — پائی نہ ہم نے ایک بھی اسکی دوا غرض

اعجاز عیسوی دم رفتار کیون نہو — رکھتی نہین کسی سے بھی باد صبا غرض

جب تو ملا تو ساری خدائی ہمین ملی — اب عز و جاہ دولت و ثروت سے کیا غرض

قابلیت جو طلب کرتی ہے ملتا ہے وہی
خود خداوند تعالے ہے دعا کے تابع

بے ارادے کے نہین کوئی ہماری حرکت
دل ہمارا ہے مگر حکم خدا کے تابع

چین سے انکی گزرتی ہے محب دنیا مین
جو ہین ہر بات مین تسلیم و رضا کے تابع

باب الغین

الفت ہے دل مین اور زبان پر صنم دروغ
کہتے ہین دوستون سے منافق بھی کم دروغ

ہر شان اور رسم سے ظاہر رہی ہے ذات
بتخانہ جھوٹ کعبہ غلط اور صنم دروغ

کچھ جھوٹ بولنے ہی مین آتا ہے انکو لطف
کہتے ہر ایک بات ہین وہ دم بدم دروغ

جز سرع ۔ دم ۔ عدم کا نہین وجود
موجود جب خدا ہے خدا کا عدم دروغ

نقصان جھوٹ مین ہے تو سچ مین ہے منفعت
رحمت خدا کی صدق ہے ظلم و ستم دروغ

خاموش ہو رہین گے کہ نکلے نہ منہ سے جھوٹ
گر جان جائے بھی تو کہین گے نہ ہم دروغ

کہتے ہین آپ چاہتے ہین تجھ کو دل سے ہم
اتنا بہت ہے کیجئے کچھ بھی تو کم دروغ

باتین ہی کچھ دروغ نہین جس کا ہو گلا
تحریر بھی تو آپکی ہے یک قلم دروغ

جو عرش پر ہے فرش زمین پر بھی ہے وہی
اسکے خلاف کہتے ہین اہل حرم دروغ

کہتے ہی سچ نہین کہ جو دل کو قرار ہو
وعدے دروغ اور تمہاری قسم دروغ

بڑھ کر درخت بیج سے ہوتا ہے بیج پھر
آواگون غلط نہ تناسخ جنم دروغ

سب جھوٹ تھا جو تم نے محب سے کیا بیان
چاہت غلط ہے اور جدائی کا غم دروغ

باب الفاے

ڈھونڈتے پھرتے ہیں تجھ کو دربدر چار و نظرف　　دل میں تو ہے اور کرتے ہیں سفر چار و نظرف

حب جاہ و مال سے ہیں سب جہان کی کلفتین　　ہے سپید و سرخ زر نار سقر چار و نظرف

صبر پر عاشق ظفر ہے صبر کر ہر رنج میں تنہا　　تجھ کو آئے گی نظر فتح و ظفر چار و نظرف

ہے شب دیجور ان بھی کو راطن کیلئے　　شام بھی روشن دلون کو ہے سحر چار و نظرف

اہل باطن ظلمت دنیا میں ہیں مہر سپہر　　پڑ رہا ہے پر تو دل کا اثر چار و نظرف

عالم جبروت و برزخ میں لگا رکھے ہیں تار　　بھیجتے ہیں اہل باطن بھی خبر چار و نظرف

اہل وحدت کو نہیں دنیا میں کچھ بھی حرکت نجو　　اہل کثرت پر مسلط ہیں خطر چار و نظرف

بندشوں سے حس ظاہر کی جو چھٹ جاتا ہے دل　　بیٹھکر گھر ہی میں کرتے ہیں سفر چار و نظرف

کثرت عالم نے دہوکے میں بٹھا رکھا ہمین　　ایک ہی آتا ہے ہمکو تو نظر چار و نظرف

تو ہوا سے بھی زیادہ اصل میں سیال ہے　　چھوڑ ثقل جسم ہر شے میں گذر چار و نظرف

کفش برداری ہی کی خدمت مجھے دیدیں محب
وہ اگر کرتے ہیں دنیا کا سفر چار و نظرف

باب القاف

مجھ سے جلوت میں ملیں تو آئیگا عفت میں فرق　　غیر کی خلوت سے بھی ان کی نہیں شہرت میں فرق

خالق و مخلوق دونوں ایک ہیں یا دو الگ　　ہو یہی بس ایک تنہا وحدت و کثرت میں فرق

ایک ہی سمجھیں ہیں اسکو مومن و مشرک مگر　　بال سے تلوار کی باریک ہے وحدت میں فرق

سرو و طوبیٰ میں کہاں وہ راستی جو تجھ میں ہے　　دونوں خوش قامت ہیں لیکن پھر بھی ہے قامت میں فرق

غفلت و دنیا سے اٹھ جاتے ہیں دل کے سب حجاب　　ہے بہت بیداری دنیا سے اس غفلت میں فرق

بات کم کرتا تو تھا تحریر بھی کردی ہے کم　　آ گیا ہے یار کی اب تو ہر اک عادت میں فرق

ظاہر و باطن بدل دیتا ہے دم میں عشق یار　　عاشق صادق کی آجاتا ہی ہر حالت میں فرق

جملہ موجودات عالم اصل میں ہیں ایک ذات　　اور پھر دیکھو تو ہر رنگت میں ہر حالت میں فرق

عشق میں مشکل تھا ضبط دل جو ہم سے ہو گیا　　یار پہلو میں رہا آیا نہ کچھ عفت میں فرق

مال فانی دم بدم اور علم باقی تا ابد　　ہے یہی تو گنج قارون علم کی دولت میں فرق

اسکی صورت بھی نہ دیکھی جس پہ مرتے ہیں محب
کیا ہمیں معلوم ہوگا وصل میں فرقت میں فرق

باب الکاف

رخ جانان کو دل میں اسقدر تک　　نہ ہو شور قیامت کی خبر تک

رقیبوں پر مجھے سبقت ہو کیونکر　　نہیں آتا خوشامد کا ہنر تک

مری محرومی قسمت تو دیکھو　　نہ آیا نخل الفت میں ثمر تک

کہاں وہ جذب دل جو کھینچ لاتا　　ہوا اُس پر نہ آہوں کا اثر تک

رہ الفت میں ہم ثابت قدم ہیں　　جو کام آئے تو حاضر ہے یہ سر تک

ہوئی ہے تیرے کوچہ میں رسائی　　کبھی تو پہنچ ہی جائیں گے در تک

سوال وصل پر تھی یہ ندامت　　کہ آب شرم میں ڈوبا کمر تک

دلاتے ہو امید وصل کس کو　　ہوا ہے خاک جل کر دل جگر تک

ہوئی ہیں بندشیں ایسی کہ ہمراز　　نہیں دیتا مجھے تیری خبر تک

ہوئی ہے عشق ہی سے دور غفلت　　خیال یار میں جاگے سحر تک

محب اس سے خیال خام ہے عشق
نہ آئے خواب میں جو بت نظر تک

باب الگاف

مجھ سے رہے وہ اسقدر پردہ نشین الگ تھلگ
جا کے ملے رقیب سے خود وہ حسین الگ تھلگ

امن کی جا صدف مین ہے دُرِ ثمین سے پوچھ لو
بیٹھ رہے عوام سے گوشہ نشین الگ تھلگ

ایک ہی جسم کا مناسبت فصل کہین نہین مگر
حس نظر غلط ہے یہ کب ہے زمین الگ تھلگ

میل ملاپ سب سے ہے کام کسی سے کچھ نہین
رہتے ہین گھر مین خلق مین سب سے ہین الگ تھلگ

عرش سے لیکے فرش تک سب مین ہے وصل دائمی
کرہ ارض سے ہے کب چرخ برین الگ تھلگ

پرتو ماہ دیکھئے خاک پہ پڑ رہا ہے کیا
مجھ پہ یہ مہربانیان ماہ جبین الگ تھلگ

حسن کا زور دیکھئے آ ہی گیا ظہور مین
رہتی ہین کیا حجاب مین سب سے حسین الگ تھلگ

کعبہ و دیر ہے وہی خالق و خلق ہے وہی
بت ہے وہی خدا وہی وہ تو نہین الگ تھلگ

باطن خلق ہے وہی ظاہر خلق ہے وہی
خانہ دل مین ہے مکان پھر بھی مکین الگ تھلگ

اپنی غرض کی آشنا اہل جہان ہین بے وفا
اب تو رہین گے سب سے ہم جا کے کہین الگ تھلگ

دل کو لگائین کیا محب دیکھ چکے زمانہ کو
بیٹھ رہین گے جا کے ہم زیر زمین الگ تھلگ

باب اللام

بہار عمر ہے سیر کتاب کے قابل
خزان ہے مستی و شغل شراب کے قابل

حساب پر ہے تجارت مین منفعت کا مدار
عمل ہین روز ہمارے حساب کے قابل

متاع ہر دو جہان پیش کش کرین بھی تو کیا
دل شکستہ ہے لیکن جناب کے قابل

بُرا کہا جو کسی نے تجھے تو خود کو کہا
یہ کوئی بات بھی ہے پیچ و تاب کے قابل

شراب و صحبت رندان و خدمت ساقی
یہی تو شغل ہین عہد شباب کے قابل

تری جفا کو بھی سمجھے ہین مہر اہل وفا
نہین ہے ہر کس و ناکس عتاب کے قابل

سنین کلام بھی موسیٰ کی طرح گھر بیٹھے
بنائین آپکو پہلے خطاب کے قابل

جہان کی ہستی موہوم تو ہے موج فنا — یہ سیر خواب ہے چشم حباب کے قابل
ترا قدم ہے سر عرش عالم بالا — یہ گیا ہلال فلک ہر رکاب کے قابل
جہان بھر مین جو دیکھو تو قابلیت ملین — بڑھے ہوئے ہین میان دو آب کے قابل
جہان مین کس کی ہے توحید اکمل واعلےٰ — یہی ہے مسئلہ اہل کتاب کے قابل
یہ رسم پردہ تھی عہد رسول مین کہ نہین — یہی سوال ہے میرا جواب کے قابل
نہین ہے قابل ہشیار یہ جہان خراب — مگر ہے مستیٔ رند خراب کے قابل

جو دیکھنا ہے محب دل مین دیکھ صورت یار
یہ آئینہ ہے رخ آفتاب کے قابل

بڑا ہا ہجر مین اضطراب اول اول — بہے ہے چشم سے سیل آب اول اول
ہوے غش ترا مصحف رخ جو دیکھا — پڑھی عشق کی یہ کتاب اول اول
انا الحق نہ کہہ جام وحدت کو پی کر — کہ کرتی ہے تیزی شراب اول اول
مری خواہش وصل پر مسکرا کر — دیا صاف اس نے جواب اول اول
یہ خامی ہے سوز تپ غم سے رونا — بہاتا ہے آنسو کباب اول اول
سنبھل کر قدم رکھ کہ لغزش ہے پا مین — ہے آتشین ہر شباب اول اول
ثبات قدم ہے تو چل راہ الفت — کہ آتا ہے قہر و عتاب اول اول
نظر کو جما ے رہو رخ پہ ہر دم — اُلٹتے نہین وہ نقاب اول اول
مصیبت کے دن بھی گزر جائین گے یہ — کہ آتا ہے گھر کر سحاب اول اول
سپئے جا پیا پے مئے عشق وحدت — کہ ہوتی ہے کڑوی شراب اول اول

کہان وہ محب ان کی الفت کی باتین
مزا دے گیا کچھ یہ خواب اول اول

حسین کا عشق ہے دل کو کہ جیسے باغ کو گل — ہزار صبر سے کیجے ہر ایک داغ کو گل

تمیز ہی نہین جسکو وہ قدر کیا جانے — کہ خار و خس سے زیادہ نہین ہے زاغ کو گل
جنون عشق مین جسکو کمال حاصل ہے — وہ جانتے ہین جگر کو ہر ایک داغ کو گل
بڑہا ہر ایک سے الفت دل مین بعض کو رکھ — کہ خار و شت کو زیبا ہین اور باغ کو گل
جو قابلیت طالب تھی وہ دیا حق نے — حسین عاشق شیدا کو اور باغ کو گل
ہمارے عشق کو وہ اسطرح چھپاتا ہے — کہ جیسے عیب سمجھکر چھپائے داغ کو گل
ہنوگا بلبل شیدا کی طرح عاشق زار — دکھائے جلوہ ہزار اپنا گرچہ زاغ کو گل
ہزار بار فنا ہو کے پھر بھی آتا ہے — کہ پائے اپنی حقیقت کے کچھ سراغ کو گل
جو کچھ ہو معرفت حق تو عقل ہو روشن — ہوا و حرص جہان نے کیا چراغ کو گل
جو چاہتے ہین سخن مین مہک ہو پھولونکی — بنائین فکر سے پہلے دل و دماغ کو گل

یہان ہے فصل خزان اور وہان بہار محب
کرے نہ صبح کے بجھتے ہوئے چراغ کو گل

کوچے مین دیکھ بھال کے اہل دغل کے چل — ہر گام دام مکر و دغا ہے سنبھل کے چل
کر اختیار مرگ ارادی بصد تعب — خوش ہو کے آپ دو قدم آگے اجل کے چل
پستی ہی ہر غرور و تکبر کا ہے مآل — فوارہ کی طرح نہ زمین سے ابل کے چل
پروانہ وار شمع مین گر کر جلا تو کیا — ثاقب کی طرح راہ محبت مین جل کے چل
آیا جہان سے ہے وہین جانا بھی ہے ضرور — اب اختیار شوق سے چل یا مچل کے چل
یہ لذتین بدن کی ہین دام ہلاک روح — ہر ہر قدم پہ غار فنا ہے سنبھل کے چل
دنیا ہی وصل یار کا اسفلے مقام ہے — بھر چوکڑی ہرن کی یہان اور اچھل کے چل
ناسوت سے گزر کہ کھلین آسمان کو در — پستی مین کیون کھڑا ہے یہان سے بھی ٹل کے چل
دنیا کی خواہشون ہی سے چھٹنا نجات ہے — کب تک رہیگا بند مکان مین نکل کے چل
جسم کثیف و ریاضت سے کر لطیف — پیش حضور یار تو کپڑے بدل کے چل

خود آج وہ بلاتا ہے مجاز سے نصیب
آنکھوں سے اور سر سے محب پا اچھلکے چلا

بتوں کے عشق میں مرنے سے کیا ہوا حاصل
خدا کی زیست میں کر بندۂ خدا حاصل

ترا ہے فرض ہدایت نہ چھوڑ کام اپنا
کہ ہو ہی جائے گا کچھ اس سے رہنما حاصل

اس ایک دل ہی میں دونوں جہان کا عکس آئے
جو آئینہ کو ریاضت سے ہو صفا حاصل

ہے اصل مہر ہمارے دل حزین میں چھپا
ہم اپنے آپ سے کرتے ہیں یہ ضیا حاصل

یہ خواہشوں کے بر آنے کو جانتے ہیں نجات
کریں جو ترک تو ہو جائے مدعا حاصل

خودی کو چھوڑ کہ پردہ یہی تو حائل ہے
خودی اٹھی کہ ہوا خود بخود خدا حاصل

جما ہے وہم کہ غیر خدا بھی ہے موجود
جو یہ خیال فنا ہو تو ہو بقا حاصل

غرضکو چھوڑ کہ دنیا غرض کو کہتے ہیں
چھٹا جو عالم فانی تو ہے بقا حاصل

خدا ہی جان ہے ہر شے کی اور اصل وجود
سمجھ کا پھیر ہے ورنہ ہے خود خدا حاصل

تم اس پہ مرتے ہو وہ غیر پہ فدا ہی محب
یہ جوش گریہ یہ آہ و فغان ہے لاحاصل

باب المیم

اس بت مغرور سے اب ربط کم کرتے ہیں ہم
ضبط دل پر صدمۂ کوہ الم کرتے ہیں ہم

حج اکبر سے زیادہ ہمکو ملتا ہے ثواب
جب طواف اکبار بھی گرد صنم کرتے ہیں ہم

بادشاہوں کو بھی ہم کرتے نہیں جھک کر سلام
کوچۂ دلدار میں سر کو قدم کرتے ہیں ہم

کیا درخت عقل میں کثرت سے آتے ہیں ثمر
شاخ حرص و آرزو کو جب قلم کرتے ہیں ہم

مختلف شانیں ہماری ہیں یہ سب موت و حیات
پردۂ حادث سے پوشیدہ قدم کرتے ہیں ہم

جانشین حق ہمیں ہیں حق کی ہم میں ہیں صفات
عالم دنیا کو پیدا اور عدم کرتے ہیں ہم

مظہر حق ہین ہماری خاکساری پر نہ جا قوت بازوے حیدر و جم رکھتے ہین ہم

دل دکھاتے ہین وہ کڑھ مین رنج بھی ہے ہمیں آپ ہی پر جو یہ جور و ظلم و ستم کرتے ہین ہم

بھول جاتا ہے قفس مین چھوڑ کر وہ سنگدل یاد اسکو دل ہی دل مین ہم دمبدم کرتے ہین ہم

ذات حق موجود ہے اور خلق ہو وہم و خیال صورت وہمی کو رستہ جو ذکا خطر کرتے ہین ہم

اس سے ملکر دور کر لیتے ہین سوز عشق تیر

جان پر اپنے محب خود یہ ستم کرتے ہین ہم

آئینہ مین عکس ہین تم تو پر ہم ہین اسی کی سر سے با تصویر ہم

تاڑ لیتی ہین نگاہین خود بخود عشق کو کرتے نہین تشہیر ہم

کیا خرابے مین بنائین ہم مکان کر رہے ہین عرش پر تعمیر ہم

خود بخود کھنچتا ہے دل اسکی طرف دیکھتے ہین جذب کی تاثیر ہم

وقت جا کر ہاتھ پھر آتا نہین خیر مین کرتے ہین کیون تاخیر ہم

غیر کو بوسے ہمین کو گالیان پا رہے ہین عشق کی تعزیر ہم

ہے یہ تقدیر الہی کا یقین چھوڑ بیٹھے یکقلم تدبیر ہم

کیون نہ دنیا کی نظر مین ہون ذلیل چاہتے ہین خلق سے توقیر ہم

کرکے اظہار تمنائے دلی آزماتے ہین کبھی تقدیر ہم

بیقراری ہجر مین بڑھتی ہے جب دیکھتے ہین دمبدم تصویر ہم

جب بغیر سعی بر آئے مراد کیون نہ ہون پھر قائل تقدیر ہم

آرزوے دل کسی عنوان سے کر ہی دیتے ہین انہین تحریر ہم

جذب الفت کو بڑھاتے ہین محب

وصل کی کرتے نہین تدبیر ہم

بڑھتی ہے علم و فن سے تمدن سے شان قوم گھٹتا ہے کاہلی و جہالت سے جاہ قوم

آئینہ جن کے انکو دکھاتے ہین انکے داغ
لیتے ہین آج عقل ہین ہم امتحان قوم

ناقدردانیون کی زمانہ کی کیا گلا
جوہر شناس ہی نہین ناقدردان قوم

برعکس نفس وروح کی ہین سب ترقیان
وہ ہے زمین قوم تو یہ آسمان قوم

ہوتے ہین خارزار بتدریج گلستان
کانٹون کو کاٹتا نہین جب باغبان قوم

کیونکر پڑھین نہ غور سے یورپ مین راذن
اخبار کو سمجھتے ہین عاقل زبان قوم

اصلاح کی غرض سے دکھاتی ہین عیب خلق
ہین جان نثار دوست یہی مصلحان قوم

پژمردہ ہو دبادِ مخالف زمین خشک
شاداب کسطرح سے ہو پھر گلستان قوم

قایم ہون مدرسے کہین دارالشفا کہین
بڑھتی ہے فیض عام کے کامونسی شان قوم

کہنے دو بات منہ سے کہ کھلجائے دل کا حال
کسنے کیا ہے بند جہان ہین دہان قوم

کیون خادمانِ قوم کے رتبے نہ ہون بلند
بالا ہے آسمان سے بھی آستان قوم

اہل دکن کے خلق و تواضع کی ہین نثار
جاتا ہی پھر یہان سے نہین میہمان قوم

دایم رہے حفاظت اخلاف کا خیال
مٹتا ہے مثل نقش جہان سے نشان قوم

یہ خدمت وطن ہی خدائی کی شان ہے
ہین افتخار قوم یہی خادمان قوم

کیا ہو زبان غیر سے حاصل کمال علم
تعلیم کا ذریعہ ہے اعلےٰ زبان قوم

ہین مصلحان قوم کی دلپر حکومتین
ہے بادشاہ حاکم تن پاسبان قوم

باب النون

فراق یار مین کب دل کو اضطراب نہین
قرار دن کو نہین اور شب کو خواب نہین

ہمین سے پردہ ہے غیرون سے کچھ حجاب نہین
رخ قمر پہ ادھر ہے ادھر سحاب نہین

یقین ہے شکل پرستون کی سب لے ثباتی کا
مگر محبت ذاتی کو انقلاب نہین

گلا نہین ہے رقیبون کی کامیابی کا　　یہ اپنی خوبی قسمت کہ باریاب نہین

وصال عشق کو لازم ہے دیر ہو کہ سویر　　اسی اُمید سے اب دل کو اضطراب نہین

لگاوٹین ہین غضب کی بگاڑ ہین اُنکے　　کرم ہے مہر ہے در پردہ یہ عتاب نہین

وہ خیر شر ہے جو ہے خلق کو دکھانے کو　　کہ شر نفس وجاہت مین ہے ثواب نہین

ذرا تو خواب کی حالت پہ غور کر غافل　　یہ بعد موت کے پھر زندگی ہی خواب نہین

جو سوز ہجر سے جلتا ہے دل تو جلنے دو　　ہنوز جو آگ کے ہمرنگ وہ کباب نہین

تمہارے ہجر مین مر مر کے کچھ جیے ابتک　　زیادہ صبر و تحمل کی دل کو تاب نہین

محب کتاب محبت ہے انتخاب کتب

جو اس کا درس نہ لے قابل خطاب نہین

وہ شوخ پردہ نشین گرچہ بے حجاب نہین　　جواب عکس جبین لیکن آفتاب نہین

وہی ہے ہستی مطلق جو ظاہر و باطن　　تو ہے یہ عالم حق عالم سراب نہین

خودی مٹا کے خدا کو اگر کرین ثابت　　تو اہل نفس سے بھی پرسش حساب نہین

حرم کو دیر پہ کس بات مین فضیلت ہے؟　　مرے سوال کا ای شیخ کچھ جواب نہین

بنایا پیر کو اُس نوجوان کے عشق نے شاب　　شباب روح ہے گر جسم کا شباب نہین

ہر اک حسین مین ہے اظہار حسن کی خواہش　　رخ قمر پہ رخ شمس پر نقاب نہین

خفاے یار کا ہے کثرت ظہور سبب　　وہ بے حجاب ہے اسکو کوئی حجاب نہین

کتاب دل کو پڑھ اُستاد عشق سے جاکر　　جہان مین مستند ایسی کوئی کتاب نہین

فراق یار مین ہین اشک دود آہ کے ساتھ　　غلط ہے یہ کہ بہم آتش اور آب نہین

وہ کیا نشہ ہے جو چڑھ کر کبھی اُتر جاے　　شراب عشق سے بڑھ کر کوئی شراب نہین

یہ حال و قال یہ رنگین لباس سب ہی ریا　　جو فقر و علم نہین زہد و اکتساب نہین

گھٹا بدن تو بڑھی دل کی عشق سے قوت　　یہ کون کہتا ہے پیر ہو [illegible] پھر شباب نہین

تیرے محب کو ملی تیرے عشق سے راحت
ہزار ایسے غم زمانے کا پیچ و تاب نہیں

قوم جب اچھی غذا پاتی نہیں
محنتوں میں زور دکھلاتی نہیں

بڑھ گئے محنت سے سب لیکن یہ قوم
کاہلی سے اپنی شرماتی نہیں

وعدہ کرکے کیجئے کچھ تو وفا
آبرو کیا جھوٹ سے جاتی نہیں

اپنے وعدے کی تمہیں کچھ یاد ہے
یا کبھی بھولے سے بھی آتی نہیں

آپ ملنے آنے کا ہے کس کو یقین
موت بھی تو ہجر میں آتی نہیں

تیرے آنے سے صبا کیا فائدہ
بوئے زلف یار بھی لاتی نہیں

غیر سے الفت ہے اپنوں سے بگاڑ
ہمکو تیری یہ ادا بھاتی نہیں

اس قدر یہ قوم ہے کیوں ناتوان
سیر ہوکر کیا غذا کھاتی نہیں

ہے محب تصویر جانان غمگسار
وہ بھی جب چپ ہے دلکو سمجھاتی نہیں

قوم سے غفلت کی خو جاتی نہیں
شرم اپنے حال پر آتی نہیں

اسکے کوچے سے جو آتی ہو صبا
بوئے پیراہن مگر لاتی نہیں

نامہ و پیغام بھی ہوجائے بند
تار دل سے کیا خبر آتی نہیں

مفلسی کے رنج جو سہتی ہے قوم
مدرسے صنعت کی بنواتی نہیں

رہ گئی غیروں سے پیچھے علم میں
قوم اس غفلت پہ پچھتاتی نہیں

پستی و نکبت کی عادت پڑ گئی
اب طبیعت بھی تو گھبراتی نہیں

کیا بڑھیں ہر فن میں یورپ کی طرح
وہ کلیجا ان میں وہ چھاتی نہیں

دل لگی ہو غیر سے کیونکر محب
اس کی صورت جب نظر آتی نہیں

نہین جو یار تو دل بستگی چمن مین نہین — جو دوست پاس تو وحشت ہی کچھ بن مین نہین

ہمارے ملک مین زرخیزیان ہین کثرت سے — مگر محبت اہل وطن [illegible] مین نہین

الٹ پلٹ کے جو آتے ہین مبتذل مضمون — تو کوئی بات نہین تازگی سخن مین نہین

ہر ایک فن کی ترقی کو لازمی ہے مدد — مگر یہان تو محبت ہی اہل فن مین نہین

جو تیرے در کے گداؤن مین ہین کراماتین — حرم مین دیر مین وہ شیخ و برہمن مین نہین

بجز ریاض گل فکر صاحب تو چند — ہمیشہ فصل بہاری کسی چمن مین نہین

خیال یار ہے دل مین کلام یار ازبر — مری زبان ہی گویا مرے دہن مین نہین

خلیق عود ہمہ تن زندگی مین نافہ ہے — یہ بوے مشک کسی آہوے ختن مین نہین

بغیر صنعت و حرفت ہوئی یہ حالت ہند — کہ جان دل مین نہین اور لہو بدن مین نہین

خدا کو شرم سے کیا جا کے منہ دکھائین گو — ہمارے ملک کا کپڑا کوئی کفن مین نہین

علوم و خلق سے ہوتے ہین فتح ملک قلوب — بجز خرابی دنیا کچھ اور رن مین نہین

گھرون مین ملک مین ہر جا ہے اب تو تاریکی — کوئی چراغ ہدایت اس انجمن مین نہین

علوم و خلق و خیالات ہی مین قوت ہے — دلون کا زور بدن اور پیرہن مین نہین

خدا کے فضل سے آسودگی ہے علم و ہنر — یہ سب ہین جہل و تعصب مگر دکن مین نہین

وطن کی یاد اُسے غربت مین خاک آئے گی
کہ جسکا دوست محب ایک بھی وطن مین نہین

قناعت سے جہان کو لعل و گوہر مول لیتے ہین — ترے در کے گدا شاہون سے افسر مول لیتے ہین

تمہارے ذکر سے ہوتے ہین راتون کو جو دل روشن — فلک سا تو انھین سے ماہ و اختر مول لیتے ہین

سنا ہے فرق اتنا ہی اہل اللہ مین اور اہل دنیا مین — وہ لیتے ہین براق عرش یہ خر مول لیتے ہین

ترا کعبہ نظر مین اہل دل کے کیا جچے زاہد — وہ عالم جسکے کونے مین ہین وہ گھر مول لیتے ہین

جو قابو پا کے دشمن سے بھی کرتے ہین سلوک اچھا — بہت ارزان وہی قاتل سے خنجر مول لیتے ہین

شہنشاہوں کے سر بھی ٹھوکرین کھاتے ہیں دنیا میں
مگر ہر جا ترے عشاق کو سر مول لیتے ہین

رضائے حق سے بڑھ کر اور کیا ہے دار فانی میں
یہ وہ گوہر ہے جسکو جان دیکر مول لیتے ہین

حظوظ نفس کو جو چھوڑتے ہین روح کی خاطر
وہی تو کوڑیاں دیدیکے گوہر مول لیتے ہین

خوشی دنیا کی رکھتی ہے ہزارون رنج پنہانی
جہان کی آفتین ہم آپ اکثر مول لیتے ہین

نہین بے وجہ کوئی خدمت پیر مغان و واعظ
فلک پر اڑ کے جا نکلے لئے پر مول لیتے ہین

رفاہ خلق پر کرتے ہین جان و مال سب قربان
ہزارون ذلتین پیر و پیمبر مول لیتے ہین

ترقی ہند کی جب منحصر ہے علم و صنعت پر
تو کیون جنگ و جدل سے فتنہ و شر مول لیتے ہین

ہماری دولت و عزت انہین کا ہے شکار آخر
جو علم و عقل سے شہباز کو پر مول لیتے ہین

دلون سے زنگ عصیان گریہ و زاری سے مٹتا ہے
گہر دیکر کبھی ہم یہ دیدۂ تر مول لیتے ہین

وظیفہ بھی تو کم پاتے ہین اہل سیف خدمت کا
بہت ارزان ہمارے ملک مین سپر مول لیتے ہین

محب جذب محبت سے نہین بڑھ کر کوئی دولت
اگر بیچے کوئی ہم جان دیکر مول لیتے ہین

سودا ہے وطن نہین جو سر مین
کیا فرق ہے آدمی مین خر مین

بے علم و ہنر ہے قوم مردہ
دین آب تو پھل لگین شجر مین

تاریکی جہل جب ہو اندر
کیا لطف ملے کسیکو گھر مین

بے عیب خدا کی ایک ہے ذات
ہین داغ تو شمس مین بھی قمر مین

دونون ہین سفر حضر برابر
وسعت نہین کوئی جب نظر مین

ہے علم غذائے روح انسان
آتی ہے اسی سے جان سر مین

گر کام نہ آئے کچھ وطن کے
کیا فرق ہے سنگ اور زر مین

ہوتے ہین وہی جہان سے واقف
رہتے ہین جو سالہا سفر مین

اخبار پڑھین تو ہووے معلوم
کیا فرق ہے رای مین خبر مین

عاقل ہے تو کر نہ راز افشا
ہے تخم نہاں محب ثمر مین

آے وہ کبھی ہمارے گھر مین | ہو ایک خوشی تو عمر بھر مین
کیا پوچھتے ہو غم جدائی | سوزش ہے غضب دل و جگر مین
پھرتے ہین تری گلی مین دن رات | لگتا نہین جی ہمارا گھر مین
دروازے کو دیکھتے ہین پہرون | دیکھا تھا تجھے کبھی جو در مین
ہے حسن مین بڑھ کے ایک سے ایک | سب تجھسے ہین کم مری نظر مین
ہر جا ہے خیال صورت یار | دل تو ہے وطن مین تن سفر مین
در تک جو نہ ہو گی اب رسائی | بیٹھینگے ہم اُسکی رہ گزر مین
بہلاتے ہین دل کو ہجر مین ہم | لکھتے ہین غزل اکیلے گھر مین

اس پردہ نشین سے خواہش وصل
سودا ہے محب یہ تیرے سر مین

کہان وطن کی محبت ہے خود پسندون مین | ہے درد قوم کا اور اک درد مندون مین
گیا ہے سلسلۂ علم تا بہ عرش برین | ہے زور دست ید اقتدار کمندون مین
ہے علم و فضل پہ انسان کو فخر و ناز مگر | کہان وہ عفت و عصمت جو ہے پرندون مین
یہ منہ کہان ہے کہین ہم بھی تیرے عاشق ہین | یہ ناز ہے کہ ہین تیرے نیاز مندون مین
ہے قوم و ملک کی حالت کا بھی کسیکو خیال | پڑے ہوے ہین جو ہم سب گھر کے دھندون مین
خداوند کو جو سمجھے ہین غیر مشرک ہین | ملین گے عارف کامل صنم پرستون مین
رواج و رسم سے چھوٹین تو کچھ ترقی ہو | پھنسے ہوئے ہین یہ دام بلا کی پھندون مین
خدا کے دل مین تھی پہلے ہمارے بت کی شبیہ | تو کیون شریک نہ ہون ہم تو انکے بندون مین

محب یہ عاشق و معشوق اعتباری ہین

پھنستے ہین خود وہ دام الفت کے آپ پھندون مین

رات دن تیرے شکوے ہین بسر کرتے ہین — دل سے ہم ذکر ترا آٹھ پہر کرتے ہین

دخل انجم کو ہے کیا طرفہ تر اشیا مین — کہ جو ہم کرتے ہین کیا شمس و قمر کرتے ہین

یار جب پاس نہو خاک ہے جینے کا مزا — زندہ در گور ہین ہم خاک بسر کرتے ہین

ٹھوکرین کھاتے ہین گو راہ عقیدت مین مگر — عقل کی سمت نہین مڑ کے نظر کرتے ہین

عشق مین نامہ و پیغام کی حاجت ہی نہین — ایک دو دل ہون بہم دونون خبر کرتے ہین

کاذب محض نجومی ہین غلط علم نجوم — شمس کرتے ہین نہ کچھ اور نہ قمر کرتے ہین

کوئی چلتی نہین تدبیر تو ہو کر مجبور — تیرے ملنے کی دعا شام و سحر کرتے ہین

مہ و خورشید سے تنویر مین بڑھ کر ہین علوم — سنگ ریزون کو بھی یہ لعل و گہر کرتے ہین

کیا کہین تم سے محب عشق مین کیا کیا گزرا

ابتو صحبت سے حسینون کی حذر کرتے ہین

برا جہان مین اگر ہم کہین تو کسکو کہین — نظر کو اپنی نہ ہم کم کہین تو کسکو کہین

تمہارے پاس ہے وہ دل بھی تھا جو پہلو مین — ہم اپنا مونس و ہمدم کہین تو کسکو کہین

بشکل آدم و حوا تو جانور ہین بہت — تمیز و عقل مین آدم کہین تو کسکو کہین

نہ مانا عشق سے دل کو ہزار سمجھایا — برا بھلا نہ اسے ہم کہین تو کسکو کہین

اثر ہے کذب و خوشامد مین زہر سے بڑھکر — پھر اس پہ بھی انہین سم کہین تو کسکو کہین

نثار غیر پہ کرتے ہین جان مرد ہین — اگر ہم ان کو نہ رستم کہین تو کسکو کہین

جو اسکو فکر ہے دنیا کی اس کو عقبیٰ کی — ہم ان مین سے خوش و خرم کہین تو کسکو کہین

امید ہجر مین خوف فراق وصل مین ہے — کسے سرور کہین غم کہین تو کسکو کہین

وہی تو نور ہے ذرے مین مہر تابان مین — زیادہ کسکو کہین کم کہین تو کسکو کہین

حیات و مرگ کی دو حالتین محب ہین جدا

خراب ان مین سے گر ہم کہین تو کسکو کہین

شاعری سے کیا ملا از تنگ دستی ہین ہمین — نفع کیا ہے جز ضرر اس جنس سستی مین ہمین

پست قومون کو فلک تک علم نے پہنچا دیا — جہل نے پھینکا بلندی سے ہی پستی مین ہمین

ان بتون کی دید سے آیا خدا کا بھی خیال — لگ گیا مقصود عابد بت پرستی مین ہمین

نیستی ہستی سے بہتر ہے کہ ہمین غم نہین — کیا ملا جز رنج و غم اس ملک ہستی مین ہمین

دیکھ لین چل پھر کے ان آنکھون سے گلشن کی بہار — بھول کر لے آئی ہے تقدیر بستی مین ہمین

ہے زبردستی سے بچنا حکم انی مین محال — شکر ہے رکھا خدا نے زیردستی مین ہمین

قدر غیرون کی یہان ہے اور اپنون کی نہین — اب تو لیچل اے فلک تو اور بستی مین ہمین

اس عبادت مین کہان وہ لطف جنت مین نہین — جو مزا ملتا ہے زاہد بت پرستی مین ہمین

سامنے فطرت کے ہے سب صنعت انسان ہیچ — لطف ویرانہ مین ہے وہ کب ہے بستی مین ہمین

ہاتھ کھینچا پاؤن پھیلاے عجب راحت ملی — دی قناعت نے فراغت تنگ دستی مین ہمین

دین و دنیا کے بکھیڑون سے ملی ہمکو نجات — خوب رکھا ہے شراب عشق مستی مین ہمین

کیا کہین تم سے کہ اس دل سے بہت مجبور ہین

عشق سوجھا ہے محب اس فاقہ مستی مین ہمین

کام آئین مفلسون کے وہ تونگر اور ہین — اہل دولت اور شے ہین بندۂ زر اور ہین

تربیت تعلیم سے کرتے ہین وحشت کو ہلاک — وہ بہادر اور ہین وہ تیغ و خنجر اور ہین

صادقون کے سامنے بے قدر ہین لعل و گہر — سنگ ریزے اور ہین انمول گوہر اور ہین

اہل یورپ جان دیتے ہین غیرون کے لئے — یہ شجاعت اور ہے یہ شیر صفدر اور ہین

کیا شعاع شمس سے ہو دور تاریکی جہل — جن سے روشن ہے زمین وہ مہر و اختر اور ہین

بے غرض کرتے ہین چھپکر قوم کی جو خدمتین — رہنما وہ اور ہین سب بے اصل رہبر اور ہین

خاندان و نسل ہین کیا چیز بے علم و عمل — ناز ہے انسان کو جسپر وہ جواہر اور ہین

سر اُتارا ابھی جو قاتل نے تو اُترا بوجھ کب   جو نہ اُترا سر سے وہ احسان سر پہ اور ہین

تیرنا گہرے سمندر مین بھی آسان ہے محب
بحرِ الفت مین جو تیرے وہ شناور اور ہین

چین دل کو کسی پہلو شبِ ہجران مین نہین   یہ تو سب ہے دلِ سینۂ سوزان مین نہین
آس جینے کی ہماری شبِ ہجران مین نہین   دل ہی پہلو مین نہین جان بھی ابدان مین نہین
مین تو مجبور ہون ہر بات مین تو ہے مختار   بات جو سہل ہے تجھ کو مری امکان مین نہین
گل نے بلبل سے کہا کون ہو اس باغ مین شاد   خارِ حسرت کے سوا کچھ مرے دامان مین نہین
حسرت و یاس تمنا نے بھی چھوڑا دل کو   مہمان ایک بھی اس خانۂ ویران مین نہین
لائق مہر نہین قہر کے قابل ہی سہی   تیری بیداد کا لطف اور کی احسان مین نہین
حسن و انداز و ادا علم و ہنر خلق و کرم   تجھ مین جو بات ہے دلبر کسی انسان مین نہین
خود بخود کھنچتا ہے دل تیرے ہی جانب قاتل   اپنے دل پر بھی تو قابو مرے امکان مین نہین
دل ہی سینہ مین نہ تھا خون کی کچھ بوندین تھین   قطرۂ خون کے سوا تیر کے پیکان مین نہین
کس سے ہر بار الجھتا ہے تمہارا شانہ   دلِ عاشق تو کوئی گیسوئے پیچان مین نہین
گل یہ دو دن کی بہار اپنی دکھائین کس کو   ایک بلبل بھی تو صیاد گلستان مین نہین
بزدلی ہے جو نہین کرتے ہین نفسون پہ جہاد   سب یہ گیدڑ ہین کوئی شیر نیستان مین نہین
روزنِ در سے بھی دیکھے نہ کوئی شے عورت   مجرمون پر بھی یہ سختی کسی زندان مین نہین

اس کی تصویر ہی ہم دیکھتے رہتے ہین محب
جس کی صورت کو کبھی دیکھنا امکان مین نہین

یہ حسن و آب و تاب کہان ہے گلاب مین   چھپتا نہین ہے رنگ گلابی نقاب مین
دم بھر مین آسمان سے کرتا ہے ہمسری   قوسِ قزح کے رنگ ہین پیدا حباب مین
بے ہوشی و ندامت و نقصان جان و مال   کچھ نفع جز ضرر نہین دیکھا شراب مین

فطرت کتاب حق ہے معلم ہو عقل و ہوش   ہر مسئلہ کو دیکھ خدا کی کتاب میں
ہر علم و فن [illegible]   [illegible] جو کمال حساب میں
دل جو ایک ہے تو جدائی محال ہے   دن کو خیال میں ہے وہی شب کو خواب میں
پہلے سرور اور ہے آخر میں پھر خمار   دور زمانہ دیکھئے دور شراب میں
ہوتا ہے جسم غسل و وضو سے تو پاک و صاف   دل جس سے صاف ہو وہ نہیں بات آب میں
گیسو ہوا سے آتے ہیں چہرے پہ بار بار   دو مار گرد ماہ ہیں کیا پیچ و تاب میں
محبوس عورتیں ہیں تو ہیں مرد بھی غلام   آئی ہوئی ہے قوم خدا کے عتاب میں
پوچھے گا روز عدل جو احمد جرم بس   پھر کیا کہیگا حامی پردہ جواب میں
بے دیکھے بھالے ہوتی ہیں افسوس شادیاں   دولہا دلہن ہمیشہ ہیں دونوں عذاب میں
چھپنے سے اور بڑھتی ہے دیدار کی ہوس   پردے میں ناز ہے نہ کرشمہ نقاب میں
وہم و خیال ہی تو ہیں یہ سب خوشی و غم   پاسے ہزار لطف حقیقت سراب میں
یہ بیخودی یہ جوش کوئی بے سبب نہیں   خون شہید عشق ملا ہے شراب میں
اوراق چاٹنے سے نہ ہوگا کبھی حکیم   چھوڑے اگرچہ حرف بھی کیڑا کتاب میں
لکھتا ہے روز کاتب اعمال کیا گناہ   آئیں گے کب گناہ ہمارے حساب میں
ہوتے کہیں ہیں عاشق و معشوق بھی جدا   کرے فلک جدا بھی تو ملتے ہیں خواب میں

مارا محب جو نفس تو پھر زندہ دل ہوا
پیری میں ہم جوان ہوئے بوڑھے شباب میں

بنوں میں اہل یورپ بستیاں آباد کرتے ہیں   مگر آباد گھر کو اپنے ہم برباد کرتے ہیں
اثر تو دیکھئے صیاد کے دام محبت کا   رہائی پر اسیران قفس فریاد کرتے ہیں
ہمارے سرو کو دیکھیں تو کٹ جائیں خجالت سے   قد بالا پہ اپنے ناز کیا شمشاد کرتے ہیں
زمان غیر میں رکھتے ہیں جو [illegible] علم   وہ اپنے گھر کی [illegible] ریت پر بنیاد کرتے ہیں

خدا کا تو ہے مے و معشوق کا وعدہ بہشت مین — خراب شیخ لیکن ترک کا ارشاد کرتے ہین

ہماری بیقراری سنکے سمجھ سکتے ہین قاصد کو — غنیمت ہے کہ وہ پاس دل ناشاد کرتے ہین

چمن مین بھی نظر آتے ہین برہم شادی و ماتم — کہین گل شاد ہین بلبل کہین فریاد کرتے ہین

رہین کب تک غلامی مین ملے ہمکو بھی آزادی — غلامون کو جہان مین آجکل آزاد کرتے ہین

مصیبت مین خیال یار سے دل تو بہلتا ہے — شب ہجران مین روز وصل کو ہم یاد کرتے ہین

نہین اولاد سے جب فائدہ کچھ قوم و ملت کو — خدا جانے تو پھر کیون خواہش اولاد کرتے ہین

اٹھاتے ہین مصیبت غیر کی کلفت مٹانے کو — فرشتون سے بھی بڑھ کر کام آدم زاد کرتے ہین

گزر جاتی ہین نسلین چھوڑ جاتی ہین اثر اپنا — کیا اجداد نے جو کچھ وہی احفاد کرتے ہین

ہر ایک فن کی ترقی منحصر ہے قدردانی پر — ہزارون صنعتین یورپ ہی مین ایجاد کرتے ہین

اٹھاتے ہین مصیبت نفس امارہ کی طاعت سے — ہم اپنے آپ پر خود آپ ہی بیداد کرتے ہین

ہمارے عشق صادق کا اثر یہ ہے کہ اب وہ بھی — کلیجہ تھام لیتے ہین جو ہم فریاد کرتے ہین

سبق ہمدردیٔ انسان کا کچھ پڑھ لو محبت اُن سے
مصیبت مین جو غیر اقوام کی امداد کرتے ہین

داغون پہ محنت جہان کھینچتے ہین — خدا کی خدائی وہان کھینچتے ہین

برابر وہ ابرو کے افشان کو چن کر — جبین پر خط کہکشان کھینچتے ہین

نہ ہو خشک کیونکر ہماری زراعت — کہ سب غیر آب روان کھینچتے ہین

بہار آتے ہی شاد ہوتے ہین جو گل — وہی رنج باد خزان کھینچتے ہین

نہین کوئی شے جب یہ شاعر ہمارے — عجب ہیئت آسمان کھینچتے ہین

سفیہون سے باتین خوشامد کی کرکے — زر سرخ اہل زمان کھینچتے ہین

جہان کے نکلتے ہین نامی وہان سے — لحد کا نشان ہم جہان کھینچتے ہین

محبت کے زخمون کی لذت نہ پوچھو — جگر سے کہین ہم سنان کھینچتے ہین

جگر چھپک رہا ہے نہین لب پہ آہین — ہم اندر ہی اندر سے دھوان کھینچتے ہین
جہالت کی آفت پہ سختی پردہ — یہ بار گران ناتوان کھینچتے ہین
مکانون سے کونون مین گھٹ گھٹ کے ہم — تکالیف اہل مکان کھینچتے ہین
زبان سے کہے کوئی کیا عیب پردہ — مسلمان منہ سے زبان کھینچتے ہین
کھینچے کیا مصور سے درد دل کی حالت — جو الفاظ سے خوش بیان کھینچتے ہین
نہ جا جھک کے ملنے پہ اہل غرض کے — یہ صید افگنی اپنی کمان کھینچتے ہین
نوشتہ پہ تنقید کے بعد کوشش — صحیح و غلط کا نشان کھینچتے ہین
فلک کا ہے کافی فقط شامیانہ — مزارون پہ کیون سائبان کھینچتے ہین
کھنچین بھی سخنور تو کب چھوڑتے ہین — خود اپنی طرف قدردان کھینچتے ہین
نہین جان لیکن یہ کیونکر سمجھ ہے — کہ اپنی غذا استخوان کھینچتے ہین
نہین علم کوئی تو حاصل زبان سے — دماغون پہ بار گران کھینچتے ہین

نہ ظاہر ہو غیرون پہ راز محبت
محب چھپ کے آہ و فغان کھینچتے ہین

خدا شاہد ہے اُن کو یاد ہم دن رات کرتے ہین — وہ ہم کو یاد خط سے بھی نہین ہیہات کرتے ہین
چھپین پردے مین دکھلائین نہ صورت کیا شکایت ہے — یہ کیا کم ہے کہ ہم سے بھی کبھی وہ بات کرتے ہین
ہو کیونکر نہ رشک آئے ہمین ان خوش نصیبون پر — بسر جو ساتھ تیرے عیش مین دن رات کرتے ہین
عجب چالین ہین دل لینے کی اس کیاد فن مین — بڑے شاطر کو بھی اک چال مین وہ مات کرتے ہین
تری تصویر ہی سے دل کو بہلاتے ہین ہجران مین — غنیمت ہے تلافی غم مافات کرتے ہین
بجز درد جگر ہے پاس کیا ہم دردمندون کے — روانہ آپکو ہر خط مین یہ سوغات کرتے ہین
ہم اسکے ساتھ سایہ کی طرح رہتے ہین اے زاہد — صفات اسما کو کر کے ترک عشق ذات کرتے ہین
بھری ہین خواہشات نفس مین لاکھون ہی تکلیفین — یہ پیدا آپ خود اپنے لئے آفات کرتے ہین

وجود و علم و قدرت بات ارادہ دیکھنا سننا — جہان ہے حق کو ظاہر وصفت جو بیان تو کردین

خدا کو کیا پڑی ہے ان سب جور و رنج و ستم کو — گرفتار [illegible]

تمام افراد انسان نفس واحد ہین حقیقت مین — ہم اپنے [illegible]

ہمین اس تو محبت ہے یار دنیا کی خوشی غم ہے
جدائی مین سحر کو شام ورنہ کو رات کرتے ہین

دل کے بہلانے کو شغل جو رکھتے تو ہین — ہم غنیمی ہین جو ان کا لہو رکھتے تو ہین

ہر تمنا کے لیے ہر چند ہے وجہ ستم — حسرت دل [illegible] کی آرزو رکھتے تو ہین

ان گلون پر کیون نہ ہو پھر بلبل شیدا نثار — اس گلستان مین یہ تیری رنگ و بو رکھتے تو ہین

کافر و ملحد سہی بے دین لامذہب سہی — بت پرستی مین بھی ہم اللہ ہو رکھتے تو ہین

دولت و ثروت نہو کیا کم ہے عشق لازوال — تیرے کوچے کی گدا جام و سبو رکھتے تو ہین

وہم مین عنقا کا آنا عقل مین آتا نہین — تجھ سے ملنے کی مگر ہم جستجو رکھتے تو ہین

خبث باطن ہو کے حاصل کی ہے پاکی نفس — زاہدو! رندی مین ہم ہر دم وضو رکھتے تو ہین

بعد مردن روح کو نغمون سے آئیگا سرور — کیون نہین پھر شغل موسیقی گلو رکھتے تو ہین

ان حسینون کی نمایش ہی غنیمت جانیے — گر نہین خلق نکو روے نکو رکھتے تو ہین

دونون عالم مین انہین دوزخ مین جلنا ہی ضرور — ناک پر غصہ یہ اپنے تند خو رکھتے تو ہین

اہل دنیا سے عداوت ترک کی تو کیا ہوا — نفس ہی جب تک بدن مین اک عدو رکھتے تو ہین

لاکھ گھٹ جائین شجاعت مین کسی سے کم نہین — ہم بھی تو آخر عرب کا کچھ لہو رکھتے تو ہین

موسم گرما مین آتش کی ضرورت کیا محب
سردی پیری مین عشق شعلہ رو رکھتے تو ہین

یہ کس کے حسن کا جلوہ ہے زاہد روے جانان مین — خدا کو دیکھا ان آنکھون سے جیتے جی ہی انسان مین

خدا کی وحدت سے انکار کرتا ہے عبث زاہد — یہ کس کا نور ہے فانوس [illegible] مین

تری فرقت مین آنسو چشم سے دم بھر نہین تھمتے
تسلسل یہ کبھی دیکھا نہین ہم نے تو باران مین

یہ پوچھا سب مجھ سے تو نے مزاج انجان یون ہو کر
پریشانی ہوئی پھنسکر تری زلف پریشان مین

برنگ بلبل شیدا پھرینگے گرد اس گل کے
کبھی تو وہ ہوا کھانے کو آئیگا گلستان مین

خوشی دنیا کی ہے ان کو جو تیرے پاس رہتے ہین
جو تجھ سے دور ہین وہ کاٹتے ہین عمر زندان مین

بدلتے کروٹین ہین صبح تک بیدار رہتے ہین
الجھتا ہے جو دل راتون کو اس گیسوی پیچان مین

رقیبون سے ہی خلوت اور ہم سے سخت پردہ ہے
بتاؤ تو سہی یہ بھی ہے داخل عہد و پیمان مین

جو وہ موجود ہے دل مین تو لطف زیست ہر جا ہے
رہین ہم شہر مین گلشن مین یا دشت و بیابان مین

غلام نفس حیوان ہے تو انسان اپنا حاکم ہے
یہی اک فرق ہے حیوان مطلق اور انسان مین

جسے کہتے ہین قدرت وہ بھی ہے اک شکل مجبوری
خیال آئے نہ دلمین کب ہے یہ انسان کی امکان مین

ہوا اس سبز باغ آرزو سے اور کیا حاصل
بجائے گل بھرے ہین خار و خس گلچین کے دامان مین

اسی اک ذات کا جلوہ ہے زاہد شک نہین اسمین
قمر مین شمع مین کوکب مین خورشید درخشان مین

محب کب وصل کی دولت بغیر ہجر ملتی ہے
رہا کرتا ہے اک مار سیہ ہر گنج پنہان مین

تمہاری چاہ مین روکر جو باہر گھر کے سوتے ہین
ڈبوتے ہین بیابان کو وہ چشم تر کے سوتے ہین

تصور خواب مین تیرا ہوا اٹھکر بھی تجھ دیکھین
سر بالین تری تصویر کو ہم دھر کے سوتے ہین

یہ سونا جاگنا مرنے کے جینے کے نمونے ہین
کبھی ہوتے ہین پیدا اور پھر ہم مر کے سوتے ہین

دھوئین کا آسمان زیر فلک اک اور ہوتا ہے
شب فرقت کوئی دم ہم جو آہین بھر کے سوتے ہین

رہے ہے بعد فنا بھی یاد تیری اے حسین دلمین
تجھی کو یاد وقت خواب ہر شب کر کے سوتے ہین

خدا سے کیا غرض دن رات کھانا اور پینا ہے
یہ بیلون کی طرح کشت جہان کو چر کے سوتے ہین

نہین لگتا ہے دل اسکی جدائی سے محب گھر مین
کبھی جو آ گئے اندر تو باہر گھر کے ہوتے ہین

کہون مین آپ کو عاشق ترا مجال نہین
کرم ہو مہر کا ڈر سے یہ کچھ محال نہین

نظر کا اپنے ہی سارا قصور ہے ورنہ
جہان مین کون ہے ایسا جسے کمال نہین

بُرے کو بھی مین بھلا ہی کہونگا اے واعظ
کہ وہ ہے شان جلالی اگر جمال نہین

یہ باد و برق یہ طوفان یہ زلزلے بھونچال
خدائے پاک کے کیا مظہر جلال نہین

کمال روح کو حاصل ہوا گھٹا جو بدن
خمیدہ پشت ہے سالک خم ہلال نہین

وجود حشر کا ناحق ہے فلسفی منکر
طلسم خواب کا خلاق کیا خیال نہین

یہ لہو و لعب یہ عیش و طرب ہین سب بیکار
جو کار خانہ ہستی کے یہ آل نہین

گلون کو چھوڑ کے جو باغبان کا دوست ہوا
وہ اس چمن مین کبھی غم سے پائمال نہین

اُدھر سے آتی ہے خود آپ سے طلب ہر شے
کسی سے شکر ہے کچھ حاجت سوال نہین

وہی تو کرتا ہے مردون کو دم بدم زندہ
گواہ باغ مین کیا تخم کیا نہال نہین

ہر ایک گام پہ بچ بچ کے رکھ قدم سالک
یہ دیکھ لے کہ بچھا نفس کا تو جال نہین

محب کو تیری محبت نے کر دیا ہے فنا
وہ اس کا جسم نہین اور وہ خیال نہین

جہان مین کون ہے جسکو کوئی ملال نہین
مگر یہ عاشق شیدا کا تیرے حال نہین

سویدۂ دل عشاق کا یہ پرتو ہے
جبین رخ پہ تمہارے سیاہ خال نہین

ضرور اُسکو پڑین گی لڑائیان لڑنین
کہ جسکو نفس سے اپنے یہان جدال نہین

یہ فتنے بیٹھے بٹھائے یہ مذہبی جھگڑے
ہماری قوم پہ کیا آج کل وبال نہین

اُٹھائے خاک سے مردونکو کیا بعید اس سے
کہ خواب ہمکو بتاتا ہے یہ محال نہین

یہ اصل مذہب رندان ہے سن تو لے زاہد
کہ احتیاج سے زاید یہان حلال نہین

گواہ اس پہ ہین حیوان کی مختلف عمرین
کہ جس مین سب کے برابر یہ ماہ و سال نہین

یہ مفلسی یہ امارت سب اعتباری ہے
ضرر ہی کیا ہے جو کمل ہے بر مین شال نہین

جو روح اور اشیا بھی ہین دونون ایک ہی شے | تو فلسفی کو بھی مذہب مین قیل وقال نہین
فراق و وصل یہ دونون ہین اک عشق کے رخ | یہ درد ہجر ہی کیا کم ہے گر وصال نہین
وہ آدمی ہے سبھون سے بھی پست و ذلیل | کہ جسکو اپنے گناہون سے انفعال نہین
خدا کے واسطے کرتے ہین جب یہ خدمت قوم | تو ہمکو خلق کے دشنام سے ملال نہین
کہان وہ ہم مین ہے یورپین کی ہمدردی | لباس وقال تو سب ہین مگر وہ حال نہین
ذرا سے وجد مین کیون ناچتے ہین ڈھولک پر | یہ پاک مجلس رندان ہے کوئی بال نہین
یہ قیل و قال سے ہوتی نہین ہے منزل طے | وہ ہیچ پوچ ہے مرشد کہ جسکو حال نہین

محب کو دینا ہو جو کچھ وہ بے طلب دیدے
گدا کو تیرے کوئی حاجت سوال نہین

ع انکی آپکی یا
لغو بکو جہل معنی
ص یا وقت کی بات

قایم پس دیوار نہ ہونا تھا ہوا ہون | ہان طالب دیدار نہ ہونا تھا ہوا ہون
اب لب پہ ہے جان اور مسیحا نہین آتا | اس چشم کا بیمار نہ ہونا تھا ہوا ہون
پھرتا ہے تری راہ مین سر ٹھوکرین کھاتا | اتنا بھی مجھے خوار نہ ہونا تھا ہوا ہون
اظہار محبت جو کیا ظرف ہی کم تھا | اک جام مین سرشار نہ ہونا تھا ہوا ہون
آسان تھا مجھے درد کے افسانون کا لکھنا | اس عشق مین بیکار نہ ہونا تھا ہوا ہون
چھوٹون گا ابد تک نہ کبھی دام بلا سے | الفت کا گرفتار نہ ہونا تھا ہوا ہون
کب تجھ کو گوارا ہے کہ بانہین ہون گلے مین | گردن کا ترے ہار نہ ہونا تھا ہوا ہون
اظہار محبت کا تھا انجام جدائی | خود طالب دیدار نہ ہونا تھا ہوا ہون
غفلت سے جو چونکا تو خرابی ہوئی ظاہر | اس دہر مین ہشیار نہ ہونا تھا ہوا ہون

پردے سے محب یار نے خود شکل دکھائی
کیا عاشق رخسار نہ ہونا تھا ہوا ہون

دل پژمردہ کو دلدار سے کچھ کام نہین | بلبل مردہ کو گلزار سے کچھ کام نہین

وصل تھا غیر کی قسمت مین جو ہونا تھا ہوا
ہو چکا عشق بس اب یار سے کچھ کام نہین

یہ تجرد ہے کسی سے بھی تعلق نہ رہے
گھر مین رہتی تو ہین گھر بار سے کچھ کام نہین

دلکو دیتے ہین جو ہے دونون جہان سے بہتر
آپکو پھر بھی خریدار سے کچھ کام نہین

ہم تو عاشق ہین تری خوبی و رعنائی کے
حسن سے یوسف بازار سے کچھ کام نہین

مین فنا ہو گیا دلدار مین مدت گذری
اب مجھے وصل سے دیدار سے کچھ کام نہین

خاطر یار سے رکھتے ہین رقیبون سے بھی اُنس
ورنہ دنیا مین تو اغیار سے کچھ کام نہین

خبر یار کے مشتاق تو رہتے ہین یہ گوش
قصص غیر سے اخبار سے کچھ کام نہین

قتل کیجیے مجھے ابرو سے کبھی مژگان سے
خنجر و نیزہ و تلوار سے کچھ کام نہین

وحشیون کو ترے ہے وحشت صحرا و عجیب
فرش و بام و در و دیوار سے کچھ کام نہین

خاطر یار سے کہتے ہین محب اب تو غزل
دل پژمردہ کو اشعار سے کچھ کام نہین

غم و شادی کو ہم بھولے ہوئے ہین یاد دلبر مین
اسی کے پاس ہے دل اور جسم ناتوان گھر مین

تمھین غیرون سے الفت ہے ہمین تم سے محبت ہے
جو جذب دل قوی ہوگا تو لائیگا تمھین بر مین

جو چاہو تم تو ہر جا جلوۂ رخسار دکھلاؤ
کھڑے ہو جاؤ کھڑکی مین کبھی محراب در مین

نہین ہوتا ہے کچھ بے قابلیت کے یہان ظاہر
ہوا ہے عشق تو ہو وصل جانان بھی مقدر مین

مرے رونے سے موسی مین ابھی سیلاب آئینگے
بھرا ہے بحر ناپیدا کنار اس دیدۂ تر مین

مجسم ہے خدا وہ بت مکان یار کعبہ ہے
دھرا کیا خاک ہے زاہد ترے چوکور پتھر مین

زمین سے تا فلک کس جا نہین اس نور کا جلوہ
جو ذرہ مین چمکتا ہے وہی تابان ہے اختر مین

قواے ظاہری و باطنی سب ہین لباس اسکے
وہی دل مین جگر مین ہے وہی ہے عقل مین سر مین

خدا کو ڈھونڈھتا ہے آسمانون پر عبث زاہد
خبر ہی یہ نہین موجود ہے وہ ہر جگہ گھر مین

کہان کرتا ہے کوئی قتل خود اپنے ارادہ سے
نہ قابو ہے خیالون پر نہ طاقت دست خنجر مین

کبھی ہوتا ہے پیدا کوئلہ کی کان میں ہیرا
کہاں سے شکل و رنگ آتی نہیں گر روح پتھر مین

جبین ہین جا نشین حق نہین مسجود عالم ہین
جو ہم مین رہبر بار نوست کہان جبریل کے پر مین

کہان ہے مادہ مین عقل و دانش فاعلی قوت
بتاتا ہے کوئی تو شکل و صورت بطن مادر مین

بنا ہے علم پیمبر ہے استعداد امت کی
نہین ہوتی ہے یکسان قابلیت ہر پیمبر مین

خدا کا شکر زاہد انتظار حشر سے چھوٹے
نظر آیا ہمین تو چہرۂ حق روے دلبر مین

وہ کہتے ہین محب مجھ سے بتا تم تو نہ آتے
کہان ایسے مقدر تھے کہ وہ آتے مرے گھر مین

آج وہ غیر کے پہلو مین کہان بیٹھے ہین
آکے دل مین مرے سو اس و گمان بیٹھے ہین

دیکھئے کسکو کرین ابرو و مژگان سے شکار
لیکے وہ بزم مین یہ تیر و کمان بیٹھے ہین

بدگمانی مرے دل سے نہین جاتی یارب
نقش کی طرح نگینہ پہ گمان بیٹھے ہین

صحبت اہل خرابات کب آئیگی پسند
تیری مجلس مین تو اب اہل جہان بیٹھے ہین

صفحۂ دہر سے مٹ جاتے ہین نقش باطل
اس نگینہ پہ کہان نام و نشان بیٹھے ہین

دشت مین شہر مین ہر جا ہے تصور تیرا
دل ہمارا ہے کہان اور کہان بیٹھے ہین

کبھی فرصت ہو رقیبون سے تو آجا باہر
تیرے کوچے مین سر راہ نہان بیٹھے ہین

بیخودی کا یہ ہے عالم کہ نہین ہوش ذرا
ہم وہان سے نہین اٹھتے ہین جہان بیٹھے ہین

بس مومنی مین چھپا تھا مرا طوفان سرشک
ایک ساعت مین ہزارون ہی مکان بیٹھے ہین

چومتے ہین کبھی ملتے ہین انہین آنکھون سے
تیرے پاؤن کی جو تربت پہ نشان بیٹھے ہین

ساتھ یارون کے بڑے لطف سے باتین کرتے
ہم پٹن چیرو مین اے جان جہان بیٹھے ہین

شاہ صاحب نے کیا ایک ہے تیر جو شکار
اسکو کھاتے ہوئے خیمہ مین نہان بیٹھے ہین

شہر ہو دشت ہو یا باغ و بیابان ہو محب
جس جگہ اسنے بٹھایا ہے وہان بیٹھے ہین

روز دیکھیں اُن کے جلوے کیا نصیب اور ونکے ہین — تجھے کبھی پہلو مین پھر پایا ہے قریب اور ونکے ہین
بات بھی کرنی ہمین مشکل ہے تجھسے دو گھڑی — راتدن خلوت مین بیٹھیں یہ نصیب اور ونکے ہین
اپنے ہی عیبون کو دیکھیں گر تو خود ہون باادب — نکتہ چین و عیب جو لیکن ادیب اور ونکے ہین
چھوڑکر ہم کو کبھی دم بھر نجاتے تھے کہین — وہ ہمارے پاس تھے یا اب قریب اور ونکے ہین
جان دیتے ہم ہین اُن پر غیر پر مرتے ہین وہ — خود مریض عشق ہین لیکن طبیب اور ونکے ہین
منہ چھپاتے ہین ہم سے اتنا غیر سے ہوتی ہے حجاب — غیر سے بدتر ہین ہمکو وہ حبیب اور ونکے ہین
منہ سے کہتے ہین مگر کرتے نہین کچھ بھی عمل — اپنے واعظ ہم نہین لیکن خطیب اور ونکے ہین

آنے والی نسل پردے کو اُٹھائیگی ضرور
پوچھتے ہو کیا محب ہم تو نقیب اور ونکے ہین

سب صفات اس بت مین ظاہر حضرت باری کی ہین — بت پرستی سے عیان آثار دینداری کی ہین
جان بھی دیتے ہین ملک و مال و زر کیا چیز ہے — عاشقان بے غرض لایق فقط یاری کی ہین
یہ اثر تعلیم یورپ کا جوانون پر ہوا — نفس کی پابندیان ہین شغل میخواری کی ہین
عورتین کہتی ہین ہم کو ملک و دین سے کیا غرض — ہم تو قیدی عمر بھر اس چار دیواری کی ہین
آگ مین پانی نہان ہے اور پانی مین ہے آگ — یہ ثبوت اضداد باہم قدرت باری کی ہین
یاد مین تیری رہین خاموش بیٹھے اک طرف — کام سب دنیا و دین کے شغل بیکاری کی ہین
قید مین اطلاق سے بڑھکر کوئی تو لطف ہو — عاشق صادق بہت کم حسن بازاری کی ہین
طالب دنیا کو دنیا ہی کی نظرون مین ذلیل — یہ غرور و فخر سامان ذلت و خواری کی ہین
سبز ہوتی ہے وفور درد سے کشت امید — پھل نہال وصل مین سب گریہ و زاری کی ہین
روح کو ہوتی ہے درد و رنج سے صحت نصیب — سب جہان مین آدمی محتاج بیماری کی ہین

کس طرح پہنچون محب محبوب تک مین ناتوان
راستے سب کوچۂ الفت مین دشواری کی ہین

طلائی تیرے سینے پر گلے والی غضب کے ہین — تیر کانون مین دونون سمت دو بالی غضب کے ہین

ترسے ور تک تو پہونچے ہین اب آگے دیکھیے کیا ہو — پھرے عالم مین تیرے چیتو والی غضب کے ہین

دل نازک پر اسکے ہو نہ جائے کچھ اثر یارب — ہمارے ضبط پر بھی نیم شب نالے غضب کے ہین

غرور و حرص وہ موذی ہین جن کا زہر قاتل ہے — یہ دونون اژدہے جو آستین پالے غضب کے ہین

جو پردے دل سے اٹھ جائین تو وہ ہر جا نظر آئے — خودی کے جہل کی آنکھون مین جالے غضب کے ہین

نہ کر شیخ و برہمن کی نمایش کو کبھی باور — یہ لمبی ڈاڑھیان ہاتھون مین یہ مالے غضب کے ہین

گرینگی بجلیان عاشق کے دل پر وقت نظارہ — یہ کانون مین تمہارے جھلملی بالے غضب کے ہین

نہین آسان حجاب باطنی کا دل سے اٹھ جانا — یہ پردے گرد اپنے یار نے ڈالے غضب کے ہین

جو وعدہ کر بھی لیتے ہو کبھی پورا نہین کرتے — تمہارے یہ بہانے اور یہ ٹالے غضب کے ہین

خدا سے مانگتے ہین موت اپنی زندگی اسکی
محب دنیا مین اسکے چاہنے والے غضب کے ہین

باب الواو

گل ہے بلبل کے لیے شمع ہے پروانے کو — یاد تیری دل وحشی کو ہے بہلانے کو

شعلہ خیز آگ کے نزدیک بھٹکتا ہے کوئی — آئین کیا حضرت ناصح مرے سمجھانے کو

مکتب عشق سمجھ دار فنا کو غافل — جان استاد جہان یار کے دیوانے کو

یہ طلسمات ہین دنیا کے فقط خواب و خیال — آئے ہین اپنی حقیقت کے یہان پانے کو

ماسوا اللہ نہ باقی رہے دل مین ساقی — مے عرفان سے تو بھر دے مرے پیمانے کو

جز مے و مے ہے خرابات جہان مین سب ہیچ — رکھے آباد خدا دہر مین میخانے کو

بندۂ نفس سمجھتا ہی نہین عقل کی بات — مرد کامل ہو کوئی طفل کے سمجھانے کو

اہل دنیا کی عجب طرح کی الٹی ہے سمجھ — عاقل دہر سمجھتے ہین یہ دیوانے کو

قبل مرنے کے مٹا ہستیِ موہوم کا نام
تو یہان آیا ہے رہنے کو نہین جانے کو

گھر مین آنے سے خدا کے ہے گر تجھ کو حجاب
کون مانع ہے مرے دل مین تجھے آنے کو

عقل خیرہ پہ نادان نہین ہوتے عاقل
دل مین بیٹھا ہوا شیطان بھی ہے بھٹکانے کو

اہلِ دنیا کو ہے حیوان کی طرح فکرِ معاش
عقل کہتے ہین جسے ہے ترے دیوانے کو

آسمان سے جنہین آتی ہے غذاے روحی
غم نہین اُن کو نہ ہو گھر مین اگر کھانے کو

حلق مین آتا ہے قطبین سے دم مین اُڑکر
حکم ہوتا ہے پہنچنے کا اگر دانے کو

مرگِ عشاق ہے دنیا مین حیاتِ ابدی
جل کے مرجانے کا کیا شوق ہے پروانے کو

بات ہم قوم کی سننے نہین دیتا ہے غرور
عرش سے آئے فرشتہ کوئی سمجھانے کو

چھوڑ کر اصل کو جو سایہ کے پیچھے ہین دوان
خواب پڑتے ہین پریشان اُسی دیوانے کو

یاد اس شوخ کی ہر آن رہے دل مین محبؔ
کیجیے آباد اسی شغل سے ویرانے کو

جو ناکامی مین گزرے عمر کیا دل مین تمنا ہو
بڑی مشکل ہے اس پر بھی کہ ہم سے ترکِ دنیا ہو

وہ سوزِ عشق ہے یہ دل تو کیا پانی ہو پتھر بھی
محبت مین بڑی مشکل ہے صبر و ضبطِ اخفا ہو

خوشی کے بعد دورِ غم جو دیکھا یہ کہا دل نے
کہ خلوت ہو نہ ساقی ہو نہ ساغر ہو نہ مینا ہو

مجھے وحشت مین آہو چشم کی الفت نے مارا ہے
شگافِ کوہ تربت ہو کفن دامانِ صحرا ہو

اسے کہتے ہین محرومیِ قسمت اور ناکامی
جو پہنچون تا لبِ ساحل تو سارا خشک دریا ہو

خدا سے کیا شکایت اس بتِ مغرور کی کیجے
وہ خود آئیگا جذبِ دل مین گر تاثیر پیدا ہو

خیالِ کفر و ایمان بھی نہ آئے ای خدا دل مین
حریمِ خلوتِ دل مین مرے وہ بت ہی تنہا ہو

سمجھتا ہی نہین تو عشق کے زورِ طبیعت کو
تجھے معلوم ہو جب عشق کسی پہ تو بھی شیدا ہو

خموشی سے کہان ممکن ہے رازِ عشق کا چھپنا
مری تصویر بھی دیکھین تو دردِ دل ہویدا ہو

وصالِ یار کی شب روزِ ہجران سے کچھ کم تھی
یہی دھڑکا رہا مجھ کو سحر تک دیکھیے کیا ہو

عجب تاثیر دیکھی اس محبت میں محبؔ ہم نے
یہ وہ چلتا ہوا جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو

زمانے میں ستم کا تیرے گر انداز پیدا ہو — زمین و چرخ سے فریاد کی آواز پیدا ہو

جو گوش دل سے کھنڈروں کی سنیں افسانہ عبرت — تو ہر سنگ و در و دیوار سے آواز پیدا ہو

کمال حسن پر پڑتی ہیں نظریں عیب بینوں کی — سمجھ کچھ تو بھی ہے تیرا اگر غماز پیدا ہو

نہ ہنس ان کشتگان ناز کے زخموں پہ اے زاہد — مزا اس وقت ہے حوروں میں بھی گر ناز پیدا ہو

زبان و فعل و دل تیرے اگر باہم مطابق ہوں — تو اے ناصح تری ہر بات میں اعجاز پیدا ہو

بغیر امتحان ثابت نہیں ہوتی ہے جانبازی — جو ہونا ہو دنیا سے تو پھر جانباز پیدا ہو

اگر سوز و گداز عشق گھر کر لے ترے دل میں — تو رگ رگ سے تری آواز تار ساز پیدا ہو

الٰہی شمع کے تو گرد میں لاکھوں ہی پروانے — شب فرقت میں میرا بھی کوئی دمساز پیدا ہو

جو کھولیں کان دل کے اور اس بت سے مخاطب ہوں — خدا ہی کی ہر اک پتھر سے پھر آواز پیدا ہو

بتوں کو چھوڑ کر زاہد خدا کو ہم بھی پوجیں گے — حسینوں کا اگر حوروں میں بھی انداز پیدا ہو

کہیں کس سے الٰہی عشق کے اسرار پنہاں کو — ہماری بات تو سمجھے کوئی ہمراز پیدا ہو

قناعت سے محبؔ افلاس میں بھی ہم ہیں آسودہ
نہیں رکھتے ہیں وہ دل جس میں حرص و آز پیدا ہو

بے خطا مجھ پہ خفا ہوتے ہو انصاف کرو — قتل کرتے بھی ہو اور روتے ہو انصاف کرو

پھر ملیگا نہ کوئی ہم سا وفادار کوئی — دل کو پا کر بھی جو تم کھوتے ہو انصاف کرو

مجھ سے نفرت کی یہ باتیں نہیں کچھ خار سے کم — حق میں کانٹے مرے تم بوتے ہو انصاف کرو

ہم تڑپتے ہیں سر بستر غم راتوں کو — سیج پر پھولوں کی تم سوتے ہو انصاف کرو

ہم جو کرتے ہیں کبھی ظلم و ستم کا شکوہ — اور تم ہم پہ خفا ہوتے ہو انصاف کرو

ہم جو مرتے ہیں تو مر جانے دو افسوس ہے کیا — مارتے بھی ہو تمھیں روتے ہو انصاف کرو

بے سبب عاشق شیدا کو کیا قتل بھی اب / منہ کو اشکون سے بھی تم دہو تو ہو انصاف کرو

کیون یہ محشر سے ہے ضربت کو یہی تھوڑا کافی / بار خر پیٹھہ پہ خود لدے ہوتے ہو انصاف کرو

کل تو تم شوخیان کرتے تھے محب سے ہر بار

آج پابند حیا ہوتے ہو انصاف کرو

نفع یا الطاف سے محروم نہ رکھہ یارون کو / گھر سے جو کچھ کہ بھیجے دے اُسے نادارون کو

کبھی غصہ ہی کی آنکھون سے اُٹھا کر چلمن / دیکھ لے ایک نظر چشم کے بیمارون کو

اپنے دامن سے چھپا لے تن لاغر کو مرے / دامن گل بھی تو لیتے ہین چھپا خارون کو

یاد نے تیری بھلائے ہمین دونون عالم / عیش دایم ہو مبارک تری غمخوارون کو

مست الفت تو ہین ہر حال مین آسودہ و خوش / جز غم و درد میسر نہین ہشیارون کو

جان دے کر تجھے لینا بھی بہت ارزان ہی / رخ دکھا دے سر بازار خریدارون کو

تیرے دیدار سے مطلب ہے نہ کچھ وصل سے کام / لذت غم ہی فقط چاہیے غمخوارون کو

ابرؤون نے ہی تو کشتون کو لگائے پشتے / میان مین کیجیے اب برہنہ تلوارون کو

بیٹھتے تھے کبھی جس بام پہ ہم پاس ترے / اسکی ہم دیکھتے ہین یاس سے دیوارون کو

یاس و محرومی و حرمان و دوامی حسرت / بانٹ دیجیے مری امید کو ان چارون کو

تا کہ اس شوخ سے ہو خط و کتابت جاری / شایع کرتے رہے ہم سیکڑون اخبارون کو

ان دواؤن سے علاج تپ فرقت معلوم / موت آ لے تو شفا ہو ترے بیمارون کو

چھوڑ بیٹھے گا محب تو تو دو عالم لیکن

وہ نہ چھوڑے گا کبھی تیرے لئے یارون کو

جہالت دور ہو یارب لواے علم برپا ہو / ہماری قوم کا تعلیم سے ادنی بھی اعلی ہو

امید و بیم کا دل سے مٹانا ہی تو راحت ہے / اگر مٹ جائین یہ جھنجٹ تو بڑھ کر دل ہمارا ہو

خوشی ہو تو وہی کیا ہے تلطف ہے نہ جنت کچھ / وہ بیٹا ہی نہ پیدا ہو کبھی جو ننگ آبا ہو

مجھے بھی دے الٰہی وہ دل آسودہ پہلو میں — کہ جس میں خوف عقبیٰ ہو نہ دنیا کی تمنا ہو

ہماری حب ترقی ہے کہ جب ہم میں ہی سو اپنا — کوئی ہمدرد پیدا ہو کوئی غمخوار پیدا ہو

اگر تجھکو ہوس ہے رہبری قوم و ملت کی — تو پہلے قوم پر تو مال و جان و دل سے شیدا ہو

بقائے نام و عزت کی اگر خواہش ہے کچھ دل میں — تو تیرے سر میں بھی بہبودئ ملت کا سودا ہو

وہی رہبر ہے جو ثابت قدم ہو ہر مصیبت میں — مخالف ہوں اُدھر لاکھوں اِدھر یہ ایک تنہا ہو

بڑی پہچان ہے یہ عاشق جانباز ملت کی — ذلیل و خوار ہو نظروں میں دنیا بھر میں رسوا ہو

عجب حیرت فزا ہے اختلاف رسم و مذہب بھی — جو نازیبا اُنہیں ہے وہ انہیں افسوس زیبا ہو

نکال اس قوم بیکس کو الٰہی کس مپرسی سے — کسی کے دل میں تو ہمدردئ اسلام پیدا ہو

محب کی ہے تمنائے دلی یارب وہ دن آئے
نہ گھر میں قید عورت ہو نہ یہ منحوس پردا ہو

باب الہاے

ہیں بت کے ساتھ دیر میں بھی ہم خدا کے ساتھ — مست شراب عشق ہے دائم فنا کے ساتھ

بے ترک خواہشات نمازوں سے کیا حصول — پرہیز بھی ضرور ہے کڑوی دوا کے ساتھ

دنیا کی کاوشوں میں پھنساتی ہیں خواہشیں — ہر دم جدال چاہیے حرص و ہوا کے ساتھ

اُسکے ستم کا آئے نہ لب تک کبھی گلا — درپردہ ہیں ہزار وفائیں جفا کے ساتھ

اسکے خیال کی ہے یہ قوت کہ آن میں — پیدا جہان ہو گیا کن کی صدا کے ساتھ

اللہ رے شوق کوچۂ قاتل کہ بعد مرگ — جاتی ہے اُڑ کے خاک ہماری صبا کے ساتھ

دل کی کھلی جو آنکھ تو دیکھے کچھ اور رنگ — ظلمت میں اک جہان نظر آیا ضیا کے ساتھ

مٹنے سے پہلے سب کی تباہی کا ہے یقین — رکھتے ہیں یادگار جو سنگ بنا کے ساتھ

آئینہ زنگ خوردہ سے کیا دید کی امید — آتا ہے عکس یار دلوں میں صفا کے ساتھ

ہمراہ ظلم و جور ہے قہر و عتاب حق | رحمت سرور قلب ہی مہر و وفا کی ساتھ
دل کو بچا گناہ سے صاف آئینہ ہے یہ | آتا ہے زنگ اڑ کے خیال خطا کی ساتھ
کوشش سے اور اپنے تھکاتی ہین دست و پا | لڑتے ہین جو لڑائیان نادان قضا کی ساتھ
خواہش ہے عیش کی تو عدو سے بھی کر وہی | کرتے ہین جو سلوک کہ یار آشنا کی ساتھ

اس شوخ دلربا نے محب کو کیا تباہ
دل لے لیا غریب کا ناز و ادا کے ساتھ

ردیف ی

تیری الفت کی شراب ساتکیو درکار ہے | دو نون عالم مین نہین تو ایک تو درکار ہے
بھاگ اہل نفس سے اور اہل دل ہی جا کے مل | جاہلون سے دوستی کر گر عدو درکار ہے
وصل روحانی تو ہے لیکن ہی خاموشی غضب | دل مین ہے تصویر جانان گفتگو درکار ہے
کون سی قوت ہے عالم مین جو انسان مین نہین | قابلیت کے لئے لیکن نمو درکار ہے
بے طلب اللہ بھی دیتا نہین بندے کو کچھ | بے قراری جس سے ہو وہ آرزو درکار ہے
زاہدو! منہ ہاتھ دہونے سی نہین پاکی نفس | خبث باطن کے لئے دل کا وضو درکار ہے
جو مقید مین مزا ہے وہ کہان اطلاق مین | گل کو پھر ہے بلبل رنگ و بو درکار ہے
شکل و صورت رنگ و بو کی ہی محبت بے ثبات | پختگی عشق کو خلق نکو درکار ہے
زاہدو! یہ خودکشی کیون ہے حق کے پانے کیلئے | ایک ساقی ایک ساغر اک سبو درکار ہے
ہے خیال یار کا باندھا ہوا یہ سب طلسم | دو نون عالم کی فنا کو ایک ہو درکار ہے

ہے محب محبوب دو نون مین جو باہم اتحاد
تجھکو مین دو نون جہان مین مجھکو تو درکار ہے

نام الفت سی تو اب وہ دلربا بیزار ہے | عاشقون کے دل کا لیکن پھیرنا دشوار ہے

کس کو کہتے ہین بُرا سب ہین حقیقت مین بھلے ‫ ‫ دیکھ چشمِ دل سے دشت خار بھی گلزار ہے

مرضیِ حق پر خوشی سے جب جھکا دیتا ہون سر ‫ ‫ کند ہے پھر تو قضا کی تیز گو تلوار ہے

وہ دل پر روز رہتا ہے بلاؤن مین بھی خوش ‫ ‫ جو ہر اک حالت مین صبر و شکر پر تیار ہے

کیا مریضِ عشق کا ہوگا مسیحا سے علاج ‫ ‫ وہ ادھر پہلو سے اُٹھا جان لب بیمار ہے

نامہ و پیغام کی کچھ عشق مین حاجت نہین ‫ ‫ میرے اُنکے دل مین قایم ایک برقی تار ہے

تیری صورت کے سوا کچھ بھی نظر آتا نہین ‫ ‫ اس سے بڑھ کر کیا تجلی اور کیا دیدار ہے

وائے حسرت وصل مین بھی ہجر کا ہی کچھ سمان ‫ ‫ یار پردے مین ہی عاشق طالبِ دیدار ہے

بدگمانی کیون نہ ہو عالم ہے جب اُسپر فدا ‫ ‫ اور اسپر یہ غضب ہی خود نما وہ یار ہے

خلق کیون محجوب ہے حق کی سوا جب کچھ نہین ‫ ‫ بھید ہے کیا اس مین یارب اور کیا اسرار ہے

ہوش تھا جب تک تو پڑھ لیتے تھے بھولی سی نماز ‫ ‫ اب تو دل دائم شرابِ عشق سے سرشار ہے

قوم کی اصلاح اہلِ نفس سے ممکن نہین ‫ ‫ انکی اصلاحین نہین ادبار پر ادبار ہے

بے محبت کے محب کیا دولت و ثروت سے لطف

فقر مین بھی وہ غنی ہے جسکا کوئی یار ہے

جسکو دیکھو اس حسین کا طالبِ دیدار ہے ‫ ‫ عشق مین ثابت قدم رہنا مگر دشوار ہے

بے وسیلے رات دن آتی ہین خبرین یار کی ‫ ‫ دل نہین میرا یہ روزانہ کوئی اخبار ہے

بے جہادِ نفس ممکن ہی نہین دیدار یار ‫ ‫ یہ نماز و روزہ و تسبیح سب بیکار ہے

عیشِ دنیا ہی اگر کافی ہے دل کے چین کو ‫ ‫ کیون دوامی عیش سے پھر آدمی بیزار ہے

دل کی معموری و ویرانی فقط ہے عشق پر ‫ ‫ ہے وہی آباد گھر جس گھر مین وہ دلدار ہے

یاد اُس بت کی ہر اک حالت مین دیتی ہے مزا ‫ ‫ ہے خوشی مین ہم نشین اور رنج مین غمخوار ہے

دردِ عشق لادوا ہے جملہ دردون کی دوا ‫ ‫ ہے وہی صحت مین کامل جسکو یہ آزار ہے

خاک مین ملنے پہ بھی باقی رہا ملنے کا شوق ‫ ‫ میری روحِ نازنین اُس کی گلے کا ہار ہے

لاکھ طوفان اور گرداب بلا ہو ڈر نہین
گر خیال یار بچتہ ہے تو بیڑا پار ہے

مل نہین سکتے ہین دو دل دل ملو پہ بھی بہم
ہے کوئی مختار دیگر آدمی ناچار ہے

سیکڑون منصور کھنچے ہین نا حق ہر طرف
اب نہ وہ دور جہالت ہے نہ رسم دار ہے

وصل و ہجر یار سے بھر کر ہوا کامل یقین
وہ ہے آرام جنان اور یہ عذاب نار ہے

ہم طاہر سے نہین مقصود جب ایصال حق
سر پہ روح نازنین کے بعد مردن بار ہے

نیک و بد کی آخرت سے ہی جہان مین بھی عیان
گل گلے کا ہار ہے آتش مقام خار ہے

عاشقون کو ہین محب دونون جہان دار الجنان
گر نہین عشق حقیقی آدمی فی النار ہے

ہو گئی زرد حوادث سے جو صورت تیری
اور کندن سی دمکنے لگی رنگت تیری

منہ ہے کیا حور و پری کا جو مقابل ہو ترے
آئینہ دنگ ہے خود دیکھ کے صورت تیری

کس قیامت کی ادا تھی وہ غضب کی چتون
میری آنکھون مین پھرا کرتی ہے صورت تیری

کافر عشق ہین ہم دیر و حرم سے کیا کام
عین اللہ کی صورت ہے یہ صورت تیری

خانۂ کعبہ مین زیبا ہے کہ رکھ کر پوجین
دل مین اللہ کے موجود ہے صورت تیری

بات جو دل مین گزرتی ہے وہی ہوتی ہے
خاصیت روح کی رکھتی ہے طبیعت تیری

رحمت حق کو نہ سمجھے تھے مگر اب سمجھے
حال عشاق پہ دیکھی جو عنایت تیری

سونگھتا ہون جو کبھی باغ مین خوشبوئے گلاب
یاد آتی ہے پسینہ کی وہ نکہت تیری

کیا ہوا موت سے کیا تیرے محب کا بگڑا
دل تو موجود ہے اور دل مین محبت تیری

بسر تو منی سے ہوئی عشق مہ جبین مین رہے
فنا کے بعد بھی ہم پہلوئے حسین مین رہے

فنا ہوے تو ہوا دل مین یار کے مسکن
نہ آسمان مین رہے ہم نہ ہم زمین مین رہے

رقیب خوب سمجھتے تھے دو بہ پہلو کو
مگر ہین تری ہان ہان نہین نہین مین رہے

نہین ہے اسکے سوا اور کچھ صلو کی ہوس
کہ یہ کتاب مری دست نازنین مین رہے

وہ میرے دل مین ہین انکے دل مین رہتا ہون
حسین کیون نہو وہ جو دل حسین مین رہے

ہم اسکی خاک قدم ہوسکے بعد مردن بھی
برنگ کحل بصر چشم سرگین مین رہے

محب خموش کہ ہے کار عشق پردہ دری
کھلے نہ راز یہی فن کہ دوربین مین رہے

تمام جو حبث بحث کفر و دین مین رہے
ملی نہ راہ حقیقت جنان جنین مین رہے

جمال یار تھا اس زندگی مین پیش نظر
فنا کے بعد جو ہم چشم حور عین مین رہے

ہوئی نہ زہد سے جز عشق دور سختی قلب
وہی ہے نرم جو دل آہ آتشین مین رہے

زمین سے تا بہ فلک جنکو عمر بھر ڈھونڈھا
کھلا یہ بعد فنا راز وہ ہمین مین رہے

ہمارے ہی غضب و کینہ و حسد تھے عدو
لڑے زمانہ سے یہ مار آستین مین رہے

سحر ہمارا رخ زرد تھا مقابل مہر
جو شب تصور رخسار مہ جبین مین رہے

خیال یار سے ہر نقش غیر دل سے مٹا
کہ اس کا نام دل آرام اس نگین مین رہے

یہ آب و گل کے محل دوسرونکو زیبا ہین
وہ کیا مکان مین رہے جو دل مکین مین رہے

بغیر عشق نہین زاہدون کو آزادی
چھٹے جو بندش دنیا سے قید دین مین رہے

شراب عشق سے اتنی تو بیخودی ہو محب
کہ کوئی فرق نہ دشنام و آفرین مین رہے

دل مین ہر دم وہ نظر آتے ہین اٹھتے بیٹھتے
وصل دایم کا مزہ پاتے ہین اٹھتے بیٹھتے

یاد ان کو بھی ہماری آہی جائے گی کبھی
نام ان کا ہم لئے جاتے ہین اٹھتے بیٹھتے

تیرے عاشق کو تو ہر لحظہ جہان مین ہی سرور
اہل دنیا رنج و غم کھاتے ہین اٹھتے بیٹھتے

شیخ جائے کعبہ کو مندر کو جائے برہمن
یار کو ہمراہ ہم پاتے ہین اٹھتے بیٹھتے

یار پہلو سے اٹھا جاتے رہے ہوش و حواس
جی نہین لگتا ہے گھبراتے ہین اٹھتے بیٹھتے

ڈر ہے یہ جور و جفا کی خو نہ پڑ جائے کہیں
عاشقوں پر آپ جھنجھلاتی ہیں اٹھتے بیٹھتے

بے تکلف ہم سے باتیں ہوں الٰہی دن وہ آئے
اب تو خلوت میں بھی شرماتی ہیں اٹھتے بیٹھتے

چھوڑتا ہے عشق کب دامن جو بھاگیں ہم سے یار
دل میں اُن کو کھینچ ہی لاتی ہیں اٹھتے بیٹھتے

راز الفت تم سے بھی ہم کہہ نہیں سکتے محب
دل کو اپنے آپ سمجھاتے ہیں اُٹھتے بیٹھتے

باغ جنت میں ترے چاہنے والے نہ گئے
تیرے کوچے سے پس از مرگ بھی ٹالے نہ گئے

عمر بھر حرص و ہوس ہی نے کیا خوار و ذلیل
ہم سے نادان یہ بیچے بھی سنبھالے نہ گئے

صلح کل کی ہوئی مجلس بھی جو یورپ میں تو کیا
یہ رسالے نہ گئے اور یہ بھالے نہ گئے

چاہیے یہ کہ چھٹے قوم سے ہر رسم فضول
رسم چوتھی کی اُٹھی اور یہ چالے نہ گئے

ہم نے چاہا تھا کریں پیش خیالات جدید
بیج بھولوں کے مگر سنگ یہ ڈالے نہ گئے

ہند میں گرچہ ہے پر زور حکومت قائم
اس زمانے میں بھی بنکوں کے دوالے نہ گئے

خواہشیں نفس کی افلاس میں پوری نہ ہوئیں
شکر عقرب یہ زر و مال سے پالے نہ گئے

عمر بھر گرد سرابوں کے پھرے سرگردان
دل سے وحشت نہ گئی پاؤں سے چھالے نہ گئے

بنکے انگریز بھی ہیں ذات پہ پروے نثار
اس جنم میں بھی یہ دستور نرالے نہ گئے

لاکھ تخفیف ہو لیکن کسی دفتر سے کبھی
عہدہ داروں کے پسر بھانجے سالے نہ گئے

کیا ہوا فائدہ طول شب فرقت سے محب
سرد آہیں نہ گئیں گرم یہ نالے نہ گئے

بھول جاتی ہے غربت میں وطن کی یاد بھی
کیا موثر ہے قفس بھی دام بھی صیاد بھی

عینیت نے چشم بینا کو بھی احول کر دیا
ایک تھا ورنہ یہاں تو دین بھی الحاد بھی

اہل دنیا کو ہے دوزخ اہل تقویٰ کو بہشت
یہ جہان پر دغل ویران بھی ہے آباد بھی

تیرے سے دیوانے ہیں عاقل اور سب نادان ہیں
شاد بھی ہیں اس جہان میں رنج سے آزاد بھی

آئیگا اُسدم مجھے جذب محبت کا یقین — اُسکو بھولے سے اگر آجائے مری یاد بھی

عشق کی دولت ہے کیا کم وصل اگر ممکن نہین — نغمۂ ساز و طرب سے کم نہین فریاد بھی

وہ ملے جس راہ سے بیشک وہی رستہ ہے ٹھیک — گمرہی ورنہ ہے دین بھی ملت و اعتقاد بھی

تارکِ دنیا کو بھی غم سے نہین ملتی نجات — دل ہے جبتک ہر بشر ہے شاد بھی ناشاد بھی

دولت و ثروت گئی تھی خلق احمد بھی گیا — پڑگئی ان آفتون پر اور یہ اُفتاد بھی

علم بھی دولت ہے پھر زر پر عبث گرتے ہین لوگ — چاہتے ہین آپ سا زردار ہو داماد بھی

تقوی و صوم و صلوٰۃ و حج فقط کافی نہین — فرض زردارون پہ ہے کچھ قوم کی امداد بھی

اس مجردِ حُسن کی کسطرح اُتریگی شبیہ — صورتِ تصویر ہین خود مانی و بہزاد بھی

جسنے پایا ہے سمجھے اسکا نرالا ہے طریق — ایک ہے اُسکی نظر مین دین بھی الحاد بھی

خون کا دعوی کرے عاشق تو پھر کسپر کرے — ہے حقیقت مین وہی خود صید بھی صیاد بھی

نوکری مین تھین محب سو طرحکی پابندیان

فقر مین لیکن ہین اب خوشحال بھی آزاد بھی

تمہارے عشق کی برچھی جگر پہ کھائے ہوئے — رہینگے تا بہ ابد لطف زیست پائے ہوئے

ہمین تو کاہ ہے دنیا کی ہر گران باری — کہ ہم ہین عشق کا کوہ گران اُٹھائے ہوئے

جو دیکھتے ہو علوم و فنون یورپ مین — ہمارے باغ کے پودے ہین سب لگائے ہوئے

مرے فسانے کو سن چھوڑ ذکر وامق و قیس — ہزار بار کے قصے ہین یہ سنائے ہوئے

اگر نظر ہے تو آثار رفتگان ہے کتاب — عجیب نقش ہین یہ خاک پر مٹائے ہوئے

ہزار منزل مقصود تک ہون اندیشے — پھرینگے راہ سے کیونکر نشان پائے ہوئے

اگرچہ بیٹھے ہین احباب مین مگر دل مین — ہم اُسکے در پہ کھڑے ہین نظر جمائے ہوئے

بڑھیگی اور بھی نسبت عنب کے حسن کی قدر — بہت ہین ملک مین لندن سے پڑھ کر آئے ہوئے

ثبات و صبر طلب محنت و ریاضت مدام — یہ علم و فضل کے رستے ہین سب بتائے ہوئے

یہ کس شمار مین ہے حشر تیرا اے زاہد — بہت سے فتنے ہین اُس شوخ کی اُٹھائی ہوئے

برنگ کشتۂ سیماب ہر مرض کی دوا — دکھین ہین عشق کی آتش مین دل جلائی ہوئے

نظر مین جنکی سلاطین دھر ہین ناچیز — یہان گدا بھی ہین وہ تیرے منہ لگائی ہوئے

وہی ہے قایم و دایم وہی مکان و مکین — بگاڑتا ہے جو ہر روز گھر بنائے ہوئے

وہ ہے کرامتِ تعلیم و تربیت کہ یہان — ہزار سالہ ہین مُردے بہت جلائے ہوئے

ہمین تو مجمع احباب مین بھی خلوت ہے — کہ ہم ہین رُخ پہ کسی کے نظر جمائے ہوئے

ذرا سے دل مین یہ وسعت عجیب قدرت ہے — کہ آسمان و زمین اس مین ہین سمائے ہوئے

بغیر حکم خدا کب کسیکو دیتے ہین — یہ اہل دولت و ثروت ہین آزمائی ہوئے

وہ بات کرتے ہین لیکن نہین ہے دل حاضر — کسی رقیب سے ہین چشم دل ملائے ہوئے

ہماری یاد ہے اُن کو تو کیا یہ کچھ کم ہے — ہزار شکر کہ دل سے نہین بھلائے ہوئے

نئے زمانے مین کچھ باندھیے نئے مضمون — دکھایئے نہ جو ابرو ہی دُکھلائے ہوئے

مفید بات بھی ہم صاف کہہ نہین سکتے
نہ روٹھ جائین **محب** پھر کہین منائی ہوئے

خبر دل کی نہ ہو دل کو تو پھر خالی بیان کیا ہے — عیان ہے آپ پر سب حال دل پنہان کیا ہے

ذرا تو غور کر دل مین کبھی اس کارخانہ پر — کہ مین کیا ہون یہ مخلوق خدا کیا ہی جہان کیا ہے

ہم اپنے دل مین خود رحم و کرم ہی لطف پاتے ہین — یہ تعزیتین ہین کیا بعد فنا نام و نشان کیا ہے

مخالف ہین بہم لیکن حقیقت ایک ہی سب کی — یہ خاک و باد کیا ہے آتش و آب و دخان کیا ہے

فریب چشم دنیا ہے امید خام عقبے ہے — بتاسے تو ہمین کوئی یہان کیا ہی وہان کیا ہے

حقیقت عشق کی کھلتی نہین کچھ عقل حیران ہے — سرور وصل رنج ہجر یہ آہ فغان کیا ہے

عجب نیرنگیان ہین باغ عالم کی خدا جانے — گل و بلبل بہار بوستان فصل خزان کیا ہے

کبھی تو دیکھ قدرت کی تماشے پوچھ یہ دل سے — زمین کیا ہے نجم کیا ہے شمس و قمر کیا آسمان کیا ہے

سمجھتے ہیں محب ہم تو مکانِ یار کو جنت
خدا جانے کہ فردوس بریں حور جنان کیا ہے

ہمارے گھر کی طرف آج وہ کدھر سے پھرے — مریض درد جدائی خدا کے گھر سے پھرے
نہ بیٹھے کنج قناعت میں مثل مردم چشم — ہمیشہ ٹھوکریں کھاتے ہوئے نظر سے پھرے
انہیں نے پائی ہے گم ہو گئے جو منزل عشق — بلند حوصلہ جو تھا عمر رہ گزر سے پھرے
ترے بیان کی تصدیق کیونکہ ہو واعظ — رہ عدم کے مسافر نہ پھر سفر سے پھرے
بھروسہ کسکو ہے وعدوں پہ بے ثباتوں کو — کبھی ادہر سے پھرا اور کبھی اُدھر سے پھرے
چلے تھے چھوڑ کے بتخانہ سوئے کعبہ مگر — بتوں کی یاد جو آئی خدا کے گھر سے پھرے
پھرے ہیں ٹھوکریں کھاتے ہوئے وہی در در — جو بد نصیب شہ علم و فن کے در سے پھرے

کبھی ملی نہ محب راہ اُسکے کوچے کی
تمام عمر یونہیں شام تک سحر سے پھرے

فرقت کا جو ہے دل پہ غم کچھ نہیں کہنے کے — منہ سے تو کبھی اپنے ہم کچھ نہیں کہنے کے
خود آپ ہی کہتے ہیں ہادی ہوں مضل میں ہوں — اس سے تو کبھی ہم بھی کم کچھ نہیں کہنے کے
جھکنے پہ نہ جا ان کے ملتے یہ نہیں دل ہو — ان سخت کمانوں کے خم کچھ نہیں کہنے کے
مصنوع کی ماہیت صناع بھی کیا جانے — گر جام کو ہم پوچھیں جم کچھ نہیں کہنے کے
جنت میں کہ دوزخ میں جی چاہے جہاں رکھیں — مالک وہ ہمارے ہیں ہم کچھ نہیں کہنے کے
گر زہر بھی وہ دے گا امرت اسے سمجھیں گے — مر جائینگے ہم کھا کر سم کچھ نہیں کہنے کے
غیروں سے تو کیا کہتے تم سے بھی نہیں ہرگز — جو دل پہ گزرتا ہے غم کچھ نہیں کہنے کے
کیا پوچھتے ہو دل کی حالت کو طبیبو تم — سینہ سے نکل جائے دم کچھ نہیں کہنے کے

موسیٰ کی طرح ہمنے دیکھے ہیں محب جلوے
پردے کی یہ باتیں ہیں ہم کچھ نہیں کہنے کے

مزا ہے چوٹ دلوں پہ ہو گر برابر کی — تڑپ ہو دل کی ادھر اور اُدھر برابر کی
فلک کو ناز ہے یاراں ہو ہم کو گریہ پر — وہاں ہے ابر یہاں چشم تر برابر کی
اُدھر ہیں تیر حوادث ادھر ہے صبر جمیل — خدا نے دی ہے ہمیں بھی سپر برابر کی
ملینگے عقد سے وہ دل امید ہے پہ قبول — کشش نہیں جو اِدھر اور اُدھر برابر کی
مزا ہے زیست کا شادی ہو عمر بھر کی خوشی — زن اور شو میں محبت ہو گر برابر کی
رہا حجاب جو حائل تو کچھ جھلک دیکھی — نگاہ مہر سے کی نے نظر برابر کی
یہ برق عشق ہے جس نے بغیر تار و ستون — اُدھر بھی اور ادھر بھی خبر برابر کی

محب کے حال پہ کچھ تو کبھی عنایت ہو
نگاہ مہر ہو رشک قمر برابر کی

خار میں گر وہ خو سے گل آتی — آبلہ میں بھی بوئے گل آتی
موت بلبل کی زیست ہو جاتی — کاش وہ روبرو سے گل آتی
دل میں بلبل کے وہ اگر بستا — بال و پر سے بھی بوئے گل آتی
قابلیت اگر کوئی ہوتی — خار میں کچھ تو خوئے گل آتی
گل میں ہوتی اگر نہ بو تیری — کوئی بلبل نہ سوئے گل آتی

جب محب غیرت کی بو نہ رہی
یاد کیا گفتگوئے گل آتی

گلزار خط کی رخ کی صفائی کی سیر کی — ہر آن ہم نے شان خدائی کی سیر کی
دل جلوہ گاہ یار ہے سینا سے بھی سوا — موسیٰ سے بڑھ کے جلوہ نمائی کی سیر کی
باغ وصال یار تو دیکھا نہ عمر بھر — تا حشر کو وہ دشت جدائی کی سیر کی
جاپان مرے کہ روس مرے اس سے کیا غرض — ہمنے تو خوب ان کی لڑائی کی سیر کی
بنکر گدائے قوم پھرے بھیک مانگتے — ثروت میں ہمنے خوب گدائی کی سیر کی

محب کو اس سے محبت کی کیا توقع ہو
جو ایک بار ملاقات دو برس مین کرے

تیرے در تک جو کبھی میری رسائی ہوتی
آرزوے دل مایوس بر آئی ہوتی

ایک جلوے پہ مین اس بت کے تصدق کرتا
میرے قبضہ مین اگر ساری خدائی ہوتی

چہرہ شمس و قمر سے تو مین دیتا تشبیہ
رخ انور کی اگر ان مین صفائی ہوتی

بعد مردن تو نکلتی ہوس پابوسی
میری تربت ترے کوچے مین بنائی ہوتی

دانۂ خال کی تھی اس دل نادان مین ہوس
دام صیاد سے کس طرح رسائی ہوتی

مل گئے خاک مین ہم اور رہا تم کو حجاب
عاشقون کو کبھی صورت تو دکھائی ہوتی

جذب الفت سے محب دلکو خبر ہو جاتی
یاد میری اگر اس شوخ کو آئی ہوتی

حب ہم قوم دلون مین جو سمائی ہوتی
مردنی قوم کے چہرے پہ نہ چھائی ہوتی

بندشین صاف زبان صاف تو خود ہو جاتی
گر دماغون مین خیالون کی صفائی ہوتی

مرد و عورت ہی بہم ملکے ہین سالم انسان
عقل ہوتی تو نہ دونون مین جدائی ہوتی

قبضہ غیر مین جاتی نہ فلک سے ملتی
خلق کے دل مین عمارت جو بنائی ہوتی

نام کے واسطے لاکھون ہی کئے صرف تو کیا
بے غرض ایک سخاوت تو دکھائی ہوتی

شب دیجور سے دہ چند ہے تاریکی جہل
شمع تعلیم سر راہ جلائی ہوتی

کیا تمدن سے ہے پیارا کہ نہین زیست کا لطف
موت آتی تو بلاؤن سے رہائی ہوتی

سر سے پا تک ہون محب الم کی تصویر
کیا بگڑ تا جو یہ صورت نہ بنائی ہوتی

پردے مین اس طرف سے ہے کوئی شکل حور کی
پھیلی ہوئی ادھر ہے ضیا کوہ طور کی

دل مین ہین اور پھر بھی ہین پردے کی آڑ مین
ہے رسم ہم کو یاد سے نزدیک و دور کی

دیکھا ہے جب سے جلوۂ جاناں کو ایک بار — بھولے ہیں ہم کہانیاں موسے و طور کی

یارب شب فراق کی ہوتی ہے صبح کب — وحشت بڑھی ہوئی ہے دل ناصبور کی

جلوت میں بھی اٹھاتے ہیں خلوت کے ہم مزے — دل میں بسی ہوئی ہے جو صورت حضور کی

آتا ہے سوے گور غریباں وہ مست آج — حالت ہے ہر مزار میں روز نشور کی

اس شوخ کے وصال کی ہے آرزو محب

حاشا نہیں ہوس ہے مجھے حور و قصور کی

الفت میں کیفیت ہی شراب طہور کی — ناہم جئے تو دیکھ لے لذت سرور کی

دوزخ میں ڈال یا مجھے جنت میں بھیج دے — عاشق کو خوف نار نہ پروا ہے نور کی

دنیا کی بے ثباتیاں آتی ہیں سامنے — کرتے ہیں ہم کبھی جو زیارت قبور کی

اقبال و سلطنت میں ترقی ہو روز و شب — ہو عمر خضر عمر ہمارے حضور کی

ساری ترقیوں کی ہے جڑ الفت وطن — گر سوچئے تو بات بہت ہے یہ دور کی

تعلیم و تربیت سے تو ہر قوم بڑھ گئی — ہم راہ دیکھتے ہیں گھروں میں نشور کی

کیوں فکر عاقبت ہے محب دل کو شاد رکھ

اسکے کرم کی حد نہ ہمارے قصور کی

اس کی الفت جو محب دل میں چھپا رکھی ہے — سات پردوں میں شراب ہمنے لنڈھا رکھی ہے

دل میں ہے اس بت کافر کا تصور جو مدام — ہم سمجھتے ہیں کہ تصویر خدا رکھی ہے

چاہتے ہیں انہیں جب دل میں بلا لیتے ہیں — دل لگی کے لیے اک جو لگا رکھی ہے

دل کو ان تیر حوادث سے مفر کیونکر ہو — چرخ گرداں نے کماں اپنی چڑھا رکھی ہے

جلوۂ یار نے اک بار جھلک دکھلا کر — ایک بجلی مرے سینہ پہ گرا رکھی ہے

ہم سا عاشق کوئی ہوئے گا کہیں لے دنیا — روح اپنی تری خاطر سے ہٹا رکھی ہے

چھوڑ کر عشق خدا تیرے ہی خادم بنکر — عزت اپنی تری نظروں میں گھٹا رکھی ہے

ہمیشہ سے الفت کا بیمار وہ ہے

ہمارے ظلم سے ہم پر عذاب ایسے ہوئے
رہا مکان بھی نہ باقی خراب ایسے ہوئے

رہی نہ ایک بھی آبا کی ہم مین خو باقی
ہمارے ملک مین کچھ انقلاب ایسے ہوئے

امید ہی نہین ہم کو تو کامیابی کی
ہر ایک کام مین ناکامیاب ایسے ہوئے

ہمارے ملک کے فاقون سے مرگئے صناع
فرنگی ٹریڈ سے کیسر عذاب ایسے ہوئے

دکھا دیا رخ روشن ہزار پردون مین
وہ عاشقون سے کبھی بیحجاب ایسے ہوئے

دیا وظیفہ بھی کم اور نوکری چھینی
کوئی تو جرم تھا جس پر عذاب ایسے ہوئے

سبب نہ دین کے لائق نہ قابل دنیا
تمہارے عشق مین ہم تو خراب ایسے ہوئے

حقوق ملک خدا نے بھی کر لئے تسلیم
بروز عدل سوال و جواب ایسے ہوئے

قفس مین بند ہے عزت یہ پر بھی کٹنے پر
محب تباہ تو کیسر عذاب ایسے ہوئے

یہ باتین ہین اے نازنین ٹیڑھی سیدھی
زبان ہو نہ جائے کہین ٹیڑھی سیدھی

وہ جاپان جو ہے سب ہاتھی ہوا ہے
ہوئی روس کی دور بین ٹیڑھی سیدھی

نہ کیون منقلب حال اہل زمین ہو
کہ چلتی ہے چالین زمین ٹیڑھی سیدھی

یہ ہستی ہے منزل امید و خطر کی
کہین صاف راہین کہین ٹیڑھی سیدھی

بنایا ہے کیسر وہین تربیت نے
ہماری طبیعت نہین ٹیڑھی سیدھی

یہان آکے گمراہ کیون کر نہ ہوتے
کہ ہے راہ دنیا و دین ٹیڑھی سیدھی

سیدھی نہین حسن گر ہو کسی کی
طبیعت زبان اور جبین ٹیڑھی سیدھی

خم و پیچ کیون کر نہو کہکشان مین
کہ ہے راہ چرخ برین ٹیڑھی سیدھی

محب تیرے کہنے سے سیدھی نہ ہوگی
کہ ہے طبع اہل زمین ٹیڑھی سیدھی

رکم تجارت

خود پرستی سے تو اصنام پرستی اچھی | دام تذویر سے میخوار کی مستی اچھی

مفت خورشید فلک سب کو ضیا دیتا ہے | جنس تعلیم ہر اک ملک مین سستی اچھی

نگہ ناز پہ ابرو کا اشارہ تھا غضب | دل پہ اک اور لگی تیغ دو دستی اچھی

یون تو بے فائدہ جیتے ہین ہزارون انسان | فائدہ جس سے ہو دنیا کو وہ ہستی اچھی

خوب جی بھر کے شب ہجر مین رو لیتی ہین | بدلی راتون ہی کو ساون مین برستی اچھی

گر یہ فیشن ہی ترقی ہے تو ہم باز آئے | اس بلندی سے ہماری یہی پستی اچھی

نہ جہان علم کا چرچا ہو نہ اخلاق کی قدر | خاک ویرانے سے ہوتی ہے وہ بستی اچھی

جسم کا پست محب روح کا اعلیٰ ہے مقام
ان نمازون سے یہی عشق کی مستی اچھی

اب عدو ریز کچھ نہین کرتے | بات بھی تیز کچھ نہین کرتے

اپنے اہل وطن کا پاس و لحاظ | کیا یہ انگریز کچھ نہین کرتے

وائے قسمت کہ وہ بھی اب باتین | الفت آمیز کچھ نہین کرتے

غائت زندگی ہے خدمت قوم | حیرت انگیز کچھ نہین کرتے

خود ہین پیری مین تیز عمر کے گام | اسکو مہمیز کچھ نہین کرتے

قتل خون جتنا جہل کرتی ہے | اتنا خونریز کچھ نہین کرتے

زہر ہے یہ خوشامد و تعریف | اس سے پرہیز کچھ نہین کرتے

بڑھ گئین تم سے دور ہین تو ہین | اسپ کو تیز کچھ نہین کرتے

پڑھنے والے زمین پہ پڑھتے ہین | صاحب میز کچھ نہین کرتے

ہے محب سرد عشق کا بازار
آگ کو تیز کچھ نہین کرتے

خاک سایہ مین دل جلے بیٹھے | جل اٹھا جس شجر تلے بیٹھے

پرانداک عاشق و معشوق — دیر تک کب ملے جلے بیٹھے

اشک تنہا نہ چشم تر سے گرے — ساتھ اپنے وہ گھر ہی لے بیٹھے

شیشے ہو جاتے ہیں گر کے ہزار ٹکڑے — چھوڑتے ہیں وہ چٹکلے بیٹھے

نار صحرا نے پاؤں چوم لیے — قدم اٹھے تو آبلے بیٹھے

زیست کس لطف سے گزرتی ہے — یار سے تھے کبھی ملے بیٹھے

چھپ گیا پردہ افق میں مہر — شام کو وہ جو سر کھلے بیٹھے

گر کبھی منہ سے کچھ ہو تکرار — ہیں وہ کس بات پر تلے بیٹھے

علم وحشت کو وہ اڑاتا ہے — لڑکے مکتب میں چلبلے بیٹھے

اپنے اہل وطن سے نفرت ہے — اور غیروں میں ہیں گھلے بیٹھے

ناز کیا ایک دم کی ہستی پر — اٹھتے ہی اٹھتے بلبلے بیٹھے

جسم سے گرچہ دور ہیں وہ محب
ہیں مگر دل میں تو ملے بیٹھے

کبھی پردے سے گھبرا کر وہ یار بے نقاب نکلے — برائے حسرت دیدار دل کا مدعا نکلے

وہ کعبے سے پھر کر شیخ جاتے ہیں بت خانے — جنہیں ہم بت سمجھتے تھے وہی آخر خدا نکلے

نہ چھوٹے عمر بھر قید محبت سے ترے وحشی — تری زلف رسا کے پیچ و خم دام بلا نکلے

دیا سنگ دل ان کو مجھے بھی صبر دے یارب — اٹھاؤں سختیاں انکی تمنا ہے جفا نکلے

ہمیں تو ہجر کی شب سے بھی بڑھ کر تھی شب وصلت — رہے خاموش وہ بیٹھے بہت ہم سے خفا نکلے

نہ آئے قبر پر بھی وہ جنہیں دعویٰ تھا الفت کا — پس مردن ہمارے آشنا نا آشنا نکلے

مرے دشمن کی حیلہ سازی سے بھی چھوٹے گا نہ یہ دامن — جو دل سینے سے بھی نکلے تو کب دل سے وفا نکلے

جو دیکھے اک نظر تو حسن گل گریہ بلبل — ترے دل سے بھی آہ سرد ای باد صبا نکلے

تڑا کر بیڑیان قیدی ترے بھاگے تو کیا بھاگے اسیران اجل بھی کوچۂ قاتل مین آ نکلے

زبانِ عشق اسرار حقیقت کو اگر سمجھین تو ہر بت کی زبان سے صاف آواز خدا نکلے

وہ ہون افتادہ میری خاک بھی اُٹھ کر اگر چھو لے ترے کوچے سے دامن جھاڑتی بادِ صبا نکلے

نکالے کس طرح دل سے محبؔ تیری محبت کو
نہین ممکن خلا کیا خانۂ دل سے ہوا نکلے

کمسن ہین اور چاند سا چہرہ ابھی سے ہے عالم مین اُن کے حسن کا چرچا ابھی سے ہے

وعدہ ہے آئین گے وہ ہمارے مزار پر مل جائین خاک مین یہ تمنا ابھی سے ہے

رگ رگ پھڑک رہی ہے مری شوق قتل مین بسمل کا رقص اور تماشا ابھی سے ہے

روز فراق یار کی سنتے ہین ہم خبر پہلو مین بیقرار دل اپنا ابھی سے ہے

گھر مین خدا کے وہ بت ترسا بھی آئے گا رُخ عاشقون کا سوئے کلیسا ابھی سے ہے

ظاہر ہے ابتدا ہی سے انجام کار عشق عاشق تمہارا خلق مین رسوا ابھی سے ہے

تیرے خرام ناز نے مردے جلا دیے ہنگامہ روز حشر کا برپا ابھی سے ہے

گذرے شب وصال ہماری خوشی سے کیا روز فراق یار کا دھڑکا ابھی سے ہے

کیسی شب فراق کہان کی امید وصل پیغام قتل یار نے بھیجا ابھی سے ہے

پہنچے نہین ہین بال حسینون کے تا بدوش ان عاشقون کو زلف کا سودا ابھی سے ہے

برپا کرین گے حشر وہ عہد شباب مین فتنہ خرام ناز مین پیدا ابھی سے ہے

آغاز درد عشق چھپاتے ہو کیا محبؔ
چہرے سے آپکے یہ ہویدا ابھی سے ہے

رفاہ عام کا ہو کام دل کا مدعا نکلے زبان خلق سے ہر سون صدائے مرحبا نکلے

زبان پر ہے حکومت دل پہ کس کا زور چلتا ہے دل مظلوم سے کس طرح ظالم کو دعا نکلے

عبث تکلیف حورون کے لیے زاہد اُٹھاتے ہین — جو ڈھونڈین تو بتون کے زیر پا انکا خدا نکلے

دبے ہین خاک مین کتنے حسینان جہان یارب — ہزارون کاسۂ سر ہر قدم پر زیر پا نکلے

نکالین حوصلے دل کے ملے گر خدمتِ قومی — بہائین خون ناحق خواہش جور و جفا نکلے

تری تدبیر کیا کیا عقل تیری اور کیا قوت — کوئی بچتا بھی ہے ترکش سے جب تیر قضا نکلے

یہ تسبیح و مصلے چھوڑ دے وہ کام کر جس سے — دل مخلوق سے صدیون تری حق مین دعا نکلے

بتون کا عشق دل مین اور ہے ذکر خدا لب پر — جو میخانہ مین دیکھا رند یہ سب پارسا نکلے

جنون پردہ نشوان نہین جاتا دماغون سے — الٰہی اس مرض کی بھی کوئی اچھی دوا نکلے

حجاب ظاہری سے کیا نگاہین پاک ہوتی ہین — دلون مین شرم پیدا ہو جو مصنوعی حیا نکلے

نہ چھوڑا عمر بھر قید جفا سے بدگمان تو نے — ہوئی تفتیش جب قیدی ترے سب بے خطا نکلے

جو پڑھ لکھکر بھی اپنی عورتون کو قید رکھتے ہین — خلف وہ ناخلف نکلے وہ لایق ناسزا نکلے

لڑے ہر دیو سے پردے کی تن پر زخم کھا کھا کر
محب اس جنگ مین تم تو بڑے ہی سورما نکلے

ہم انکا ذکر کیون کر اُنکے یارون مین نکالینگے — زبان کا کام لیکن سب اشارون مین نکالینگے

ہوا نسلون کے باہم میل سے جب حسن خود پیدا — تو پھر داغ نسب کیا ماہ پارون مین نکالینگے

کلام حق جو توریت و زبور انجیل و قران ہین — تو پھر کیا اختلاف و فرق چارون مین نکالینگے

نفاقِ باہمی اس قوم کا معلوم ہے ہمکو — ہم اپنی جان کے دشمن بھی پیارون مین نکالینگے

ضرر اس حبس دائم کا **محب** سمجھین گے جب عاقل
وہ اپنی عورتون کو خود ہزارون مین نکالینگے

کم سن ہین ذوق عشق کا پیدا ابھی سے ہے — رنگ بہار تازہ ہویدا ابھی سے ہے

پردے کا عورتون کی تو چرچا ابھی سے ہے — جو ہونیوالا ہے وہ ہویدا ابھی سے ہے

بچپن میں لڑکیوں کے تو ہیں کھیلنے کے دن — پردہ میں بیٹھنے کا تقاضا ابھی سے ہے

لانیکو لب پہ ہم ہیں جو پڑے کی سختیاں — مجلس میں کچھ فساد سا برپا ابھی سے ہے

کیا کیا خدا ہی جانے اٹھائی ہیں ذلتیں — ہمدرد قوم خلق میں رسوا ابھی سے ہے

تعلیم و تربیت کا ہے بچوں کی کس کو شوق — سہرے کے دیکھنے کی تمنا ابھی سے ہے

ان مجلسوں سے کسکو ہے امید اتفاق — کچھ باہمی نفاق سا پیدا ابھی سے ہے

مجنوں کو شباب میں دیگا یہ درس عشق — ہر طفل حسن و ناز کا شیدا ابھی سے ہے

چھوڑیگی لیکو جان ہی اب جہل و کاہلی — چہرے سے قوم کے یہ ہویدا ابھی سے ہے

تعلیم قید نفس سے ازاد کیا کرے — سر میں غلام ہونے کا سودا ابھی سے ہے

لاتی ہے رنگ دیکھئے تقلید اور کیا — جلسوں میں دور ساغر و مینا ابھی سے ہے

چھوٹینگی قید و بند سے یہ عورتیں ضرور
تیرے محب خیال کا چرچا ابھی سے ہے

جانے کا نام منہ سے تیرے نکل نہ جائے — آنکھوں سے دیکھ میری چشمہ ابل نہ جائے

ہے دوست وہ ہمارا صحبت ہے دشمنوں کی — ڈر ہے مزاج اسکا ہم سے بدل نہ جائے

دل میں بھڑک رہی ہے کیا آتش محبت — دھڑکا ہی ہے ہردم یہ گھر بھی جل نہ جائے

تیر نظر تو مارا ابرو کا وار بھی ہو — صیاد صید تیرا گر کر سنبھل نہ جائے

بیمار ہجر تیرا کس کی کرے شکایت — سو بار گر بلائے تو بھی اجل نہ جائے

بدبخت اس غنی سے بڑھ کر کوئی نہ ہوگا — یورپ کے دیکھنے کو جو آجکل نہ جائے

مجلس میں جاہلوں کی کیا ہم زبان کھولیں — ڈر ہے یہی کہ باہم تلوار چل نہ جائے

ثابت قدم رہے گا پھر کامیاب ہوگا — ڈر ہے تمہارے سائل ٹالی سے ٹل نہ جائے

اس ضعف و لاغری میں کس بل ہی میں اپنے — ہو جائے راکھ جلکر رسی کا بل نہ جائے

میدان حریت میں آگے قدم نہ رکھنا — میٹھا ہے منہ کو کھولے اژدر نگل نہ جائے

گرچہ ہے سخت پردہ پھر بھی بڑا یہ ڈر ہے
اوڑکر قفس سے باہر چڑیا نکل نہ آئے

غفلت مین کیا پڑا ہے کر لے جو کچھ ہے کرنا
سر پر ہے گا کب تک خورشید ڈھل نہ جائے

پہلو مین میرے دل ہے یا طفل نا سمجھ ہے
ہے خوف ان بتون پر نادان مچل نہ جائے

چل راہ سر جھکا کر پاؤن کو بچا کر
پاؤن کے نیچے تیرے چیونٹی کچل نہ جائے

آتش بیانیان ہین تیری محب غضب کی
پتھر کا پھر کلیجا کیونکر پگھل نہ جائے

لوٹے نہین سیاہ یہ رخ پر نقاب سے
روشن ہین آفتاب پہ ٹکڑے سحاب کے

حیرت فزا ہین رنگ جہان خراب کے
ذرے مین انقلاب ہین سب آفتاب کے

لائق ہے ہر زمانہ کے عالم کو اسکے پاس
ممنون اہل علم نہ ہون کیون کتاب کے

اسکے کرم کی حد نہ ہمارے گناہ کی
پھر دغدغے فضول ہین روز حساب کے

آتا ہے آپ خود ہی بجھانے کو تشنگی
ہوتے ہین خوب گرم جو پہلو کباب کے

دندان شکن ہی دونگا نکیرین کو جواب
موقعے ملین کہین تو سوال و جواب کے

تجھسا کریم اور یہ بندون سے باز پرس
عادی ہین سود خوار حساب و کتاب کے

سیر و شکار سے نہ ہون کیون لیڈیان حسین
بڑھتے ہین دھوپ ہی مین تو پودے گلاب کے

مشکل پڑے تو صبر و تحمل سے کام لے
پڑتے نہین ہین راستے قدم اضطراب کے

سینہ مین سوز عشق ہے آنکھون مین اشک گرم
آتش مین پائے جاتے ہین قطرے بھی آب کے

ملتے ہین کسکو خبطی و مجنون کے خطاب
ہوتے ہین بوالہوس نہین لائق خطاب کے

نظرون کے سامنے ہی بدلتی ہین حالتین
دنیا کے ہست و نیست ہین دھوکے سراب کے

اے شیخ بعد مرگ وہان بھی ہو کوئی بات
وعدے بڑے بڑے تو یہان ہین ثواب کے

کب کودتے ہین بل پہ کسی کے زمانہ سنج
پابند شہسوار نہین ہین رکاب کے

دنیا مین لطف زیست محبت مین ہی محب

سب اپنے جا رہے ہیں جہان خراب کے

عجب تقریر واعظ ہے، ہر عاقل کو سکتا ہے / کسی پاگل کی بڑ ہے یا کوئی ہذیان بکتا ہے

گلا کیا غیر سے اپنے ہی ہوں جب دشمن جانی / سگ دیوانہ گھر والوں ہی پر پہلے لپکتا ہے

ترے مجنوں کو کیا ہے تیشۂ فرہاد کی حاجت / در و دیوار زنداں سے وہ اپنا سر پٹکتا ہے

جو اسلام و وطن پر اٹھ کے کستا ہے کمر اپنی / وہی نظروں میں نادانوں کی کانٹا سا کھٹکتا ہے

مے الفت یہ کس کی جوش زن ہے شیشۂ دل میں / کہ ہر دم چشم تر سے اشک کا ساغر چھلکتا ہے

کہاں کی سیر گلشن رشک جنت ہے کھنڈر اپنا / بہار آئی در و دیوار پر سبزہ لہکتا ہے

گل مضموں ہزاروں رنگ کے دل سے نکلتے ہیں / چٹک جاتے ہیں اہل بزم جب بلبل چہکتا ہے

تری تقریر بھی رندوں کی بڑ سے کم نہیں واعظ / مے نخوت بہت پی ہے جو تو اتنا بہکتا ہے

ترے بیمار فرقت کا خدا ہی حافظ و ناصر / لگی ہیں چھت سے آنکھیں نبض ساقط اور سکتا ہے

لئے سب عورتوں کے کام بھی اس مرد احمق نے / نہیں غیرت کہ عورت جنکی ناک میں مٹکتا ہے

بلندی پر پہنچ کر جو اٹھاتا ہے سر نخوت / زمیں پر مثل ثاقب آسماں اسکو پٹکتا ہے

نہیں ممکن پہنچیں گوشۂ تاریک میں کرنیں / علوم مغربی کا مہر مشرق میں چمکتا ہے

بڑھے ہے کس طرح سے آگے تمدن قوم جاہل کا / کہ اس گاڑی میں ہر ہر گام پر روڑا اٹکتا ہے

کھلے تھے پھول کچھ علم و عمل کے باغ عالم میں / جہاں اب تک انہیں پھولوں کی خوشبو سے مہکتا ہے

کھڑے ہیں ہم ترقی دیکھتے اسطرح غیروں کی / کہ جیسے کوئی حیرت سے کسی کے منہ کو تکتا ہے

نہ دیکھا تھا کبھی یہ انقلاب دہر آنکھوں سے / فلک کو بھی ہماری پستی و نکبت پہ سکتا ہے

بہار چند روزہ پر نہ پھول اے گل کہ ہے فانی / صدا اسے ماسوا دیتا ہے جب غنچہ چٹکتا ہے

یہ عشق کی آتش سے عالم کو کیا روشن / فلک پہ مہر ہے یا کوئی انگارا دہکتا ہے

خیال پختہ آسانی سے ڈھل جاتا ہے لفظوں میں / ٹپک پڑتا ہے خود شاخ شجر سے پھل جو پکتا ہے

تمہارے ہجر میں یہ ہے دل بیتاب کی حالت / کہ جیسے نو گرفتار قفس ہر دم پھڑکتا ہے

محب راز محبت کا چھپانا ہے بڑی مشکل
مے الفت ذرا سی پی کے تو اتنا بہکتا ہے

ترے سوا کوئی ہم آشنا نہین رکھتے
شریک عشق کوئی دوسرا نہین رکھتے

خدا کو چھوڑ کے بندون سے حاجتین مانگین
یہ لوگ وہ ہین جو کوئی خدا نہین رکھتے

کہین گے منہ پہ کھری بات شاہ ہو کہ گدا
زبان پہ لفظ درست و بجا نہین رکھتے

جو منہ سے کہتے ہین اسپر عمل بھی کرتے ہین
جرس کی طرح سے خالی صدا نہین رکھتے

دُر سخن ہین وہ نایاب ہم گداؤن کے پاس
کہ شاہ بھی یہ در بے بہا نہین رکھتے

تمہارے حسن کے جلوے ہین چاند سورج مین
وگرنہ خود یہ کوئی بھی ضیا نہین رکھتے

نماز و روزہ و حج و زکات ہیچ ہین سب
جو ہم قناعت و صبر و رضا نہین رکھتے

ہر ایک درد کا دنیا مین ہے علاج مگر
مریض عشق امید شفا نہین رکھتے

متاع علم سے ہے جنکے مالدار جہان
وہ گھر مین کچھ بھی بجز بوریا نہین رکھتے

بغیر عشق و محبت نہین ہے لطف حیات
وہ خاک جیتے ہین جو آشنا نہین رکھتے

کیا ہے صبر و قناعت نے انکو مالامال
غرض کسی سے بھی تیرے گدا نہین رکھتے

خدا کی دین ہے یہ بھی محبت و الفت
وگرنہ شاہ بھی گنج وفا نہین رکھتے

خدا و خلق سے آتی نہین ہے انکو شرم
جو اپنے آپ سے شرم و حیا نہین رکھتے

قلوب زہد مین کب عشق یار ہو پیدا
یہ وہ کرے ہین جو آب و ہوا نہین رکھتے

جو عدل دوست سمجھتے ہین ظلم پردہ ہند
وہ عورتون پہ ستم یہ روا نہین رکھتے

بجا ہے خاک شفا مل رہا ہے آب شفا
یہ اسپتال غلط ہے دوا نہین رکھتے

نہین ہے کام امیرون سے ہم فقیرونکو
خدا نے دی ہو قناعت تو کیا نہین رکھتے

نفاق و بغض و حسد کے جو جانتے ہین ضرر
وہ دشمنون کو بھی اپنے خفا نہین رکھتے

ترے سوا نہین دل مین کسی کی گنجایش
ہم اہل قبلہ ہین ہم دو خدا نہین رکھتے

بتون مین زاہدو! سب شان کبریائی ہے — خدا کی طرح سے یہ بھی وفا نہین رکھتے

شب فراق مین مرنے کی آرزو ہے مگر — ہم اپنے بس مین حیات و قضا نہین رکھتے

بغیر علم چمکتے نہین ہین جوہر عقل — وہ سنگ آئینے ہین جو جلا نہین رکھتے

محب خدا سے لگا دل کو ان بتون سے ہٹا
یہ وہ حسین ہین جو مہر و وفا نہین رکھتے

سر جو کاٹا شمع کا ہے کیا خطا گلگیر کی — سرکشی ہے جرم تھی وہ مستحق تعزیر کی

ہاتھ مین انسان کے انسان کی قسمت ہے آہ — ملک کے قانون سی چلتی ہے کچھ تقدیر کی

جانتے تھے جن کو ناممکن وہ ہین اب سہل کام — دیکھ لی آنکھون سے قوت آپ نے تدبیر کی

سب کی نظرون مین ذلیل و خوار ہو جائیگی قوم — تربیت مین عورتون کی ہے اگر تاخیر کی

حامیان پردہ کے بھی سخت دل اب نرم ہین — کچھ تو پتھر مین ہماری آہ نے تاثیر کی

قتل انسان سے بھی بڑھ کر جرم ہے قتل خیال — چھینئے ہرگز نہ آزادی کبھی تحریر کی

جو مرید نفس ہو پیری مین بھی مثل جوان — کیا مریدی کیجئے اس بندۂ زر پیر کی

بادشاہون کی حکومت ہے ہمارے جسم پر — اور قائم ہے دلون پر سلطنت تقریر کی

مدرسے بنوا کہ قائم ہو بنائے دین حق — کیا ضرورت مقبرون کی آج کل تعمیر کی

قوم وہ لاریب وحشی ہے نہین ہے جسمین قدر — شاعری کی علم موسیقی کی اور تصویر کی

ہے کمان کے سر جھکانے کا کسی پر کچھ اثر — دل مین کرتی ہے جگہ وہ راستی ہے تیر کی

داغ ہوتے ہین نمایان جس قدر بڑھتا ہے ماہ — ہے کمال اوج ملت نقص سے تشہیر کی

ہے زبان کی تیغ مین لاکھون ہی شمشیرون کا کاٹ — جو نہ لشکر سے ہو وہ قوت مین ہے تقریر کی

رسم پردہ کیا ترے ہاتھون سے ٹوٹے گی محب
ہر کڑی فولاد ہے اس رسم کی زنجیر کی

کون یہ پردے مین ہے کس شوخ کی آواز ہے — جسکی باتون سے عیان حسن و ادا و ناز ہے

روٹھ جاتے ہین کبھی ملتے ہین لڑتے ہین کبھی — ان حسینون کی محبت کا عجب انداز ہے

کیسی آزادی غلام نفس کی کیا حریت — کون ہے آزاد جب تک دل مین حرص و آز ہے

تیرے کوچے کے گدا ہین نئی کچھ راستے — شام کو عاشق گدا ہے صبح کو بزاز ہے

عشق کی سوزش نے پیدا کردیا سوز و گداز — اب تو رگ رگ مین مرے آواز تار ساز ہے

قوم مردہ کو جلا دیتے ہین اپنے علم سے — ایک یہ ادنی اسا اہل علم کا اعجاز ہے

یاد آئین گی ہماری بھی کبھی غمخواریان — گو زمانہ آج کل اپنا بڑا غماز ہے

زاہدون کی طرح چھپکر گوشۂ مسجد مین پی — ڈر نہ دوزخ سے در توبہ تو ہر دم باز ہے

اختر و شمس و قمر کی سیر ہے ادنی سی بات — طائر فکر رسا کی بھی عجب پرواز ہے

دہوم تھی جنکے تمدن اور نظم و نثر کی — وہ کہان بغداد و بصرہ ہی کہان شیراز ہے

بیلے امید نفع کرنا خدمت اہل وطن — سارے اخلاق و مذاہب کا یہی اک راز ہے

بات تو ادنی سی ہے لیکن بتا مین فلسفی — کیا تکلم کیا سماعت اور کیا آواز ہے

خاندان و نسل پہ ناداں کو ہے فخر و ناز — اور دانا کو فقط علم و ہنر پہ ناز ہے

فائدہ کیا عقد سے ازواج ہون جب بے وفا — ان نکاحون سے تو بہتر ازدواج مجاز ہے

ابتدا و انتہا دو ہین اضافی حالتین — ورنہ ہے انجام کوئی اور نہ کچھ آغاز ہے

خود بخود دل مین خیال یار آتا ہے **محب**

کنج خلوت مین ہمارا ایک یہ دمساز ہے

کھلے ہین پھول گلشن کی ہوا کچھ اور کہتی ہے — گلون کے کان مین باد صبا کچھ اور کہتی ہے

حقیقت کیا ہے اس عالم کی کچھ کھلتا نہین یارب — فنا کچھ اور کہتی ہے بقا کچھ اور کہتی ہے

بنائین تیوری کی صورت تو کب چھپتی محبت ہے — نگہ کچھ اور کہتی ہے ادا کچھ اور کہتی ہے

نہ گھبرا بلبل نالان گلون کی خشکی لب سے — ہوا بدلی ہے ساون کی گھٹا کچھ اور کہتی ہے

نہ جا غیرون کے کہنے پر بغیر تجربہ ہرگز — کبھی اچھون کو بھی خلق خدا کچھ اور کہتی ہے

بجز صبر و رضا کیا کیجیے اس شوخ کا شکوہ — جفا کچھ اور کہتی ہے وفا کچھ اور کہتی ہے
جہان بدلا نہ بدلے ہم رہے اک حال پر قایم — مگر اب تو زمانہ کی ہوا کچھ اور کہتی ہے
جدہر دیکھو اُدھر ہین علم و فضل و قوم کے چرچے — سماں بدلا ہے مغرب کی ہوا کچھ اور کہتی ہے
ادہر مہر و محبت ہے ادہر قہر و غضب اسکا — جزا کچھ اور کہتی ہے سزا کچھ اور کہتی ہے
ترے بیمار ہجران کی بیان کیا کیجیے حالت — دوا کچھ اور کہتی ہے قضا کچھ اور کہتی ہے
زمانہ نے بہت پیسا فلک نے بھی بہت روندا — دلِ خستہ سے تائید خدا کچھ اور کہتی ہے

بہت جھاڑین نہ چھوٹے گا غبار راہ دامن سے
محب کی خاک بھی لعدنست کچھ اور کہتی ہے

عشق کا اُس بت عیار کے دعویٰ کیا ہے — حضرت دل ابھی آفات کو دیکھا کیا ہے
ہے تصور مین وہی دل مین وہی آنکھون مین — اور پھر یار سے ملنے کی تمنا کیا ہے
ہجر مین مرتا ہون پھر وصل مین جی اُٹھتا ہون — موت کا زیست کا اللہ یہ جھگڑا کیا ہے
سجدہ کرتے ہین قدم رکھتا ہے وہ بت جس جا — سجدہ گاہین نہین پھر نقش کف پا کیا ہے
اپنے ہی آپ کے عاشق ہین نہین غیر کوئی — روے معشوق سے کیا یہ دل شیدا کیا ہے
کون معشوق ہے یہ جلوہ گری ہے کس کی — اتنے اظہار پہ پھر راز کا اخفا کیا ہے
ہجر مین وصل کی امید سے کیون اتنی خوشی — دل ناشاد امیدون کا دلاسا کیا ہے
شادیانے کہین بجتے ہین کہین ہے ماتم — شادی و غم کا یہ دن رات تماشا کیا ہے
جان دین اُس پہ تو ہم ہو وہ فدا غیرون پر — ہے مقدر کا گلا یار کا شکوہ کیا ہے
چھپنا عاشق ہی سے ہے خاص ادا یہ بھی ایک — سامنے سب کے ہین پھر آپ کا پردا کیا ہے
آپ سچے سہی اور میرا گمان بھی بے جا — غیر سے آپکی الفت کا یہ چرچا کیا ہے
دونون عالم مین اگر تو نہین ہر شے مین محیط — پھر یہ الفت تری ہر دل مین خدایا کیا ہے
تیرے وعدے بھی وہ وعدے ہین نہین جنکو قرار — اور پھر زیست کا خود اپنی بھروسا کیا ہے

چشم تر لب پہ فغاں ضعف بدن درد جگر | حال بیمار غم ہجر کا اچھا کیا ہے
تم رقیبوں میں رہو خوش ہمیں مر جانے دو | پرسش حالت بیمار مسیحا کیا ہے
ہم پہ کیا گزری شب ہجر میں کیا تم کو خبر | نیم بسمل کا دم ذبح تڑپنا کیا ہے

عشق میں مرضی معشوق مقدم ہے محب
وصل کا یار پہ ہر بار تقاضا کیا ہے

جس بت کی محبت نے ملایا ہے خدا سے | کیوں اسکی پرستش نہ کریں صدق و صفا سے
اس بت میں ہے سب شان جمالی و جلالی | سجدہ اسے کرتے ہیں جو واقف ہیں خدا سے
راحت ہے نہاں درد میں صحت میں مصیبت | نفرت ہے مرض سے نہ ہمیں کام دوا سے
وہ لطف ملا درد محبت میں کہ اب تو | ہم ہاتھ اٹھا بیٹھے ہیں تدبیر شفا سے
گھبرا نہ جدائی سے کہ اک دن سحر وصل | ہو جائیگی پیدا شب ہجراں کی بلا سے
عالم تہ و بالا دم رفتار ہے قاتل | ہنگامۂ محشر ہے تری ایک ادا سے
ہر بات نکلتی ہے جو منہ سے نہیں مٹتی | ذی ہوش پہ ثابت ہے یہ گنبد کی صدا سے
جب اسکی جفاؤں میں بھی الطاف و کرم ہیں | خوش کیوں نہ ہوں پھر یار کی ہم جور و جفا سے
آنکھیں تری تلوں سے ملیں خواب میں اتنی | زردی مرے چہرے کی گئی رنگ حنا سے
اتنی ہی تمنا ہے کہ خلوت میں جو پاؤں | آنکھوں کو ملوں آپکے نازک کف پا سے
کب ہوش رہا یار کو بے پردہ جو دیکھا | اچھا ہے کہ پردہ رہے اس ہوش ربا سے
خود اپنے ارادے پہ بھی قابو نہیں اپنا | بھاگیں جو کہیں اور ہوں نزدیک قضا سے
اس شوخ کی رنجش بھی نہیں پیار سے خالی | دل میں تو ہیں خوش اور بظاہر ہیں خفا سے
اس گل کے پسینے کی تو خوشبو کبھی لاتی | اتنا بھی ہمارا نہ ہوا کام صبا سے
برسوں میں نہ ہوتا وہ کیا عشق نے دم میں | ہم چھوٹ گئے نفس کی سب حرص و ہوا سے
ہے عشق تو مذہب مرا معشوق ہے قبلہ | کیا کام کسی شیخ سے اور راہنما سے

اپنی کوئی خواہش نہیں جز مرضی دلدار | پابند مشیت ہیں نہیں کام دعا سے
ہر رنج میں ہے صبر و تحمل سے ہمیں کام | لڑتے ہی لڑائی نہیں تقدیر و قضا سے

ہے کفر محبت میں محب غیر سے الفت
مشرک نہیں رکھوں جو غرض غیر خدا سے

زیست ہر دم قضا سے لڑتی ہے | شمع روشن ہوا سے لڑتی ہے
کام آتی نہیں وفا اُس وقت | آنکھ جب بیوفا سے لڑتی ہے
کیا شفا کی مریضِ غم کو اُمید | جب طبیعت دوا سے لڑتی ہے
دم میں آیا شباب دم میں گیا | عمر باد صبا سے لڑتی ہے
دار ہوتے ہیں اور سخت کہ جب | عقل انسان قضا سے لڑتی ہے
ہم لڑاتے نہیں بتوں سے آنکھ | خود وہ حکم خدا سے لڑتی ہے
دل کے لینے کو چشم عاشق سے | آنکھ کس کس ادا سے لڑتی ہے
صبر ہے انتقام سے بہتر | کیوں طبیعت جفا سے لڑتی ہے
خواب میں اُسکے دیکھ کر تلوے | آنکھ رنگ حنا سے لڑتی ہے
تاکہ ملجائے اُسکے گھر کا نشان | چشم ہر نقش پا سے لڑتی ہے
مانگیے کیا دعا کہ خود تقدیر | نا مقدر دعا سے لڑتی ہے
کیا ضرورت ہے ہمکو لڑنے کی | راستی خود دغا سے لڑتی ہے
جس طبیعت میں خطرتاً ہے فساد | وہ تو ما ما ہوا سے لڑتی ہے

ہجر میں خواہش وصال محب
آرزو کیا قضا سے لڑتی ہے

بس کسی کا اپنے دل پر گر چلے | کوچۂ الفت کو کترا کر چلے
چشم سے جاری ہیں میرے اشک غم | خود نکلکر سیپ سے گوہر چلے

ہر قدم پر تیرے گھر کی راہ مین ٹھوکرین کھاتے ہوے رہبر چلے
بے محبت کے زمین شعر مین بے تکلے بکتے ہوئے شاعر چلے
رنج و غم سے کیا ملے ہم کو نجات زخم پھر تازے ہوی جب پھر چلے
دونون عالم کے کئے سیر و سفر عمر بھر ہم اپنے ہی اندر چلے
آرزو یہہ ہے کہ قاتل بعد قتل تیرے قدمون سے لپٹ کر سر چلے
بادۂ الفت مین ہے دائم سرور دم نکلنے تک یہی ساغر چلے
تیرے عاشق کا مکان لاہوت ہے دونون عالم سے بھی ہم باہر چلے
عمر کھوئی جمع کر کے مال و زر جب قضا آئی تو خود بے پر چلے
شکر ہے کام آئی اپنی زیست کچھ سنگ آزادی نسوان دہر سے چلے
دل کی قوت باطنی بڑھنے لگی جب حواس ظاہری سب مر چلے
تھا ولی اللہ مین اپنا مقام اس چمن کی سیر کر کے گھر چلے
دونون عالم کا تماشا ہم مین ہے دیکھئے کس چیز کو باہر چلے

ہجر مین کیا لطف جینے کا محب
زندگی مر مر کے پوری کر چلے

مری نظر مین ہے قاتل کی ہر ادا اچھی وفا سے غیر سے بے انتہا جفا اچھی
ہمارے خط وہ رقیبون کو دیکھے کہتے ہین خیال خوب ہے طرز بیان ادا اچھی
مریض ہجر کو کیا ہو علاج سے صحت جو موت آئے تو سمجھو کہ ہے دوا اچھی
نہین ہے قابل برداشت صحبت بد خلق بری ہو شکل تو ہو خوئے آشنا اچھی
تری جفاؤن مین لذت ہمین کو ملتی ہے یہ دل لگی نہین غیرون سے دلربا اچھی
بغیر کفر کے اسلام کا وجود کہان ہر ایک راہ جہان مین ہے رہنما اچھی
ہمارا خون تمنا گر اس مین شامل ہو تو پھر کھلے کف پا مین ترے حنا اچھی

بتون مین شان جمالی کہین جلالی ہے — ہر ایک رنگ مین ہے صورت خدا اچھی

بقاے نام کا نادان خیال باطل ہے — خودی مٹا کہ یہی سب سے ہے بقا اچھی

کہان نصیب کہ مرنے سے پہلے مر جائین — ہزار عمر سے دم بھر کی یہ فنا اچھی

وہ بے رخی تری گویا کہ آشنا ہی نہ تھا — بری ہے کون سی یہ بھی ہے اک ادا اچھی

بری ہے حرص جو دنیا کے مال و جاہ مین ہو — ترے وصال کی سب حرص سب ہوا اچھی

مصیبتون کو برا جانئے بجا ہے یہ غم ہے — سمجھ یہ دل مین کہ خواہش سے ہے قضا اچھی

بغیر یار کے کیا اس چمن مین دل خوش ہو — ہزار خوب ہون گل اور ہو ہوا اچھی

پڑا نہین مجھ سے رقیبون کے خط قیامت ہے — یہ التفات کے پہلو مین ہے جفا اچھی

اگرچہ تلخ بہت ہے محبت الفت

غم جہان کے لئے ہے یہی دوا اچھی

تمہارا لطف تو ہے خاص و عام سب کے لئے — ہمین ہین ایک مگر رنجش و غضب کے لئے

وصال کی دل بیتاب نے بھی خواہش کی — سزا ضرور ہے اس شوخ بے ادب کے لئے

یہ مال و جاہ یہ حور و قصور سب ہین فضول — بس ایک یار کوئی ہو غم و طرب کے لئے

وہی ہے ہستی مطلق مسبب اور سبب — تصنع عقل مگر فلسفی سبب کے لئے

جو قہر حق سے دو عالم مین چاہتا ہے نجات — تو آب حلم کو رکھ آتش غضب کے لئے

بڑے ہین جو بخل و دنائت مین غیر فخر ہے کیا — بہادری و سخاوت تو ہے عرب کے لئے

غرور و فخر تو ہے ایک امر شیطانی — یہ جان دیتے ہین پھر کیون حسب نسب کے لئے

ربوبیت ہے یہی نیک و بد مین ہو نہ تمیز — خصوصیت نہین زیبا کرم مین رب کے لئے

ہزار ہا ترے در تک ہین مختلف راہین — نہین ہے ایک کوئی خاص بے ادب کے لئے

ملے جو یار تو کیجے خوشامد اس کی محب

یہی ہے ایک دوا رنج سب لے سبب کی لئے

چھپے پردے مین سب سے رونمائی کی تو ہمنے کی — گلون مین رنگ ہو کر دلربائی کی تو ہمنے کی

پھرے تم ساتھ غیرون کی تو سب کو چھوڑ ہم بیٹھے — وفا کی آپ نے اور بے وفائی کی تو ہمنے کی

نہ چھوڑا خانۂ دل مین خیال غیر تک باقی — بھرے گھر کی تری خاطر صفائی کی تو ہمنے کی

نہین کرتا ہے قہر و مہر ہم پر بے سبب کوئی — برائی کی تو ہمنے کی بھلائی کی تو ہمنے کی

ہمین مین پردہ دار حضرت حق ظاہر و باطن — جو سچ پوچھو تو عالم مین خدائی کی تو ہمنے کی

ہمین ہادی ہمین شیطان ہمین ہین آیۂ رحمت — جو بہکایا تو ہمنے رہنمائی کی تو ہمنے کی

امارت اور نکبت حالتین دونون ہماری ہین — جو شاہی کی تو ہمنے کی گدائی کی تو ہمنے کی

ہمین مشکل کشا ہین وقت مشکل کام آتے ہین — جہان مین ہر زمان حاجت روائی کی تو ہمنے کی

بہت آسان ہے ترغیبون سے بچنا کنج عزلت مین — مگر رندی مین زاہد پارسائی کی تو ہمنے کی

قناعت وہ غنا ہے جسکے آگے سلطنت کیا ہے — غنی ہو کر ترے در کی گدائی کی تو ہمنے کی

رقیبون کے گلے مین ہاتھ ہین اور ہمسے پردہ ہے — بتاؤ تو سہی یہ کج ادائی کی تو ہمنے کی

گلا کیا کیجئے فرقت کی ان کالی بلاؤن کا — تری زلف سیہ سے آشنائی کی تو ہمنے کی

ترے در پر بت کافر نہایت خاکساری سے — خدا کا گھر سمجھ کر جبہہ سائی کی تو ہمنے کی

ہوا وہ بدگمان اظہار الفت سے **محب** آخر
محبت مین عبث یہ خود نمائی کی تو ہمنے کی

تجھسے ملنے کی غرض میری نظر مین اور ہے — میری جانب سے گمان کچھ تیرے سر مین اور ہے

جو نہ سمجھے تجھکو وہ تیرتھ کو یا کعبہ کو جائے — چومنا تیرے قدم کو رہ گذر مین اور ہے

خیر و شر دونون ہین اک امر اضافی لازمی — فائدہ ہے خیر مین کچھ اور شر مین اور ہے

اختلاف قابلیت ہے وراثت کے خلاف — ہے پدر مین اور کچھ لیکن پسر مین اور ہے

تیری الفت غیر کو ہوتی نہ ہوتا تندرست — حالت اعضائے تن درد جگر مین اور ہے

مین برا ہون غیر کی نظرون مین اسکا غم نہین — شکر ہے صورت مری اسکی نظر مین اور ہے

بہت ترجیح جو غیر اللہ سے رکھین مین کام — لطف عاشق کو ترے خوف و خطر مین اور ہے

مال و دولت جاہ و حشمت مین ہزارون نقص ہین — زور بازو سے خدا لیے بال و پر مین اور ہے

حسن مین ہوتا ہے دل فریبی چار دن کی تنک ہین — دائمی وابستگی علم و ہنر مین اور ہے

وہ خوشی تھی وصل وہ رنج جدائی الحذر — شام کو تھا کچھ سمان لیکن سحر مین اور ہے

دید کے قابل ہے وہ عالم جو اپنے دل مین ہے — کچھ سیاحت کا مزا اس بحر و بر مین اور ہے

سیر سے رہنے سے ہوئی تازہ دل پژمردگان — اور ہے باران مین قوت چشم تر مین اور ہے

اس سراپا حسن کے اعضا ہین سانچے مین ڈھلے — کچھ تناسب اعتدال اسکی کمر مین اور ہے

وصل کے وعدہ سے کر دیتے ہین دل کو خوش کبھی — نامہ بر تاثیر اس جھوٹی خبر مین اور ہے

یون تو ہر شے دم بدم تسبیح کرتی ہے مگر — قابلیت حمد باری کی بشر مین اور ہے

مین ہون بیمار محبت مرگ ہے میری دوا — سم بظاہر تلخ ہے لیکن اثر مین اور ہے

ہے دوئی مین شرک واعظ توبہ کر اسلام لا — عرش پر ہے وہ تو کیا دیوار و در مین اور ہے

حشر مین ملنے کا وعدہ ہے مرنے کی خوشی — ایک یہ باقی خیال خام سر مین اور ہے

جو ترے پہلو مین ہے اسکے لئے بھی ہے رقیب — ہو بہو ایسی ہی صورت میری گھر مین اور ہے

جان جاتی ہے محبت مین تو غم کیا ہے محب
نفع ہم کو سو طرح کا اس ضرر مین اور ہے

تمہاری یاد ہی مین دم نکل جائے عجب کیا ہے — مریض ہجر کی حالت سنبھل جائے عجب کیا ہے

قرار آتا ہے دل کو ہجر مین تیرے تصور سے — تری تصویر ہی سے دل بہل جائے عجب کیا ہے

دل بیتاب سے جھوٹے ہی وعدہ مین ہے کیا نقصان — تمہارے دم دلاسے سے سنبھل جائے عجب کیا ہے

جو دیکھو تمہاری موہنی صورت کا ہے عاشق — ہمارا بھی دل نادان مچل جائے عجب کیا ہے

عجب تاثیر ہے نظرون مین تیری او بت پرفن — دل فولاد بھی دم مین پگھل جائے عجب کیا ہے

شب ہجران کی وہ کالی بھیانک شکل وہ رنگت — دل رستم بھی دہشت سے دہل جائے عجب کیا ہے

کہاں تک دیکھیے تسکین قرار آتا نہیں دل کو
تڑپ کر جان سینہ سے نکل جائے عجب کیا ہے

جونہی وصل سے جب اس دل وہ میں جان آئی
غم ہجران سے گر صورت بدل جائے عجب کیا ہے

ذرا دیکھو ڈبویا شہر کو سیلاب موسیٰ نے
مری آنکھوں کا چشمہ گر ابل جائے عجب کیا ہے

حرارت عشق کی اس آگ سے سو چند ہی بڑھ کر
دل عاشق تپ ہجران سے جل جائے عجب کیا ہے

محبت سے دل وحشی بھی دم میں رام ہوتے ہیں
ہمارا سحر الفت تجھ پہ چل جائے عجب کیا ہے

محبت میں محب ہے حضرت محبوب بنتے ہیں
تری زلف سیہ کا ہم سے مل جائے عجب کیا ہے

کیا مزا ہستی کا تھا جب آپ تنہائی میں تھے
ہم نہ تھے تو آپ بھی گمنام دانائی میں تھے

ہم نگاہ غیر کے ہوتے تھے صدقے بار بار
تم جہاں مشغول شب کو محفل آرائی میں تھے

حشر کے دن سب کو فکر اپنی بخشائش کی تھیں
عاشقان روئے جاناں بادہ پیمائی میں تھے

لاکھ سر مارا حقیقت کو نہ پہنچے فلسفی
دوربین و خوردبین کی نقص بینائی میں تھے

تھی جدائی میں کسی پردہ نشین کی بیقرار
میرے ہی نالوں کو سب انداز شہنائی میں تھے

تو جدھر بن ٹھن کے نکلا قتل لاکھوں ہو گئے
حشر کے فتنے تری ہر طرز زیبائی میں تھے

میں برنگ آئینہ تکتا رہا صورت مگر
آپ خلوت میں بھی اپنی محو رعنائی میں تھے

انقلاب دھر کو دیکھا تو یہ ہم پر کھلا
رنگ کچھ تیری ادا کے چرخ مینائی میں تھے

کوہکن۔ فرہاد و مجنون کا میں وارث کیوں نہ ہوں
عشق کی اسباب سب جاگیر آبائی میں تھے

تھا ادب مانع جو کہتے درد دل اُن سے عجب
بارہا خوش قسمتی سے پاس تنہائی میں تھے

بیٹھے ہیں ترک عالم امکان سے کئے ہوئے
دل میں خیال صورت جانان کئے ہوئے

جاتے ہیں آج منزل ہستی سے گور میں
دل میں ہزار وصل کے ارمان کئے ہوئے

بیٹھے ہیں رخ دکھا کے وہ پردے کی آڑ میں
عالم کو مثل آئینہ حیران کئے ہوئے

گل پوچھتے نہ تجھے جسے مرتے پہ اُسکے آج　　بیٹھے ہیں تُربت پہ بال پریشان کئے ہوئے

تجھ سا ملا نہ ایک بھی گل باغ دہر میں　　بیٹھے ہیں ہم تو سیر گلستان کئے ہوئے

وقت اخیر دل سے وہ نکلے گا کسطرح　　گذری ہے عمر یار کو مہمان کئے ہوئے

جاتے ہیں پاس غیر کے کس اضطراب سے　　میری طرف ہی منہ پہ وہ داماں کئے ہوئے

جاتا ہے کس طرف کو وہ مست خرام ناز　　آبادیوں کو دشت و بیابان کئے ہوئے

ہم بھی تو یاد وصل دلاتے رہیں اُسے کبھی　　مدت ہوئی ہے یار کو پیمان کئے ہوئے

محرم وہم آپ کیجئے پابوس کیجئے　　جاتے نہیں ہیں وصل کا ارمان کئے ہوئے

بزم رقیب میں وہ بلاتے ہیں مجھ کو آج　　بیٹھے ہیں میرے قتل کا سامان کئے ہوئے

جاتے ہیں دیر و کعبہ و مسجد میں ہم محب
دل میں خیال یار کو پنہان کئے ہوئے

ملتے نہیں کہہ دیتے ہیں اب کام بہت ہے　　ہاں سلسلۂ نام و پیغام بہت ہے

پہنچے جو قریب اُسکے وہ جانے تپش مہر　　رخسار کا جلوہ بھی تہِ بام بہت ہے

دیدار کی خواہش سے تڑپتے رہے برسوں　　چھوڑی یہ تمنا تو اب آرام بہت ہے

تھی وصل کی امید تو تھا جوش غزل میں　　ہر کام میں پست اب دل ناکام بہت ہے

بس ہاتھ سے اُس ساقی مہوش کو شب ماہ　　تھوڑی سی مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے

بوڑھے ہوں جوانوں پہ جو عاشق تو عجب کیا　　پیری میں یہ سچ ہے طمع خام بہت ہے

ہو نفس جو آزاد تو خطرے ہیں ہزاروں　　آرام کو پوچھو تو تہِ دام بہت ہے

سمجھے تھے ترے عشق کو آسان غلط تھا　　ہم کو تو اب اندیشۂ انجام بہت ہے

حیوان قناعت سے بچے فکر جہان سے　　انسانوں کو فکر سحر و شام بہت ہے

بدنامی و شہرت ہیں اُسی ایک کی شانیں　　سمجھو نہ برا اُسکو جو بدنام بہت ہے

کیا رشک محب غیر کو جتنی وہ پلائے

ہم کو بھی عنایت ہو تو اک جام بہت ہے

حالت بری ہے اب تو دل ناصبور کی
مر جائین گے یہی ہے جو مرضی حضور کی

جز حق نہین ہے اور کوئی اس جہان مین
آئی یہ میرے کان مین آواز صور کی

اس شعلہ رو کے عشق مین جب سے جلا ہون مین
دلمین جو دیکھتا ہون تجلی ہے طور کی

آتین کہان عدم سے جہان مین یہ صورتین
ہوتی اگر نہ یار کو خواہش ظہور کی

چکوا مرے تو زیست ہی چکوی کی بھی محال
انسان مین کہان ہے محبت طیور کی

الفت وہی ہے جسمین کہ دو دل ہون ملکر ایک
جسمون کو میل جول سے نسبت ہے دور کی

بزم رقیب مین جو گیا دیکھتا ہون کیا
پردے مین ایک شکل سراپا ہے نور کی

نکلے کبھی تو حسرت پابوسی رکاب
آجاے میرے گھر مین سواری حضور کی

کیون دل تڑپ رہا ہے مرا آج بے سبب
بھولے سے یاد آپ نے میری ضرور کی

معیار حسن ایک نہین ہے نظر مین فرق
دل جسپہ ہو فدا وہی صورت ہے حور کی

تھا وعدۂ وصال بھی اک دلگی محب
آئیگا وہ سمجھ مین کسی ذی شعور کی

دم آخر ہی جو صورت کا نظارا کرتے
صحبت حور نہ جنت مین گوارا کرتے

کشتہ چشم سے منہ پھیر کے وہ جاتے ہین
اس طرف بھی نگہ ناز خدا را کرتے

بوسۂ پاے حنائی بھی جو لیتا تو رقیب
تیرے قدمون پہ وہین خون ہمارا کرتے

خاطر غیر سے محفل مین نہ دی راہ مجھے
کچھ تو دیرینہ محبت کا مدارا کرتے

جانتے گر کہ نکل جائیگی اسکی الفت
تجھکو ہم اے دل ناشاد دو پارا کرتے

تمکو زیبا تھا کیا راز ہمارا افشا
شکوہ ہم غیر سے کسطرح تمہارا کرتے

آپ دیتے تو نہین یہ حکم قناعت کا ہمین
ایک بوسہ ہی جو ملتا تو گوارا کرتے

خواہش وصل کو چھوڑا جو خفا آپ ہوئے
خاطر یار سے مرنا بھی گوارا کرتے

جانتے پہلے ہی گر آخر کار الفت مجھ سے ہم او بت عیار کنارا کرتے
تیری صورت کو ترستی ہیں ہماری آنکھیں تو جو آتا تو کبھی ہم بھی نظارا کرتے

نزع میں چھوڑ کے جاتے ہیں محب کو اپنے
کچھ علاجِ دل بیمار خدارا کرتے

دل آپ پہ آیا پڑی اس کی خطا ہے جو چاہو کرو ظلم یہی اسکی سزا ہے
پھرتا ہی نہیں اس بت کافر سے مرا دل بت خانہ کی جانب ہی رخ قبلہ نما ہے
وہ دل میں مرے بیٹھ کے کرتا ہے یہ باتیں جو شعر نکلتا ہے وہ گنبد کی صدا ہے
ملتی ہے کہاں نفس پرستوں کو یہ دولت سمجھے ہیں محبت جسے وہ حرص و ہوا ہے
فتنے وہ رفتار ہر ایک گام سے اٹھتے ہیں برپا ہو قیامت وہ تری ایک ادا ہے
ہے عشق اگر غیر سے اسکو تو مبارک کیوں عاشق بیچارہ سے ناحق وہ خفا ہے
غیروں پہ یہ الطاف یہ شفقت یہ عنایت ہر آن مگر ہم پہ نئی ایک جفا ہے
عاشق ہیں صنم پہ نہ کسی حور و پری پر معشوق ہمارا تو وہی ایک خدا ہے
معشوق کا لب پر بھی نہ آئے کبھی شکوہ جو چاہے کرے ظلم وہ عاشق پہ روا ہے
جی بھر کے کریں آپ جفائیں نہیں شکوہ دل آپ پہ آیا تو یہی اسکی سزا ہے

ہے عشق ہو اللہ نہ چھوڑو محب اسکو
پردے میں چھپا اس بت کافر کے خدا ہے

ترے عشق کی آگ دل میں نہاں ہے مری آہ کے ساتھ اٹھتا دھواں ہے
تصور میں رہتا ہے تو میرے ہر دم دل عاشق زار تیرا مکان ہے
دلی دوست تھا ایک وہ بھی تو بگڑا مخالف مرا اب تو سارا جہان ہے
جو کچھ کام یاروں کے آئے تو لیں نہیں پاس دولت مگر ایک جان ہے
غلامی کریں گے تری بے غرض ہم ہماری محبت کا اب امتحان ہے

رقیبون سے ملتے ہی ہم سے ہی نفرت | ہماری محبت کا دعوے کہان ہے
بڑھاپا جوانی سمجھ اہل دل کا | خمیدہ ہو جتنی کڑی وہ کمان ہے
چھپانے سے چھپتی ہی الفت کہین بھی | بھڑکنے سے شعلہ کے پہلے دھوان ہے
زبان پر نہ آئے کبھی نام الفت | کہ ہے گنج محفوظ جب تک نہان ہے
یہان تک بڑھا فکر خاموش ہو کر | نہ معلوم ہو تیرے منہ مین زبان ہے
چھٹے خواہشون سے تو ہے راحت دل | در خلد و دوزخ ہمارا دہان ہے
نہین عشق وہ تو ہے خواہش پرستی | کہ کوئی غرض جسکے اندر نہان ہے
عبادت بھی ہوتی ہے وہ بت پرستی | ہماری غرض کوئی گر درمیان ہے

وہ پھر جائے مجھ سے محب کچھ نہین غم
نہ چھوڑین گے الفت کو جب تک کہ جان ہے

پھر آج مہربان غریبون پہ یار ہے | قہر و عتاب کا بھی تو کل انتظار ہے
پھر پیجئے شراب محبت کا ایک جام | جاتا رہے گا آپ کو جو کچھ خمار ہے
آتی نہین ہے عاشق شیدا کو فربہی | پہلو مین گل کے بھی وہی خشکی خار ہے
قسمت ہے اپنی اپنی نہین یار کا گلا | کوئی ہے زیر پا کوئی گردن کا ہار ہے
اس زخم کا علاج ہی ممکن نہین مسیح | تیر نگاہ یار کلیجے کے پار ہے
آسان نہین ہے عشق کی منزل خدا بچائے | ہر ہر قدم پہ خون ہے سولی ہے دار ہے
دانے کو چگ کے بھاگتے ہین وحشیان دشت | قسمت سے کوئی دام مین آتا شکار ہے
ہم کو بھی باغ حسن سے کچھ دیجئے ثمر | یہ اور چند روز کی فصل بہار ہے
اس شعلہ رو کے جذب کا بیشک ہی کچھ اثر | سیماب کی طرح سے جو دل بیقرار ہے
وعدہ تھا پانچ لحظے مین آئین گے پھر کے ہم | چھ ماہ گزرے اور وہی انتظار ہے

کس سے کہین جو دل پہ گزرتا ہے ہجر مین

کوئی مصحب ہے اور نہ کوئی غمگسار ہے

پارس ہے وہ جو عاشق شیدا کہیں جسے
کچھ ہے وہی جو عوام نہ اچھا کہیں جسے

دل آئے جس پہ لاکھ برا ہو تو خوب ہے
اچھا وہی ہے آپ بھی اچھا کہیں جسے

ممکن نہیں کہ عشق ترا دل سے دور ہو
لاؤں کہاں سے اور کہ تجھسا کہیں جسے

دی جان جس پہ ہم نے رہا غیر ہی وہ حیف
ایسا ملا نہ ایک بھی اپنا کہیں جسے

آباد آرزو و تمنا سے ہے جو دل
اتنا تو ہو خراب کہ صحرا کہیں جسے

دے بے حساب اور نہ رکھ صلہ کی امید
مرد کریم وہ ہے کہ دریا کہیں جسے

دل صاف کر کہ جس میں نظر آئے ہر جہاں
صوفی نہ بن کہ لوگ تماشا کہیں جسے

اک آرزوئے وصل تھی وہ بھی تو مٹ گئی
اب کیا رہا ہے دل میں تمنا کہیں جسے

تو ہر جگہ ہے دیر و حرم ہو کہ بت کدہ
وہ کون سا مکاں ہے نہ کعبہ کہیں جسے

کیا جانے کس سے فائدہ ہو کس سے ہو ضرر
قاتل وہی نہ ہو کہ مسیحا کہیں جسے

سب سے برا ہوں آپ کا لیکن مصحب تو ہوں
وہ سگ بھی خوب ہے کہ تمہارا کہیں جسے

ہر ایک بات میں اسکی ادا نکلتی ہے
وفا جفا میں جفا میں وفا نکلتی ہے

مرض بھی خوب ہے کرتا ہے روح کو یہ پاک
ہر ایک درد میں دل کی دوا نکلتی ہے

تمہارا عشق مرے دل سے جائے یہ ہے محال
نکالنے سے کہیں بھی ہوا نکلتی ہے

ہوئی جو زیست کی خواہش تو ہوگئے پیدا
جو چاہیں مرگ ہمیں میں قضا نکلتی ہے

میں ایک نے ہوں نہیں مجھ میں تو کوئی آواز
جو میرے دل میں ہے اسکی صدا نکلتی ہے

یہ ایک دم کی تو صحبت کی دیکھئے تاثیر
چمن سے عطر میں ڈوبی صبا نکلتی ہے

وہ کعبہ میں ہے کہاں بتکدہ میں ہی جو بات
بتوں کے منہ سے صدائے خدا نکلتی ہے

یہ مہربانیاں عاشق پہ رنگ لائیں گی
تمہارے مہر میں بوئے جفا نکلتی ہے

لگے وہ پاؤں میں تیرے کبھی تو پس لپس کر — اس آرزو میں زمیں سے حنا نکلتی ہے
سمجھ میں آیا نہ اب تک مزاج یار ہے کیا — کہ بے وفائی میں بوئے وفا نکلتی ہے

محب جو بیٹھو صحبت میں اہل دل کی بیٹھ
مثالِ شمس دلوں سے ضیا نکلتی ہے

شب تاریک تنہائی سے ہم ہیں یاد جاناں ہے — یہ وہ خلوت ہے جس پر بزم شاہانہ بھی قرباں ہے
بہت مشکل ہے راہ عشق میں ثابت قدم رہنا — زباں سے عاشقی کا نام لے لینا تو آساں ہے
بہشت و دوزخ و کرسی و عرش و لوح و حشر و نشر — اسی عالم میں سب کچھ ہے تری نظروں سے پنہاں ہے
خوشی ہے پیش خیمہ رنج کا اس باغ ہستی میں — کوئی دم میں ہے زیر خاک وہ گل جو کہ خنداں ہے
نہیں گر دل کو راحت مال و دولت سے تو کیا حاصل — زر و گوہر ہیں پتھر منزل راحت بھی زنداں ہے
نکالوں تو نکل جائے گا دل بھی ساتھ سینہ سے — ترے تیر نگہ کا جو کہ بیٹھا دل میں پیکاں ہے
وصالِ یار ناممکن ہے دنیا میں مگر پھر بھی — تعجب ہے کہ کیوں اس دل میں ناممکن کا ارماں ہے
مٹیں سب خواہشیں دنیا کی باقی نام ہے اس کا — مرا دل شکر ہے اللہ ہو کا ایک میداں ہے
نہیں لائق میں اسکی صحبتوں کے کیا گلا اس کا — جو مل جائے کبھی وہ مجھسے یہ بھی اسکا احساں ہے
ملک ہو آدمی ہو دیو ہو یا دل ہی اپنا ہو — جو دے ترغیب فعلِ بد کی انساں کو وہ شیطاں ہے

محب کو قتل کرکے وہ نکل جائے نہیں ممکن
کہ دستِ کشتۂ بیداد میں قاتل کا داماں ہے

خاکساری سے محب اب خاک پا ہو جائیے — سرمۂ اہلِ نظر یا کیمیا ہو جائیے
پائے بوسی کی ہوس میں خاک پا ہو جائیے — خون کرکے دل کو غم سے یا حنا ہو جائیے
کشتگانِ عشق پاتے ہیں حیاتِ لازوال — ہے بقا کی گر تمنا تو فنا ہو جائیے
آپکے آنے سے آ جاتی ہے پھر قالب میں جان — پھر کے گھر سے غیر کے یاں بھی ذرا ہو جائیے
خو جفا کرنے کی پڑ جائیگی کیجے ہم پہ ظلم — آپ سے تھے اہلِ وفا اہلِ جفا ہو جائیے

مٹ گئی جب یہ خودی ہر بات حق کی بات ہے | عالم ہستی میں گنبد کی صدا ہو جایئے
آپ کے حق میں جو بہتر ہے کہو گا میں وہی | میری باتوں سے جو ہوتے ہو خفا ہو جایئے
نام آزادی نہ لیجے خواہشوں میں گر ہو وہی | نفس کے پنجے سے تو پہلے رہا ہو جایئے
اس بت رعنا کی پا بوسی کی خواہش ہو اگر | ہجر کے صدموں سے پس کر حنا ہو جایئے
اہل دنیا مائل پستی ہیں اہل دل بارج | ہمت عالی اگر کچھ ہے خدا ہو جایئے
صحبت اہل دغا سے کنج عزلت خوب ہے | خود غرض لوگوں سے بہتر ہے جدا ہو جایئے
جس جگہ غصہ کی آتش شعلہ زن ہو پھر وہاں | یا تو رہیئے خاک ہو کر یا ہوا ہو جایئے

زندگی بے یار بدتر موت سے ہی اب محب
قید ہستی ہی سے بہتر ہے رہا ہو جایئے

فرقت نصیب کو نہیں مرنے سے باک ہے | پہلو میں دل نہیں ہے تو جینے پہ خاک ہے
غصہ کو مارتا کہ نہ دیکھے خدا کا قہر | وہ مورد عتاب ہے جو خشمناک ہے
خوف و رجا اسی سے ہے دنیا سے ہے غلط | ڈرتا اگر خدا سے ہے پھر کس سے باک ہے
اندر ہے زہر اور بظاہر ہے خوشنما | یہ اژدہائے نفس بڑا خوفناک ہے
روز ازل سے تا بہ ابد سب ہے آئینہ | دل آئینہ کی طرح اگر صاف پاک ہے
آتے ہیں عرش سے مجھے اخبار و واقعات | قائم ہر ایک عالم بالا پہ ڈاک ہے
کر خواہشوں کو ترک کہ ہو رنج سے نجات | لذت میں نفس کے جو پڑا وہ ہلاک ہے
کس کو خوشی ہے باغ جہاں میں بغیر رنج | دست خزاں سے گل کا گریبان چاک ہے
تن پروری کا دیکھ تو انجام بعد مرگ | کچھ تو سمجھ کہ جسم ترا مشت خاک ہے
قائم ہے روح اس کی تو پروا ہی کچھ نہیں | محو خیال جسم ہے جو مشت خاک ہے

اہل غرض کا عشق بھی ہوتا ہے کچھ محب
الفت ہے وہ جو نفس کی خواہش سے پاک ہے

خواب مین طالعِ بیدار جگاتا ہی مجھے ‌‌‌‌ ‌ دل مین عکسِ رخِ جانان نظر آتا ہی مجھے
ہجر مین نیند جو آتی ہے تو ہوتا ہی وصال ‌ وصل دائم کا مزہ ہجر چکھاتا ہے مجھے
درد دل ہو تو ہر اک درد کا ہوتا ہے اثر ‌ غیر کے ہجر کا صدمہ بھی رُلاتا ہی مجھے
کیا کہون شوخیان اُس شوخ کی حد سی گذرین ‌ جی مین آتا ہے جو کچھ وہ کہے جاتا ہی مجھے
دوست بتاتا ہے کبھی اور کبھی بیگانہ ‌ ان اداؤن سے وہ دیوانہ بناتا ہی مجھے
تیری صورت کے تصور مین ہی کیا راحتِ دل ‌ جنگِ ہستی مین شب و روز سُلاتا ہی مجھے
پائے بوسی ہی کا ہے شوق کہ ہم رنگ حنا ‌ سیکڑون بار زمین سے جو اُٹھاتا ہے مجھے
تن بے جان کو نہین حاجتِ تابوت و لحد ‌ چشمِ تر آب کا سیلاب بہاتا ہے مجھے
اس خرابی سے بھی خوش ہے کہ نہ دلِ خانہ خراب ‌ کوچۂ یار مین پھر پھر کے لیے جاتا ہے مجھے
بزمِ اغیار مین وہ چھپکے کرتے ہین ہان ‌ اور فرقت مین یہان غش پہ غش آتا ہی مجھے
تم جوان اور کہن سال عدو کا پہلو ‌ یہ سمان بھی فلکِ پیر دکھاتا ہے مجھے
کرکے ظاہر زرہ لطف و کرم عشق رقیب ‌ آتشِ رشک سے ذرات جلاتا ہی مجھے

وہ ستمگر کبھی خلوت مین جو بلاتا ہے محب
قصۂ عاشقِ غیر سناتا ہے مجھے

الٰہی بیقراری جائے کیونکر دل سے غم نکلے ‌ یہی بہتر ہے سینہ سے شبِ فرقت مین دم نکلے
اثر ہوتا نہین دل پر زبان سے کچھ کہے کوئی ‌ ہوا جن کا اثر دل پر وہ دعوے جھوٹ کم نکلے
وہی کعبہ مین ہے زاہد جو بت خانہ مین بجتا ہے ‌ دوئی جب اُٹھ گئی تو ایک سب دیر و حرم نکلے
ہمارے دل ہی کا پرتو ہے یہ عالم سمجھ زاہد ‌ ہمین سے مہر و ماہ و کوکب و لوح و قلم نکلے
ہمین گر ابتدا اپنی تو پھر کیا انتہا ہو گی ‌ کیا جب غور بے معنی یہ موجود و عدم نکلے
جنھین سمجھے تھے ہم ظلم و ستم اس دا فانی مین ‌ کیا جب غور وہ بھی آپ کے رحم و کرم نکلے
کہانتک دردِ دل سے مرغِ بسمل کی طرح تڑپون ‌ شبِ فرقت مین نیند آجائے سینہ سی جو دم نکلے

سمجھے سے جنھیں دل کی تسلی وہ اور ہی قسمت ۔۔۔ فلک سے بھی وہ بڑھ کر بانیِ جور و ستم نکلے

تماشا مرد و عالم کا دلِ صد چاک میں دیکھا ۔۔۔ ہمارے ایک سینہ میں ہزاروں جامِ جم نکلے

رہِ اسلام ہی ہے اک خدا تک راستہ سیدھا ۔۔۔ مگر اس کے سوا سب راستوں میں پیچ و خم نکلے

محب صابر وہی ہے جو بلاؤں میں مصائب میں
بہت سختی سہے لیکن شکایت منہ سے کم نکلے

اب آپ سے ظاہر کبھی الفت نہ کریں گے ۔۔۔ دردِ غمِ پنہاں کی شکایت نہ کریں گے

عاشق ہی سے چھپتے ہیں بگڑتے بھی ہیں ہم میں ۔۔۔ اپنی وہ کبھی ترک یہ عادت نہ کریں گے

جز آپ کے ہے کفر مجھے اور سے الفت ۔۔۔ کیا آپ بھی غیروں سے محبت نہ کریں گے

آئیں گے سر حشر تو کیا اپنی ادا سے ۔۔۔ برپا وہ قیامت میں قیامت نہ کریں گے

دیتے ہیں وہ غیروں کو جو دینے کے ہی لائق ۔۔۔ بوسہ بھی کبھی ہم کو عنایت نہ کریں گے

اے بت تری الفت ہی سے پہنچے ہیں خدا تک ۔۔۔ ہم شیخ سے ظاہر یہ کرامت نہ کریں گے

جس بات کو لوٹا کا وہ ہمیں میں نظر آئی ۔۔۔ ہم اب سے کسی کو بھی ملامت نہ کریں گے

حوروں کی تمنا ہے نہ میووں کی ہے خواہش ۔۔۔ ہم خوک کی اور سگ کی عبادت نہ کریں گے

ان نفس پرستوں کی یہ شہوات ہی رب ہیں ۔۔۔ حق بھی جو کہے ترک یہ شہوت نہ کریں گے

راحت ہے محبت میں عداوت میں ہے کلفت ۔۔۔ ہم دشمنِ جاں سے بھی عداوت نہ کریں گے

مر جائیں گے چپ چاپ محب ہجر میں لیکن
غیروں سے مسیحا کی شکایت نہ کریں گے

کہاں جہان میں ہے جانباز آشنا کوئی ۔۔۔ نہیں ہے دوست بجز تیرے اے خدا کوئی

کسی کا دوست کوئی ہے نہ آشنا کوئی ۔۔۔ غرض کا یار کوئی ہے تو آشنا کوئی

ملا ہمیں تو ہے جانباز آشنا کوئی ۔۔۔ ہزار شکر کہ ہے یار باوفا کوئی

یہ دردِ دل نہیں جانے کا ان دواؤں سے ۔۔۔ بجز وصال کے اس کی نہیں دوا کوئی

اُٹھا دیا مجھے در سے جو نامِ وصل لیا
ملی رقیب کو لیکن نہین سزا کوئی

جفائے یار مین پاتے ہین لطف و مہر و وفا
اثر ہی دل پہ نہین لاکھ ہو خفا کوئی

رقیب ڈہونڈہتا پھرتا ہے تجھکو راہو نہین
کہین تو دیکھی ہے اُس نے تری ادا کوئی

جو خواب مین بھی نہ چومے ترے قدم اکبار
تو دیکھ سکتا ہے پابوسئ حنا کوئی

ہزار دل کو پھرایا مگر نہ تجھ سے پھرا
تو ہی بتا کہ ہے اس مین مری خطا کوئی

شبِ وصال بھی پردہ ہے واہ ری قسمت
اب اس سے بڑھکے جہان مین نہین جفا کوئی

غمِ فراق زمانہ سے کم نہین ہوتا
بلائے ہجر سے بڑھکر نہین بلا کوئی

بری ہوا ابھی عدالت سے گر کوئی مجرم
تو مل ہی جاتی ہے دنیا ہی مین سزا کوئی

نہین ہے صبر بلاؤن پر اس جہان کی اگر
تو ڈہونڈھ لے نئی دنیا نیا خدا کوئی

عبودیت مین ہے معبودیت نہان در اصل
برائے نام ہے بندہ کوئی خدا کوئی

جو آئے قید مین زاہد وہ کیونکہ مطلق ہو
ہمین سا عرش پہ ہوگا ترا خدا کوئی

محب وہی ہے جو الفت مین تیری مٹ جائے
غرض کا اپنی تو ہر جا ہے آشنا کوئی۔

اُس بت مین عجب شان دکھائی ہے خدا نے
دل لے لیا زاہد کا بھی نقشِ کفِ پا نے

دیدار کی حسرت بھی نکلنے نہین دیتا
بے رحم کے بس مین مجھے ڈالا ہے خدا نے

تھا پاس مسیحا کے مرے درد کا درمان
ناحق مجھے مارا ہے طبیبون نے دوا نے

مجھکو یہ تمنا تھی کہ چومون ترے تلوے
آنکھون سے مری خون رلایا ہے حنا نے

ملتے تو ہین لیکن نہین صورت وہ دکھاتے
انداز نیا خوب سکھایا ہے حیا نے

بوسہ ترے تلوے کا جو مانگا تو خطا کی
اب بحرِ ندامت مین ڈبویا ہے خطا نے

مرتا ہے کوئی چشم پہ قد پر کوئی رُخ پر
کس کس کو کیا ذبح ترے حسن و ادا نے

تو سیر کو نکلا بھی تو منھ ہم سے چھپا کر
چومے گلِ رخسار ترے بادِ صبا نے

تھا روز ازل ہی مین معین جو ترا عشق　　پہنچا دیا تجھ تک مجھے دنیا مین قضا نے

گستاخیِ دل کی مجھے دیتے ہین سزائین　　مانگا تھا جو بوسہ کبھی اِس شوخ گدا نے

محبوب کی ہستی ہی سے ہستی ہے محب کی

باقی ہی رہا وہ جو کیا نیست فنا نے

یا جفا یا وفا کرے کوئی　　دل کو کیونکر جدا کرے کوئی

تلخ باتین بھی اُس کی شیرین ہین　　پھر مجھے کیا خفا کرے کوئی

ہم نہ چونکین گے خواب غفلت سے　　حشر سر پر بپا کرے کوئی

چھوڑ دے احتیاج خود اپنی　　کس کی حاجت روا کرے کوئی

خیر کرنے سے کام ہے ہم کو　　دوست دشمن ہوا کرے کوئی

مرض عشق جا نہین سکتا　　عمر بھر گر دوا کرے کوئی

عقل اُس کے دماغ ہی مین نہین　　جان کر گر خطا کرے کوئی

ہم تو سجدے مین پیش بت ہین مدام　　جا کے مسجد مین کیا کرے کوئی

اپنی بیتی پرائے قصون مین　　اُن سے کب تک گلا کرے کوئی

دامن یار چھوٹتا ہے کہین　　لاکھ اُس کو خفا کرے کوئی

درد ہی دل مین جب نہین ہے محب

اس سے کیا التجا کرے کوئی

گذری یہ عمر جب بھی کوئی انتظار کی　　صورت خدا دکھائے تو دیکھین گے یار کی

وعدہ کیا تھا جس نے کہ آئین گے پھر کے ہم　　ہم دیکھتے ہین راہ اُسی شہسوار کی

منظور تھا کہ عشق کا کچھ کھیل کھیلئے　　میری اور اُس کی شکل یہان اختیار کی

ہم مٹ گئے جہان بھی مٹا حشر ہو گیا　　پروا ہی اب نہین ہمین روز شمار کی

عاشق ہین ہم تو ایک اُسی یار غار کے　　بارہ کی پانچ کی نہ محبت ہے چار کی

اب اس سے بڑھ کے اور ہو کیا آرزوئے وصل — ہر آن پیشِ چشم ہے تصویر یار کی

ہر چیز میں نہاں ہے وہی ایک فاسِق — جیسے ہر ایک سنگ میں ہنی شرار کی

اس غم کدہ میں آکے مے عشق پھر نہ پی — ہے بعد مرگ بھی وہی لپٹی خمار کی

تن پروری سے روح یہ پژمردہ ہی رہی — دیکھی نہ اس گلاب نے صورت بہار کی

قالب بدل بدل کے پھرے تجھکو ڈھونڈتے — صورت تھی نور کی تو کبھی شکل نار کی

اب تو وہ تیرے عشق سے بیزار ہے محبؔ
کیا کیجئے یہ بات نہیں اختیار کی

یہ زورِ عشق ہے پیری میں ورنہ دم کیا ہے — بہت ہے موسم سرما میں آگ کم کیا ہے

خمیدہ پشت ہی بارِ الم اٹھاتے ہیں — جو بوالہوس ہیں جوانی میں ان میں دم کیا ہے

جوان کا عشق ضعیفی میں ہے شراب کہن — شباب سے یہ بڑھاپا ہمارا کم کیا ہے

خلل دماغ کا ہرگز نہیں ہے میر کا عشق — جو عیب راستیٔ تیغ ہے تو خم کیا ہے

خدا کو ڈھونڈھ کہ ہے جان دونوں عالم کی — یہ ملک و مال یہ اولاد یہ حشم کیا ہے

نظر جو آئے وہ موجود جو نہ آئے عدم — حدوث دہر ہے کیا اور یہ قدم کیا ہے

ظہور حضرتِ حق ہے یہ عالم محسوس — وجود خلق ہے کیا اور یہ عدم کیا ہے

نہ انقباض کی حد ہے نہ انبساط کی حد — جو وا ہو چشم کھلے بوند کیا ہے یم کیا ہے

کیا تھا ظلم کسی پر تو پھر شکایت کیا — خدا کا عدل ہے تجھ پر نیا ستم کیا ہے

بندھا ہوا ہے سرِ زلف سے یہ تار کہاں — ذرا سمجھ تو کہ سینہ میں تیرے دم کیا ہے

سرورِ عشق پہ قربان ہزار لذتِ نفس — نہیں وصال جو ممکن تو اس کا غم کیا ہے

ملے جو دوست تو دنیا ہی آخرت ہے محبؔ
بہشت و کوثر و حور و جنان ارم کیا ہے

خراب عمر نہ کر دولت جہان کے لیئے — یہ زندگی ہے تری عمر جاودان کے لئے

شبِ فراق میں مرتے تو غم سے چھٹ جاتے | ہزار رنج اُٹھائے ہیں ایک جان کے لئے
ہمارے دل میں ہے تو تیرے دل میں اور کوئی | مکین چاہیئے کوئی تو ہر مکان کے لئے
کبھی گلے سے لگاتے رہے تری تصویر | کبھی خیال میں بوسے ترے دہان کے لئے
مری نظر کو بتا کر خراب چھپتے ہیں | بہانہ چاہیئے کوئی تو بدگمان کے لئے
ہمارا ظلم ہمیں پر پلٹ کے آتا ہے | نہیں ہے اور سبب جورِ آسمان کے لئے
نہیں ہوں میں وہی کہتا ہے مجھ میں بیٹھ کر میں | زبان چاہیئے اس راز کے بیان کے لئے
بتوں میں ظاہر و باطن خدا کا جلوہ ہے | عیاں نہاں کے لئے ہے نہاں عیاں کے لئے
کہوں میں صاف نہیں اس میں شک کہ آئینہ ہے | جہان تیرے لیئے اور تو جہان کے لئے
بوقت ذکر ہمیں نزدیک خدا کرو مذکور | خدا کا ذکر ہی نعمت ہے ہر زبان کے لئے

ملے جو یار تو دنیا ہی ہے بہشت محب
جو وہ نہیں تو عبث فکر ہے جنان کے لئے

امیدوار ہی رہے ہم وصل یار کے | لوٹے مزے رقیب نے فصل بہار کے
خواہش ترے وصال کی کرتا ہے دل مگر | قابو میں کر لیا ہے اُسے مار مار کے
غیروں کے ساتھ رات کو پی ہے کہیں ضرور | چہرے سے چھپے ہوئی نہیں رہتی خمار کے
آہٹ پہ کان در پہ نظر دل میں اضطراب | ہوتے ہیں کچھ عجیب مزے انتظار کے
ہر چال میں ہوئی ہمیں آخر کو برد و مات | بازی نہیں تو عشق کی بیٹھے ہیں ہار کے
کہدو یہ بوالہوس سے کہ آسان نہیں ہے عشق | چلتے ہیں سرفروش ہی سایہ میں دار کے
ہے میل جول غیر سے اس کا نہیں گلا | لائق ہمیں نہیں تری الفت کے پیار کے
سوزِ غم فراق سے ہم جلتے ہیں رات دن | دوزخ سے کیا ڈریں گے یہ پتلے ہیں نار کے
تن کو گھٹا کے دامنِ گل تک ہو دسترس | بلبل! گلِ گلاب سے ہے پہلو میں خار کے
وہ غیر پر فدا ہو تو ہو کیا ہے اختیار | ہم تو ہزار جان سے قربان ہیں یار کے

پوچھو محب حبیب سے کیا ہیں یہی شعار
اخلاص کے وفا کے محبت کے پیار کی

نظر وہ شوخ تغافل سے گر اُدھر کرے — ہماری چشم بھی کوتاہی نظر نہ کرے
قفس میں جس کو ہو امید پرسش صیاد — وہ تا بہ حشر تمنائے بال و پر نہ کرے
وہ خاک عاشق صادق کا مرتبہ پائے — جو تیرے نقش قدم پر نثار سر نہ کرے
شب وصال ہو کیا دیدیار سے وہ خنک — شب فراق جو بستر کو چشم تر نہ کرے
کبھی جو آگیا رونا تو پی گئے آنسو — کہ ہم نشین تجھے اس حال کی خبر نہ کرے
خوشی وصل ہو کیا اس کو تا ابد حاصل — جو ایک عمر غم ہجر میں بسر نہ کرے
جسے نصیب ہو اکبار بھی ترا دیدار — پری و حور پہ بھی وہ کبھی نظر نہ کرے
شب وصال یہ مانگا کیئے دعا دل میں — کہ رات ہی رہے پیدا خدا سحر نہ کرے
نظر کے سامنے تصویر اور دل میں خیال — نہ ہو یہ حال تو عاشق کبھی سفر نہ کرے
وہ ہوگا خاک مقامات عشق سے واقف — تری گلی میں جو رہ رو کبھی گذر نہ کرے
خدا کا نام بھی عنقا سے بڑھ کے ہو معدوم — بتوں کے سامنے سجدہ اگر بشر نہ کرے
خیال پہ ہے ہمارے جو دوزخ و جنت — تو خیر ہی کرے انسان اور شر نہ کرے
جسے نصیب ہو اکبار بھی حضوری یار — مقیم دل وہ رہے کعبہ کا سفر نہ کرے
طیور صبح کی اس کو خوشی نصیب ہو کیا — جو یاد یار کو اٹھکر دم سحر نہ کرے

محب ثبات قدم سے کھڑے رہو در پہ
محال ہے وہ کبھی سوئے در نظر نہ کرے

دل پر ہزار صدمۂ ہجران اٹھایئے — سر پر نہ بار منت جانان اٹھایئے
مہمان نواز مظہر رزاق ہے یہان — خوش ہو کے بار خاطر مہمان اٹھایئے
کیا انقلاب دہر پہ قابو کسی کا ہے — سر پر خوشی سے گردش دوران اٹھایئے

وقت میں مرے بھی تو شہادت سی کم نہیں
دل پر ہزار حسرت پنہان اٹھائیے

تھا عشق کا بھی وقت ہوا اور گزر گیا
کیوں دل پہ رنج خراب پریشان اٹھائیے

آدم میں آپ ہستِ آدم بھی ہے ضرور
بارِ وفائے وعدہ و پیمان اٹھائیے

ہے کیا کمال پردۂ نسوان اگر اٹھا
واجب کے رخ سے پردۂ امکان اٹھائیے

اب چھوڑیئے امید وصال آرزوئے دید
مر جائیے کسی کا نہ احسان اٹھائیے

اب تو دلِ حسین میں ہے الفت رقیب کی
مہمان سرائے یار سے سامان اٹھائیے

ملیے بہت ہی سوچ کر ان گل رخوں سے آپ
کانٹے بھی گلستان میں ہیں دامن اٹھائیے

حکمِ قضا سے خوب نہیں سرکشی محب
خوش ہو کے ہر مصیبتِ زندان اٹھائیے

صنم کو پوج کہ دل کی صفا اسی میں ہے
خدا کا گھر ہے یہی اور خدا اسی میں ہے

نہ چھوٹا جہد سے بھی عشق بے دوا ہے
یقین ہو گیا اپنی قضا اسی میں ہے

رہے تصور رخسارِ یار دل میں مدام
کہ آفتاب فلک کی ضیا اسی میں ہے

ملیں وہ غیر سے بے پردہ لاکھ بار مگر
چھپائیں آپ کو ہم سے ادا اسی میں ہے

سمجھ نہ حضرتِ آدم کو خاک کا پتلا
خدا و خلقِ خدا سب خفا اسی میں ہے

ہزار بار بھی دیکھی جو بے وفائی یار
تو سمجھا عاشقِ شیدا وفا اسی میں ہے

ہزار شغل سے بہتر ہے ایک خدمتِ خلق
کدورتوں سے دلوں کی جلا اسی میں ہے

سمجھ نہ عالمِ امکان کو غیر ذاتِ اللہ
یہی مکان خدا ہے خدا اسی میں ہے

جو دامِ نفس سے چھوٹا وہ ہو گیا آزاد
کہ مال و جاہ کی حرص و ہوا اسی میں ہے

مریضِ عشق کا دل ہے عجب دوا خانہ
ہر ایک دردِ جہان کی دوا اسی میں ہے

لفافہ یار کا آیا ہزار شکر محب
ہمارے دردِ جگر کی دوا اسی میں ہے

ہے پسند ان کو میری رسوائی — دل لگانے کی یہ سزا پائی

علم وہ ہے کہ اس کو پہچانین — ایک کوری ہے ورنہ بینائی

عقل قربانِ عشق کر تو ملے — حکمت و انکشاف و دانائی

عیش مین بھی ہزار کلفت ہے — واژگون ہے یہ چرخ مینائی

وہ خدا ہی کی کچھ مشیت ہے — لوگ کہتے ہین جس کو خودرائی

مجھکو بھی یاد خط سے کرتے ہین — یہہ بھی ہے ایک عزت افزائی

غیر سے بے حجابیان افسوس — مجھکو دیکھا تو ان کو شرم آئی

اس پہ مرنا ہی جرم کیا کم تھا — خوب ہم نے بھی تو سزا پائی

وصل کی آرزو نہ کرنی تھی — ایک یہہ لاکھ آفتین لائی

زیب و زینت کی کیا ضرورت ہے — ہے سراپا وہ شکل زیبائی

نہ ہوئی عمر بھر محب کو نصیب

درِ جانان پہ جبہ فرسائی

جو آئی کسی پر طبیعت ہماری — تو پوری ہوئی سب ریاضت ہماری

وہ پہلو سے دشمن سے گھبرا کے اُٹھے — عجب رنگ لائی ہے وحشت ہماری

گیا غیر کے ساتھ ہم کو نہ پوچھا — نہین سب لے وفا کو مروت ہماری

اُٹھایا ہمین اور عدو کو بٹھایا — نہین کوئی نظرون مین عزت ہماری

بچایا ہمین نفس کی فربہی سے — خدا داد نعمت ہے عسرت ہماری

کہا ہے پیمبر نے الفقر فخری — فقیری مین ہے شان و شوکت ہماری

لڑین نفس سے ہم کہ کافر یہی ہے — اسی جنگ مین ہے شہادت ہماری

نشان بے نشانی اڑنی فنا ہے — زمین سے برابر ہے تربت ہماری

شکستین اُٹھا کر بھی ہم نفس سے پھر — لڑائی سے بڑھتی ہے قوت ہماری

نہین ہم سا عالم مین ہے اور نہ ہوگا — یہ کثرت مین ثابت ہے وحدت ہماری
خودی ہی سے ہے قائم مین ہم اور عالم — فنا بےخودی ہے قیامت ہماری

محب ہے شبِ ہجر تا صبح محشر
رہے گی تڑپ تا قیامت ہماری

پی شرابِ عشق زاہد پارسائی ہو چکی — عبدیت قائم ہے یہ جب تک خدائی ہو چکی
تیری تدبیر دن سے کیا حاصل بجز رنج و تعب — چھوڑ فکرِ و سیر قسمت آزمائی ہو چکی
جسم ہو سکتے ہین جدا روحین نہین ہوتین الگ — دل جو مل جائین بہم ان مین جدائی ہو چکی
کافری پھیلی ہے زاہد اور ایمان بعد کفر — راہ سے بھٹکے نہ جب تک رہنمائی ہو چکی
خیر و شر کرتا وہی ہے تو عبث ملزم نہ بن — وہ نہ چاہے گر تو شیطان سے بُرائی ہو چکی
امتحان جنگ مین ہم ہی رہے ثابت قدم — صلح کی ٹھہرائیے اب تو لڑائی ہو چکی
جان نکل سکتی ہی تن سے جان سے کب جاتا ہے عشق — تا ابد اس دامِ الفت سے رہائی ہو چکی
عاشق و معشوق کا آخر مین ہے برعکس حال — بندگی اب آپ بھی کیجے خدائی ہو چکی
تجکو عشق اُس سے ہی اسکو تجھ سے یہ نفرت دلی — آئینہ ہی جب مکدر ہے صفائی ہو چکی
خواہشاتِ نفس مین بھی بعد ہر مد کے ہی جزر — دشمنی کا دور آیا آشنائی ہو چکی

غیر سے ملنے کی کوشش ہم سے استغنا محب
ہو چکی تا آشنا سے آشنائی ہو چکی

آنکھون مین اور دل مین ہے تصویر یار کی — تسکین فقط یہی ہے دلِ بیقرار کی
وعدہ خلافیون سے تری جان پر بنی — بھولین گے سختیان نہ کبھی انتظار کی
پیری مین نوجوانون کا ممکن نہین وصال — صحبت کہان خزان سے ہی فصلِ بہار کی
بچ ارتکابِ جرم سے انجام کو سمجھ — ہوتی نہین معاف خطا بار بار کی
جی چاہتا ہے وہ کوئی دم بھی نہ ہو جدا — کیا کیجیے کہ بات نہین اختیار کی

پیتے ہیں دستِ یار سے ہم وہ مے طہور　　تلخی نہیں ہے جس میں نہ پستی خمار کی

برسات میں ہے دیدۂ گریاں کا کچھ اثر　　کچھ برق میں تڑپ ہے دلِ بیقرار کی

پہنچی نظر نہ اُس کفِ پا تک بجز زیست میں　　بعدِ فنا پہنچ تو ہے میرے غبار کی

دل سے گئی نہ خواہشِ دیدارِ روئے یار　　سو بار ترک ہی نہیں کی لاکھ بار کی

تو اور اُس کا وصل کہ مہر ہے ترا خیال　　تجھ کو امید بھی نہیں دیدارِ یار کی

ترکِ مراد میں ہے بر آنے سے بڑھ کے لطف　　کر دل میں آرزو نہ کبھی وصلِ یار کی

کیا اُس کے قول و فعل کا دل کو یقین ہو　　کہتا نہیں وہ بات کبھی اعتبار کی

جلتا ہوں اُس کو دیکھ کے پہلوئے غیر میں　　حالت ہے زندگی ہی میں اصحابِ نار کی

محرومیِ وصال کا شکوہ نہیں محبؔ
اپنی وہی رضا ہے جو مرضی ہے یار کی

بشر کیا وہ جو کوئی شر نکالے　　زباں سے فتنۂ محشر نکالے

معادن سے ہمارے شاعروں نے　　نکالے بھی تو کیا پتھر نکالے

بروزِ عدل کوئی پیشِ داور　　ہمارے خون کا محضر نکالے

کھلے اس وقت لوگوں کی حقیقت　　کوئی جب ڈھونڈھ کر دفتر نکالے

تعصب نے جہالت نے ہمیشہ　　ذرا سی بات میں خنجر نکالے

جلا دیتی ہے ہر قوت کو تعلیم　　اسی نے تیغ میں جوہر نکالے

اس اُردو شاعری میں کیا دھرا تھا　　ہمیں نے خاک سے گوہر نکالے

قفس میں بھی ہے ہم سے بدگمانی　　کتر ڈالے جو بال و پر نکالے

سمایا ہو جو دل میں صورتِ جاں
محبؔ اس کو کوئی کیونکر نکالے

قصائد

صداقت

ہے صداقت میں عجب زور خدائی پنہان
جسکے آگے ہے سبک کاہ سے بھی کوہ گران

کوئی قوت نہیں اس زور پہ غالب آتی
سامنے اس کے ہیں بیکار تفنگ اور سنان

جھوٹ کا گرچہ ہو بازار کبھی گرم تو کیا
کیا کثیف ابر سے دب جائیگا مہر تابان

صدق کے سامنے کب کذب کو ہوتا ہی فروغ
رخ خورشید کو دیکھا کہ ہوی رات نہان

جھوٹ چھپتا ہی نہیں لاکھ چھپائے کوئی
شب کے پردے میں جو گذرا تھا ہوا دنکو عیان

دل میں رکھ لیتے ہیں حق بات کی ہر جا ہی وہ قدر
گوہر صدق کی ہیرے سے بھی قیمت ہے گران

صدق کے سامنے کیا کذب ٹھہر سکتا ہے
روبرو ماہ کے سالم نہیں رہتا ہے کتان

صدق ہے منزل مقصود کی اک سیدھی راہ
کذب ہے وادی پرپیچ و خم و بے پایان

راست بازی ہی سے انسان کو ملائک پہ ہی فضل
مکر و حیلہ ہی سے ہوتا ہے فرشتہ شیطان

کذب میں صدق میں دانا ہی کو ہوتی ہے تمیز
جھوٹے سچے کو نہیں جانچتا ہرگز نادان

سایہ کی طرح سے سچون کے رہو ساتھ مدام
اور جھوٹوں سے گریزان رہو مانند دخان

حب ملت و دین

ہے محبت جہان میں نور خدا
اس سے روشن ہے ارض اور سما

الفت ہم وطن ہے سب پر فرض
کوئی عالم ہو شاہ ہو کہ گدا

اہل یورپ ہین قابل تعریف
جان و زر سے جو ہین وطن پہ فدا

جن کے دل مین نہین محبت قوم
ان کو انسان کہین تو ہے بیجا

جانور کو بھی ہے وطن سے لگاؤ
کوئی بستی ہو یا کوئی صحرا

چھوڑتے خوفِ جان سے بھی تو نہیں
ہے بسیرے کا جو مقام ان کا

اڑکے آتے ہیں منزلوں سے وہیں
ہے جہاں ان کا مسکن و ملجا

جانور سے بھی پست ہے وہ بشر
جس میں الفت نہ ہو وطن کی ذرا

حب قومی ہے جانِ ملت و دین
جان ہی جب نہ ہو تو جسم ہے کیا

قوتِ برق

کچھ عجب علم نے دنیا کی پلٹ دی کایا
ہیں خیالات نئے اور تمدن ہے نیا

معجزے اور کرامات جنھیں سمجھے تھے
آج وہ علمِ جدیدہ کی ہیں باتیں ادنا

سہل ہیں آج وہی کام جو کل تھے مشکل
علم نے کر دیئے اسباب ترقی پیدا

سو برس پہلے کسی کو بھی یہ آتا تھا خیال
دم میں پہنچے گی خبر ہند سے تا امریکا

برق کے علم نے دنیا میں کئے ہیں وہ کام
کہ فرشتوں سے بھی ہوتا نہیں ممکن جن کا

قوتِ برق سے کر لیتے ہیں باتیں دونوں
غرب میں دوست ہو گر شرق میں اسکا شیدا

تار برقی ہے عجب اور عجب ٹیلیفون
ان کی ایجاد سے ہے فصل جدائی عنقا

چاندنی روشنیِ برق سے ہوتی ہے خجل
چشمۂ مہر نظر آتا ہے شب کو دریا

گر کوئی پوچھے کہ یہ برق کی قوت ہے کہاں
تو کہا جائے گا ہر جسم میں ہے پوشیدا

ذرہ ذرہ میں ہے پنہاں یہی برقی قوت
جب ابھرتی ہے تو ہوتا ہے وہی خود تارا

آسمان میں جو رگڑتے ہیں باہم دو بادل
تو تصادم سے وہیں ہوتی ہے بجلی پیدا

کششِ جذب تصادم کی ہے علت اصلی
ہیں اسی قوت برقی سے یہاں نار و ضیا

نار سے ہوتے ہیں اجسام سبھی نورانی
شمس در اصل ہے جلتا ہوا کالا گولا

برق میں نور و حرارت میں بہم نسبت ہے
اور ان تینوں میں ہے ایک خدا کا جلوا

عشق باقی ہے فقط اور ہے ہر شے کو فنا   آگے جرأت نہین اتنا تو کہین گے عاشق

قصیدہ

در تہنیت جشن چہل سالہ سالگرہ مبارک اعلیٰ حضرت بندگان عالی حضور پر نور

سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک نظام الدولہ آصف جاہ جی سی۔ ایس۔ آئی۔ جی سی بی

خلد اللہ ملکہ والی ریاست حیدر آباد دکن

یہ باغ عالم مین کس جشن کی ہے تیاری   کہ خار و خس بھی ہین جوش طرب سے گلناری

کہا یہ مجھ سے کسی نے یہ اسکی جبلی ہے   کہ جس کا سکہ و فرمان دکن مین ہے جاری

خدیو ملک دکن بادشاہ نیک نہاد   کہ جس کو اپنی رعایا ہے جان سے پیاری

محب ملک ہے محبوب خاص و عام ہے وہ   فدا ہین جان سے اس پر شریف و بازاری

بھری ہے اس کی محبت کی یہ دلونمین شراب   کہ مسجدون مین عبادت ہے اب تو میخواری

زبان اس کی ثنا و صفت مین ہے قاصر   مبالغہ سے ہر اک وصف اسکا ہے عاری

وہ عدل و داد مین رحم و کرم مین یکتا ہے   گواہ اس کی رعایائے ملک ہے ساری

صفائے قلب سے ہین ایک ظاہر و باطن   نئے زمانہ کی اس مین نہین ہے مکاری

فقیر دوست گدا پرور و غریب نواز   نہ کچھ غرور ہے اس مین نہ کوئی خودداری

وہ جانتا ہے کہ ہے راستی ہی پالیٹکس   جہان مین قابل نفرت ہے مکر و عیاری

لکھون وہ مطلع نو ایک مدح حاضر مین   کہ جس مین مہر درخشان کی ہو نمودداری

مطلع

وہ تیرا عدل وہ تیرا کرم وہ دینداری رہیں گے تا بہ قیامت یہ فیض سب جاری

ترے عتاب مین بھی رحم کے ہین سو پہلو ہر ایک حکم سے تیرے عیان ہے دلداری

تری خوشی و غضب کی نہین کسی کو خبر مجال ہے کہ کہے راز کوئی اخباری

کرے جو خندہ سبلے جا تری حضوری مین تو گل کے سر پہ چلے برگ کی وہین آری

ترا ہی دل ہے جو بار گران اٹھاتا ہے ہے سلطنت مین وگرنہ بڑی گران باری

ترے ثبات کے آگے ہے کیا ثبات جبال صعوبتون مین بھی ہمت کبھی نہین ہاری

اٹھا نہ خاک سے تیرا عدو کبھی گر کر وہ اسپ چرخ نے لات اسکو زور سے ماری

ترے زمانہ کا نظم و نسق ہو کس سے بیان مدبرون کو بھی اس کام مین ہے دشواری

ترا وزیر ہے وہ نوجوان با تدبیر کہ جس کے سامنے ہے دست بستہ ہشیاری

یمین سلطنت و دست بازوے سلطان ہر ایک کام سے جسکے عیان ہے دینداری

وہ چار رکن ریاست معین نظم و نسق کہ جن پہ ختم ہے انصاف اور بیداری

ثمر ہے فکر کا تیرے وہ کیبنٹ کونسل کہ جس کا رعب ہے حکام وقت پر طاری

ترے ہی عہد مین قائم ہوئی لیجسلیٹو کہ جس سے ہوتے ہین قانون ملک مین جاری

حساب و مال کا ہے انتظام وہ اعلے کہ ایک پائی کے اصراف مین ہے دشواری

یہ کشت کاری کی اس عہد مین ترقی ہے کہ آسمان کی طرح ہے زمین بھی زنگاری

ہوی ہے باغ و چمن کی دکن مین وہ کثرت کہ بن کے بن نظر آتے ہین پھولونکی کیاری

ہر ایک قسم کے میوے وہان بھی ملتے ہین جہان نصیب نہ تھی اس سے پہلے ترکاری

جبال و دشت مین خود رو شریفے ہوتے ہین کہ جن کے سامنے ہے گرد انار قندہاری

گدا بھی تیرے زمانے کے عیش کرتے ہین نظر نہین کہین آتی ہے کوئی دکھیاری

ترے زمانہ مین ہے اہل ملک کی یہ قدر کہ ہر جگہ یہی کرتے ہین کار سرکاری

بسبب مرتبہ دیتا ہے خسد متین ملکی / حسد کی آگ سے جلتے نہین ہین ابناری

نہ تھا خیال لیاقت کا اگلے وقتون مین / ملی ہے عہد مین تیرے ہنر کو سرداری

ترے زمانہ مین اس درجہ ہے پولس بیدار / کہ بند در نہین کرتے ہین شب کو بیوپاری

مجال ہے کوئی جور و جفا کا نام تو لے / مٹی ہے حرف غلط کی طرح جفا کاری

ترے زمانہ مین عنقا کی طرح ہے ہم نز / سنا ہے نام یہ دیکھا نہین ہے بیگاری

ترے زمانہ مین تعلیم کی پڑی بنیاد / وگرنہ شہر مین تھے چند حافظ و قاری

ترے ہی عہد مین قائم ہوا یہ دارالعلوم / کہ جس سے علم ادب کی ہے گرم بازاری

ترے ہی دور مین رائج ہوئے علوم و فنون / کہ جن سے جہل کی گھٹنے لگی ہے بیماری

ترے ہی عہد کا کالج ہے یہ بنام نظام / کہ جس سے علم کی نہرین مین ہر طرف جاری

بنایا تو نے عزیزون کے واسطے مکتب / ہے نام جس کا اعزا اعمل وفاداری

مدرسہ ۵۱ ۱۲۵۶

یہ تیرے عہد کی سب سے بڑی ترقی ہے / کہ عورتون کے مدارس بھی ہو گئے جاری

ترے زمانہ مین نکلا علم نسوان / کہ جس نے کھول دیئے بڑھ کے بند دشواری

ترے ہی عہد مین جاری ہوئے ہین اخبارات / کہ جن کا کام ہے اہل وطن کی غمخواری

ترے زمانہ مین نکلا بھی اور بند ہوا / وہ حیف علم و عمل جس مین تھی وفاداری

اگرچہ ملک کو تو نے تو دی ہے آزادی / اٹھا نہین فائدہ کیونکر کہ بوجھ ہے بھاری

ترے زمانہ مین یہ طب کا مدرسہ بھی کھلا / کہ جس سے طب کی دکن مین ہے گرم بازاری

ترے طبیبون سے بقراط کو ہے کیا نسبت / یہ سرجری مین ہین کامل وہ اس سے تھا عاری

۵۳ علم و عمل اخبار کا نام ۱۲

یہ تیرے ملک مین کثرت سے ہین دواخانے / کہ بے دوا نہین کوئی غریب آزاری

وہ اسپتالون مین ہوتے ہین روز دور مرض / کہ تھی علاجون مین جن کے ہزار دشواری

ترے ہی عہد مین قائم ہوا زچہ خانہ / بغیر جس کے تھی زچہ پہ زندگی بھاری

بنایا تو نے ہے بچون کا وہ شفا خانہ / کہ تھی جانون پہ نازل ہے رحمت باری

ترقیان تو بہت ہین ترے زمانہ کی — بیان سے ڈر ہے کہ سامع کو ہو گران باری
محب دعا پہ کر اب ختم اس قصیدے کو — کہ اہل بزم کو ہے اور کار سرکاری

بلند مرتبہ تیرا محب ہو دنیا مین
ترے عدو کو جہان مین رہے نگوساری

قصیدہ در مدح مسٹر جے سی گلوریا ہیڈ ماسٹر ہامی اسکول حیدرآباد دکن

عجیب گردش افلاک بھی ہے ناہنجار — کہ جس سے روز تغیر کا گرم ہے بازار
کبھی وصال کی شادی کبھی ہے ہجر کا رنج — بدلتے رہتے ہین احوال مثل لیل و نہار
ہمین خوشی تھی کہ استاد فن تعلیمات — ہمارے سر پہ تھا مانند شمس نصف نہار
وہ کون یعنی کہ مسٹر گلوریا صاحب — کہ جن کے فیض سے جاری ہین علم کی انہار
انہین کی کوشش و محنت سے ہو گئے سرسبز — دکن کے ملک مین پژمردہ علم کے اشجار
ہے جانفشانیون کا ان کی یہ اثر ظاہر — کہ خشک پودون مین اس سرزمین کی آیا بار
یہ انکے درس و تعلم کے فیض کی ہے دلیل — ہزارون آج ہین ملک دکن مین برسرکار
بتائے تو کوئی ایسا معلم مشفق — کہ ہووے درس و تعلم پہ اپنی جان سے نثار
ہزارون اور مدرس ہوئے مدارس مین — نہ دیکھا ہوگا زمانہ نے ان سا کار گزار
نہین ہے اس مین تعلی کہ جانتے سب ہین — گلوریا سا نہین بارکش کوئی زنہار
انہین تھا کام نہ دعوت سے اور جلسون سے — تھا مدرسہ ہی سے اپنے انہین فقط سروکار
ہوئی ہے مدرسے کو ان کی ذات سے رونق — یہ سچ ہے اس مین کسی کو نہین ذرا انکار
وظیفہ پاکے بہت نیک نام جاتے ہین — خدا انہین کی طرح دے سبھونکو نیک اطوار

دعا ہے میری کہ یارب انہین سلامت رکھ
یہ مہر و ماہ ہین جب تک فلک پہ لیل و نہار

قصیدہ در مدح لارڈ منٹو ویسرائے و گورنر جنرل ہند

آپ سے ہے آج ہندوستان کو فخر و اعتبار ذات عالی سے بڑھا ہے ویسرائے کا وقار

یوں تو آئے بھی گئے ہندوستان میں ویسرائے آپ سا آیا نہ کوئی ایک فرد روزگار

تھے مصاحب آپکے نانا کے گردادا مرے آپکا خوش قسمتی سے میں بھی ہوں خدمتگزار

میرے دادا نے کئے ہیں جو نمایاں کارزار ہو نہیں سکتا ہے اِن اشعار میں اُن کا شمار

جان نثاری کا نہیں اس سے کوئی بڑھکر ثبوت جان پر کھیلے ہوئے اکثر اجل سے وہ دوچار

تھلکہ میں پڑکے زخموں سے ہوئے وہ چور چور پھر بھی بیہوشی میں لب پر یہ صدا اٹھی "مار مار"

مرگ تک تھی خدمت سرکار ان کا فرض عین افسروں کا حکم وہ سمجھے تھے حکم کردگار

خیر خواہی کا سبق ہمکو بھی ہے ان سے ملا ہم بھی ہیں ان کی طرح سرکار پر ہر دم نثار

امتحان کے وقت ہوجائے گا ظاہر جوش دل یوں تو کہنے سے نہ آئے گا کسی کو اعتبار

ہے گلا قسمت کا گمنامی جو ہے ہم کو نصیب ورنہ ہوتے آج ہم بھی صاحب عزت و وقار

آپکے رحم و کرم سے ہم کو یہ امید ہے
آئے گی پھر اس چمن میں جھومتی فصل بہار

محبت

ہے محبت میں عجب سر خدائی پنہاں سارے عالم کی یہی ایک محبت تو ہے جان

کشش جذب سے اجرام فلک پھرتے ہیں گرد شمس کے عاشق کی طرح طوف کناں

ڈھونڈھتا پھرتا ہے کس زہرہ جبیں کو مہتاب شعلہ رو کون ہے وہ مہر ہے جسپر قرباں

ہے کوئی شمع تو اس پردۂ زنگاری میں جسپہ پروانہ صفت گرتے ہیں اجسام جہاں

ہے زمیں پر بھی اُسی ایک محبت کا ظہور ذرے ذرے کی ہے دلمیں کشش مہر نہاں

ہوتا ذروں میں نہ گر جذب محبت کا وجود تو کسی جسم کا ہوتا نہ کہیں نام نشان

جذب الفت سے باہم ایک ہیں اجزائے بدن — جب جدائی ہوئی ان میں تو فنا ہے انسان

بے محبت نہیں کچھ زیست کا دنیا میں مزا — ہیچ ہے سامنے سب اسکے زر و مال جہان

جان دینے سے بھی ملتی نہیں سچی الفت — اور ملجائے تو پورے ہوئے سارے ارمان

خوش نصیب اس سے تو بڑھ کر نہیں دنیا میں کوئی
جسکے ہاتھ آئے کہیں عشق کا گنج پنہان

علم و دولت کا سیدھا راستہ محنت ہے

محنت ہے اصل دولت اور جان تندرستی — افلاس اور نکبت ہے کاہلی و سستی

محنت سے آج اپنی یورپ تو آسمان ہے — ہے کاہلی سے اپنی ہندوستان کو پستی

جاپان کو تو دیکھو محنت سے کیا ہوا ہے — کیا آگے روس کی تھی اسکی بھی کوئی ہستی

لیکن ہے آج ہمسر وہ زرد پست قامت — مانے ہوئے ہیں روسی خود اپنی زیر دستی

صنعت میں آج کچھ وہ یورپ سے کم نہیں ہے — بکتی ہیں اسکی چیزیں دنیا میں سب سے سستی

غیروں سے سیکھتا ہے علم و ہنر کو دایم — ہم سی نہیں ہے اس میں شیخی و خود پرستی

ہے مرکز تجارت چھوٹا سا یہ جزیرہ — جسمیں جہان کی دولت ہے ابر سان برستی

وہ انتظام ملکی وہ نظم خانہ داری — یورپ بھی سیکھتا ہے اب اس سے گھر گرستی

تعلیم و تربیت سے جاہل ہوا ہے عالم — ہے عزم میں بلندی ہے راے میں درستی

اس کاہلی نے لیکن افسوس ہم کو مارا — ہے ملک میں ہمارے افلاس و تنگدستی

ہم تو یہی کہیں گے گر کوئی ہم سے پوچھے — دولت کا راستہ ہے چالاکی اور چستی

ہے حب ذات ہی نے عالم عجب رچایا
ویران کیوں نہ ہو پھر بے عشق دلکی بستی۔

حقیقت آدم

قصیدہ در مدح انسان کامل

ثمرِ باغ قدم اصل وجود آدم
افضل خلق ہے تو اور ہے جان عالم

تیرا باطن ہے جو اللہ تو ظاہر ہے خلق
ہے تو ہی سر حدوث اور تو ہی سر قدم

بت پرستی ہے کہون تجکو اگر غیر خدا
کہ ازل ہی سے ہی مسجود ملائک آدم

کور ہے وہ جو اللہ کی دیکھے صورت
شان مین اسکی ہے قرآن مین اعمیٰ ابکم

چشم یہ کسکی ہے یہ نور نظر کسکا ہے
دیکھتا کون ہے آنکھون سے جہان کو پیہم

حضرت حق ہی ہین دنیا مین سمیع اور بصیر
حصر نے کردیا آئینہ یہ امر مبہم

یہ سماعت یہ بصارت ہے اسی کی تجہ مین
پڑہکے قرآن کو نہ سمجھین گے جو ہین عقل مین کم

خم ابرو کا اشارہ ہے جھکا دو گردن
واسجدوا واقترِبوا صاف ہے قرآن مین قم

جسم ہے خلق ترا روح تری حضرت حق
سینہ کرسی ہے ترا دل ترا عرش اعظم

تو ہی اوّل تو ہی آخر ازلی ہے ابدی
تیرا ظاہر ہے حدوث اور ترا باطن ہے قدم

اپنی نسبت سے تو ہر بات مین تو ہے مجبور
نسبت حق سے ہے مختار قدیر عالم

ترے ہی تابع فرمان ہین یہ سب ملک ملک
دیکھتے روز ملائک ہین ترا جاہ و حشم

ہے تو ہی برزخ کبریٰ تو ہی عالم ہے کبیر
تجھ مین خلق اور خدا دونون ہین موجود بہم

کفر و ایمان ہین ادا مین تری غمزے تیرے
تو ہی کعبہ مین ہے اللہ تو مندر مین صنم

لامکان کہتے ہین جسکو وہ ہے شان تنزیہ
شان تشبیہ سے سب گھر ہین ترے دیر و حرم

جانشین کون ہے اللہ کا جز تیرے یہان
نہ فرشتہ نہ پری اور نہ کوئی حور ارم

تیرے قبضے مین ہین سب جن و ملائک بخدا
عقل و فہم و غضب و کینہ و نفس اظلم

غیریت کا یہ نتیجہ تھا کہ مردود ہوا
سر جھکایا جو نہ ابلیس نے پیش آدم

مردم دیدۂ حق کیون نہ کہون مین تجھکو ‏ ‏ ‏ دیکھتا ہے تری آنکھون ہی سی حق یہ عالم

تیرے ہی ذات سے ہے حفظ جہان ناسوت ‏ ‏ ‏ تو ہے عالم کے خزانہ پہ خدا کی خاتم

شان مین تیری پڑھون مطلع روشن کوئی اور ‏ ‏ ‏ کہ ہو تاریک دلون مین بھی اُجالا اسدم

مطلع

تو سراپا ہے خدا گرچہ ہو شکل آدم ‏ ‏ ‏ تجھ مین اطلاق و مقید کے ہین جلوے باہم

تیری بیداری و غفلت کی عجب شانین ہین ‏ ‏ ‏ زندگی چونکنا تیرا ہے تو ہے خواب عدم

دل اللہ مین و اللہ ہے مسکن تیرا ‏ ‏ ‏ کہ ہے قرآن مین اللہ محیط بھی رقم

تجھ مین اللہ کے موجود ہین سب ذاتی صفات ‏ ‏ ‏ نقل کعبہ ہے تو ہی اصل مین ہے بیت حرم

ترے گھر کا نہین کرتے ہین وہی لوگ طواف ‏ ‏ ‏ کور جنکی ہے نظر اور سمجھ جنکی ہے کم

چشم احول ہے جو دیکھے تجھے اور حق کو دو ‏ ‏ ‏ عین کو غیر سمجھنا ہی ہے کفر اعظم

تجکو اور حق کو سمجھتے ہین جو نافہم جدا ‏ ‏ ‏ مہر ہے انکے دلون پر وہ ہین کفار اثم

جامعیت ہے وہ تجھ مین کہ ملائک مین نہین ‏ ‏ ‏ احدیت کی طبیعت کی ہے تکمیل بہم

قوت و علم و خوشی سب ترے اندر ہین نہان ‏ ‏ ‏ ذات مین تیری ہین اسما و صفات عالم

حق کو اطلاق کی حالت مین نہ دیکھے گا کوئی ‏ ‏ ‏ دیکھنا تیرا ہے دیدار خدائے اکرم

تیرے افعال ترے وصف ترا حسن و جمال ‏ ‏ ‏ بحر وحدت کی ہین دنیا مین یہ موجین پیہم

کعبہ و دیر و کلیسہ مین ہین تیرے جلوے ‏ ‏ ‏ سجدہ گاہ دل عشاق ہے ہر نقش قدم

ہر نفس دہر مین جاری ہے بقا اور فنا ‏ ‏ ‏ متحرک جو ترا تار نفس ہے ہر دم

گردش چشم سے ظاہر ہے جمال اور جلال ‏ ‏ ‏ جام امرت کا اُسے اور اسے ساغر سم

زاہد خشک نے باندھا ہے خیال باطل ‏ ‏ ‏ ترے کوچے مین ہین سب جنت فردوس ارم

تو مقید بھی ہے مطلق بھی ہے بندہ بھی خدا ‏ ‏ ‏ سب نسب ہین یہ ترے تو تو ہے موجود اتم

ترے ہی فیض قدم سے ہے یہ آباد جہان ‏ ‏ ‏ ورنہ بے جان تھا بے روح تھا جسم عالم

لوحِ محفوظ ہے دل تیرا قلم تیرا خیال
تو ہے نقاشِ ازل یہ ہین تیرے لوح و قلم

رزم مین بزم مین دونون مین تیری شانین ہین
بوق و قرنا ہے کہین اور کہین تیغ و علم

کل یومٍ ہو فی شان ہے حالت تیری
کبھی آنچل ہے دوپٹے کا علم کا پرچم

لکھون وہ مطلع برجستہ تری مدح مین اب
کہ پھڑک جاے دل عارف کامل اسدم

مطلع

رونق کون و مکان باعثِ خلق آدم
ہے تو ہی واجب و امکان تو ہی موجود و عدم

تو ہے آئینۂ حق حق تیرا آئینہ ہے
دونون عالم مین ہے واللہ تو موجود اتم

تو الٹ دے جو کبھی چہرۂ انور سے نقاب
حشر ہو جاے اٹھین خاک سے مردے پیہم

شرم آتی کیون رخ کو ترے شمس و قمر
تیرے رخسار کی کچھ ان مین جھلک ہے کم کم

مثل تیرا نہین عالم مین مین دون کس کی مثال
کیا لکھون مدح تری میری زبان ہے ابکم

حسن مین ثانی یوسف مین کہون کیا تجھکو
تو ہے سرتاج حسینان عرب ہند و عجم

فیض اقدس ترا ہر آن ہے عالم مین عیان
ہے یہ تحقیر کہون تجھکو جو مین ابر کرم

اس جہان مین تو نہین تیری سخاوت کی مثال
تیرا آزاد غلام ایک عرب تھا حاتم

ترے ابرو ہی کا پرتو ہے فلک پر مہ نو
خم محراب کہین اور کہین تیغ دودم

خندۂ گل ہے کہین گریۂ شبنم ہے کہین
تیرے ہی مختلف احوال ہین سب شادی و غم

قبض اور بسط کی تیرے نہین حد و پایان
بند کوزہ مین ہوا اور پھیل کے ہو جاے یم

حضرت آدم و حوا تو تھے نقش اول
نقش ثانی ہے ترا مظہر اللہ اتم

سچ ہے توحید سے بڑھ کر نہین کوئی نعمت
نعمت حق دو عالم ہے علیکم اتم

قربت حق کی مبارک ہو ترقی تجھ کو
شکل انسان مین تو لاکھون ہی سے لیے تو نے جنم

تھا درختون مین نہان اور کبھی حیوانون مین
تیرا مسکن تھا کبھی کوہ زمین مان کا شکم

تجھکو ظالم جو کہون مین تو نہین کچھ بیجا
کہ ہے خود نفس پہ اپنے ہی ترا ظلم و ستم

ترے ہی شان مین قرآن مین ہو رحمن و رحیم
ذرّے ذرّے پہ ہے عالم کے ترا رحم و کرم

بحر وحدت ہی سے دلمین ترے دریا ہے روان
کہ زبان پر ترے جاری ہون علوم اور حکم

ہے زبان حق ہی کی گویا یہ دہن مین تیرے
تیری باتون پہ ہین قربان کلیم اور کلم

انفعالی بھی ہے اور فاعلی قوت یکجا
تجھ مین ہین خالق و مخلوق کے اوصاف بہم

پیروی روح کی ہے اور طبیعت کی کبھی
ہے کبھی نفس مجسم کبھی روح اعظم

کبھی الفت کبھی نفرت ہے کبھی لطف و عتاب
یہ ہین سب شان جلالی و جمالی پیہم

جو گزرتا ہے ترے دل مین وہی ہوتا ہے
ترے خطرے نہین کچھ وحی سے الہام سے کم

قطعہ

پھول کو کب یہ خبر ہے کہ مین جڑ سے ہون ملا
اپنی ہستی کو سمجھتا ہے الگ اور اتم

اصل مین شاخ مین گل مین تو جدائی ہے کہان
فصل اصلا نہین ہے وصل ہی ان مین باہم

سمجھے تجکو بھی جو اقدس سے گر کوئی جدا
کافر حق ہے وہی منکر قرآن و حکم

پھر بھی پوری نہین ہونے کی تری مدح اگر
ترے اوصاف لکھین تا بہ ابد اہل قلم

تو ہی خادم بھی ہے مخدوم بھی آقا بھی غلام
نسبتین خادم و مخدوم کی اس جا مین ہین ہم

کیا تعجب ہے کہ ہے مرتبۂ وحدت مین
ایک ہی عالم و معلوم خدائے اعظم

ترے ہی ہمت عالی کی کشش تھی ورنہ
شعر یہ مجھ سے نکلتے یہ کہان مجھ مین ہے دم

کیا دعا دون تجھے تو تو ازلی ہے ابدی
بس دعا ہے یہی مجھ پر بھی رہے دست کرم

اپنی ہستی کا ذرا بھی نہ رہے تجکو خیال
ہست ہو جائے حقیقت مین خودی ہو جو عدم

وصف کیا جان دو عالم کے تو لکھیگا محب
گنگ ہے تیری زبان اور شکستہ ہے قلم

قطعات

ایک جاہل اور عالم کے سوال و جواب

اک روز ایک جاہل و کج فہم رند نے | رہتا تھا غرق آٹھ پہر جو شراب مین
پوچھا یہ ایک عالم نادار سے بعجب | رہتا تھا جو کہ محو ہمیشہ کتاب مین
رہتے ہین کیون کتاب مین دن رات آپ مست | کیا ہے کوئی جنون دماغ جناب مین
کیا زندگی ہے آپ کی واللہ بے مزہ | حاصل نہین ہے لطف شراب و کباب مین
جلسون مین محوشون کو گزرتے ہین رات دن | یا نغمۂ سرود مین چنگ و رباب مین
کچھ مسکرا کے عالم دانا نے یہ کہا | کیا مین کہون سوال ادق کی جواب مین
جس نے شراب علم کا چکھا نہو مزا | کیا جانے وہ سرور ہے کیا اس شراب مین
ہے یہ وہ نشہ جو کہ اترتا نہین کبھی | آتا نہین خمار کا کھٹکا بھی خواب مین
اُسکے نشے کے سامنے سب گرد ہین نشے | لطف مے طہور بھی ہے کس حساب مین
بڑھتے ہین اس سے ہی سے ادراک عقل و ہوش | پڑتی نہین ہے روح کبھی پیچ و تاب مین
یہ نشہ وہ ہے جسکے کہ بدمست و بدحواس | رہتے ہین ہوشیار جہان خراب مین
اس جام مے سے ہی جو تجلی حق عیان | وہ ہے ضیاے نور کہان آفتاب مین
خاموش اس کے مست ہین لکھی نہین ذرا | لغزش ہے پاؤن مین نہ ہی دل اضطراب مین
ہوتا ہے اس شراب سے بزدل بھی وہ شجیع | رکھتا ہے شیر نر کو بھی جو رعب داب مین
معشوق اور کون ہے بڑھ کر کتاب سے | عاشق نہین ہے ہجر سے جسکا عذاب مین
ہر دم وصال یار ہی دن رات ہے خوشی | آتا نہین خیال جدائی بھی خواب مین
ہر روز اس حسین کی رہتے حسن کو فروغ | پیری مین جو ہے لطف کہان وہ شباب مین
کیا چیز ہین کتاب کے آگے رباب و چنگ | نغمے ہزار رنگ کے ہین اک کتاب مین
تھکتے نہین ہین کان وہ آواز نرم ہے | ہے یہ کہان بتاؤ تو چنگ و رباب مین

بجتے ہین دل مین ساز خموشی کا ہی سمان — جسطرح سے ہو متحرک حباب مین
خلوت مین علم والون کو جلوت کے ہین مزے — آئیگی کب یہ بات دماغ خراب مین

ہین علم زور اور ارادہ خدا کے وصف
لیکن عجب ہے علم ہی اول حساب مین

خلق اللہ کی خدمت ہی تمام عبادتون سے افضل ہے

صحرا سے ایک روز جو آیا مین شہر مین — دیکھا کہ ایک قبر پہ عالم ہے نور کا
چارون طرف مزار کے روشن ہین بام و در — گنبد پہ آسمان کا چراغون سے ہے سما
مجمع ہے خاص و عام کا جھکتے ہین در پہ سر — بیت الحرم سے بھی وہ بزرگی مین ہے سوا
جاتا بڑے ادب سے ہے اندر ہر ایک شخص — کر کے سلام قبر کو پڑھتا ہے فاتحہ
مرقد کے پاس آتے ہی باعز و احترام — پہلے طواف قبر کی کرتا ہے رسم ادا
جھکتا ہے پھر سجود مین با عجز و انکسار — سنگ لحد کو اور ہے ہر بار چومتا
دیکھی جو مین نے قبر کی تعظیم اسقدر — دل مین کہا کہ کون ہے یہ شخص با خدا
کیا زندگی مین اس نے کیا تھا کہ بعد مرگ — زندہ رہے گا نام نکو اس کا سالہا
شاہون کے مقبرون پہ بھی جاتا نہین کوئی — حشرات ارض اور درندون کے ماسوا
دیکھو بغور حالت آثار رفتگان — ہے رہنما سے منزل مقصود نقش پا
حالات اس بزرگ کے معلوم کیجیے — کچھ تو ملے گا شہرت و عزت کا راستہ
یہ کہہ رہا تھا دل مین کہ آیا نظر مجھے — کونے مین اس مزار کے اک پیر باصفا
پوچھا یہ مین نے اس سے کہ یہ کون ہین بزرگ — حرمت ہے جنکی قبر کی کعبہ سے بھی سوا
ہنسکر کہا یہ اُسنے کہ رہتے ہو تم کہان — جو پوچھتے ہو نام و نشان آفتاب کا
یہ وہ ہین جنکے قوم پہ احسان عام ہین — آثار فیض ان کے ہین قایم ہر ایک جا

خدمت مین ملک و قوم کی کاٹی ہے عمر سب — دنیا سے دون کے عیش کا چکھا نہین مزا
جز فکر قوم اور نہ تھی ان کو کوئی فکر — خواہش نہ زندگی کی نہ اندیشۂ قضا
قصہ ہے طول وقت ہے کم مختصر یہ ہے
ایسا محب قوم نہ تھا کوئی دوسرا

سوا خدا کے لوگون سے امید رکھنا ہی عذاب ہے

امید ہے خدا سے کہ بر آئے آرزو — کرتا ہے جو قبول ہر اک شخص کی دعا
مشکل نہین جو بات ہے آسان ہے اُسے — مردون کو ایک دم مین ہے دیتا ہے وہ جِلا
رحمت سے اسکی کون ہے مایوس خلق مین — کرتا ہے مور کو وہ سلیمان کا تخت عطا
شاہِ دکن سے ہمکو اعانت کی ہے امید — بعد اسکے ملک و قوم کا کچھ کچھ ہے آسرا
ہے یہ بھی کچھ امید کہ ارکان سلطنت — حکام ذی وقار رعایا ہے باوفا
یہ سب جو کار خیر مین دینگے ہمین مدد — راضی رہین گے ان سے خدا اور مصطفےٰ
لیکن خدا کے ہاتھ مین انسان کا ہے دل — وہ چاہیگا تو یہ بھی مدد دینگے برملا
مرضی نہین جو اسکی تو ان مین سے ایک بھی
کوڑی نہ دے گا شکو محب ہے یہ تجربہ

نقالی

[illegible]

ہیملٹ ویکر اگر صاحب بنے — اور میزون پر اڑائی بھی جو رم
فائدہ کیا ملک کو حاصل ہوا — عزت قومی ہوئی افسوس کم
گھٹ گئے تقلید سے عقل و شعور — بڑھ گئے وحشت مین اول سے بھی ہم
نقل سے نقال کی عزت نہین — اچھے انسان میکند بوزینہ ہم

مشیت حق

ہر آن دکھاتا ہے نئے رنگ فلک — ہے ماہ کبھی بدر کبھی گھٹکے ہلال
جنگل کبھی بستی ہے کبھی بحر عمیق — جو آج ہین میدان وہی کل ہین جبال
ہر سمت کبھی باغ مین ہین پھول کھلے — ہین خار کے انبار کبھی خشک نہال
انسان کی بھی حالت مین تغیر ہے یہی — ناشاد کبھی اور کبھی ہے خوشحال
جب حال یہ دنیا کا ہے پھر فکر ہی کیا — ہم پر بھی گزر جائینگے سب رنج و ملال
اسباب و نتائج کی نہین کوئی حد — فطرت پہ ہے انسان کی حکومت تو محال
سچ پوچھو تو کس بات کی قدرت ہے ہمین — ہین اور کے قابو مین ہمارے افعال

ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال
کارے کہ خدا کند فلک راچہ مجال

بدخلقیون کا رواج

پوچھا یہ ایک طالب دولت نے ایکدن — اک پیر سے کہ تجربہ دنیا کا جسکو تھا
کیا کیجئے کہ ہاتھ لگے جس سے مال و زر — عہدہ کوئی بڑا سا ملے اور مرتبا
بولا وہ پیر مرد یہ ہنسکر کہ اے جوان — انکے حصول کے تو ہین اسباب ہی جدا
یورپ مین ہین علوم جدیدہ یہان ہین اور — ان مین کمال ہے تو بر آئے گا مدعا
پہلے فن دروغ مین انسان کو ہو کمال — بولے کرور جھوٹ ہزارون مین برملا
شیطان کو سکھائے نئے کذب کی فنون — ہر بات مین دروغ ہو ہر فعل مین ریا
اسکے سوا خیانت و رشوت مین ہو کمال — مالک کے ملک و مال کو سمجھے کہ ہے مرا
سو مین جو دس اٹھائے تو نو کو آپ کھائے — حصہ ہو جنس و مال مین آدھی سے بھی سوا

جھوڑے نہ دوستوں سے بھی موقع اگر ملے
سمجھے ہر ایک کام کا رشوت ہی کو صلا

ساتھ لے سکے پھر ہو علم خوشامد میں بھی کمال
آقا کہے جو رات کو دن یہ کہے بجا

عزت کا ہو لحاظ نہ کچھ آبرو کا پاس
بدنامی و وقاحت و ذلت ہو سب روا

اپنی غرض سے کام ہو مرجائے گرچہ خلق
محسن سے بھی کرے نہ کبھی بھول کر وفا

حاصل ہوں یہ فنون تو ہو آپ کی بھی قدر
ہے آجکل انہیں کو تو ہر شخص پوچھتا

آدمی کا رزق کسی کے بند کرنے سے بند نہیں ہوتا

روزی کو جو کرتے ہیں عداوت سے کہیں بند
کرتا ہے خدا اور سبب رزق کے پیدا

دشمن کے جو نزدیک ہیں اسباب ہلاکت
کرتے ہیں وہی زیست کے سامان مہیا

روٹی بھی ہماری وہی پہنچائے گا رازق
آوازِ سگاں کم نہ کند رزق گدارا

مقدس گیت

(۱) جوانو! بڑھو رزم گاہ جہاں میں
علم خلق احمد کا ہمراہ لیکر
لڑو نفس دشمن سے ہر دم لڑائی
کہ جس کے سبب سے یہ ہیں فتنہ و شر
جہاد اب کرو جہل پر مل کے باہم
کہ ہے جاہدوا واقتلوا حکم داور
نہ گھبراؤ مشکل سے ہے بعد راحت
محمد ہیں آگے تو اللہ سر پر

(۲) کرو ذکر حق تاکہ شیطان کا لشکر
نکل جائے دل کی حکومت سے باہر
زبان پر ہو جاری بصد صدق و ایمان
ثنائے خدا و درود پیمبر
مجاہد کی عزت ہے دونوں جہان میں
کہ ہے تاج فتح و ظفر اسکے سر پر

نہین اسکو خطرون مین کچھ خوف جانکا | خدا اسکا حامی ہے احمد ہے رہبر

(۳) جہان کے مجاہد مسلمان سارے | ہین افواج حق کے سپاہی مقرر

وہ سب حق پرستی مین اک جسم و جان ہین | نہین ہوتے حکم خدا سے وہ باہر

کڑے مارچ صبر و تحمل سے کر کے | شیاطین کے لشکر پہ ہین حملہ آور

وہی دور کرتے ہین محنت اٹھا کے | مصیبت جو ہے نوع انسان کے سر پر

(۴) تغیر ہے ہر دم زمین و زمان مین | سلاطین ہین ہر آن راہ فنا پر

بجاتے تھے دنیا مین جو اپنے ڈنکے | مقابر ہین اُنکے زمین کے برابر

مگر ایک اسلام کی یہ حکومت | بدلتی نہین مثل خورشید و اختر

تغیر کے ہاتھون سے محفوظ ہے یہ | کہ حافظ ہے اسکا خدا و پیمبر

(۵) ابد تک رہیگا یہ اسلام زندہ | کرورون برس اسکا چمکیگا اختر

اسی پر رہین گے فدا صدق دل سے | ملک جن و انسان و پیر و پیمبر

حیات ابد اور علم و مسرت | ملین گے اسی دین برحق کے اندر

جوانو! کرو تم نہ اوقات ضائع | محبت کے چلو ساتھ کمر کو کس کر

(مثنویات)

امید

ہے نفس کی یہ غلام دنیا | ہے رنج و خوشی کا نام دنیا

سب شاہ و گدا ہین اسکے بندے | ہین دام بلا اسی کے پھندے

اس دام سے چھوٹنا ہے مشکل | جب تک یہ چمن ہے اور یہ دل

ہوتی نہ اگر امید راحت | کرتا انسان کبھی نہ محنت

قایم مذہب امید پر ہے | قربان اُمید ہی پہ سر ہے

ہوتی نہ امید عیش و جنت | کرتا زاہد نہ یہ عبادت

امید وصال یار جب ہے | پھر موت سے کوئی خوف کب ہے
ہوتا آسان ہے جان دینا | سر دیکے جنان کا مول لینا
دنیا کی یہی ہے جان اُمید | پیدا ہوتا ہے اس سے نا امید
امید وصال پر ہین جیتے | مہجور جو خون دل ہین پیتے
ہوتی نہ اگر امید انعام | کرتا خادم کبھی نہ پھر کام
امید خطاب و عزت و جاہ | انجام سے جسکے کم ہین آگاہ
لیتی ہے یہی تو جان انسان | کرتی ہے بھری گھرون کو ویران
چلتے امید پر ہین سب کام | معلوم نہین اگرچہ انجام
امید ہے زندگی انسان | حرمان ہے مرد گیٔ انسان

امید سے دل کو رکھ تو خالی
دنیا تو محب ہے سب خیالی

انجام شراب

ہے رات اندھیری ہو کا عالم | اوڑھی ہے جہان نے ردای غم
ہے سقفِ سیاہ چرخِ ہفتم | بجھتے ہوئے کوئلے ہین انجم
یہ برج نہین فلک کے اوپر | انبار ذغال مین ہین اخگر
ہوتا ہے گمان کہکشان پر | ہے دود سفید آسمان پر
گل کا ہے فرش سبزہ باغ | لالہ ہے تمام صورت داغ
ہر سرو ستون سنگ موسیٰ | ہر چشمۂ آب مردم آسا،
صحرا گلشن پہاڑ بستی | ظلمت مین ہے نیست سب کی ہستی
اس ظلمت شب مین ایک عورت | ہے چاند سے بڑھکے جسکی صورت

بیٹھی ہے مکان میں اکیلی — اوڑھے ہوئے چادر ایک میلی
آنکھوں سے برس رہے ہیں آنسو — ہے ماہ کی سطح پر رواں جو
ہر سمت اگرچہ ہے اندھیرا — چہرے میں مگر ہے کچھ اُجالا
چھوٹا سا بچھونا اک بچھا ہے — بچہ کوئی اس پہ سو رہا ہے
بیٹھی مردے کے پاس ماں ہے — دریا آنکھوں سے اک رواں ہے
کہتی ہے کہ دیکھئے دغا تم — اتنے ہوئے ہائے بیوفا تم
غربت میں اکیلا مجھکو چھوڑا — افلاس میں مجھ سے منہ کو موڑا
فاقوں نے نہ چھوڑا ہائے جیتا — ہوتا گر دود ہی تو پیتا
داری نہ ہوئی دوا میسر — افلاس سے ہو سکا نہ جانبر
میں بھی تو ہوں تین دن سے بھوکی — کھائی ہوں قسم ترے لہو کی
اسمیں نہیں کچھ قصور میرا — بے بس مجبور ہوں میں دکھیا
خاوند ملا ہے وہ شرابی — ہے جسکے سبب سے یہ خرابی
اُٹھ جائے شراب یہ جہاں سے — آفت آئی ہے یہ کہاں سے
غارت ہوں شراب کی دکانیں — جاتی ان سے ہیں اب تو جانیں
ملکوں سے شراب بھر کے لائیں — مردوں کو ہمارے بھر پلائیں
اللہ مٹے شراب خواری — ہو جائے تباہ آب کاری
جل جائیں یہ سیندھیں خدایا — دنیا میں رہے نہ نام ان کا
سرکار کو رحم ہم پہ آئے — محصول شراب پہ بڑھائے
سیندھی کی بھی کاشت بند کردی — محصول ہر اک دکان سے لے
یورپ کی شرابیں پھر نہ آئیں — بھاری ٹیکس ان پہ گر لگائیں
افلاس کی کیا کروں شکایت — ڈھائی ہے خدا نے ہم پہ آفت

صنعت حرفت تجارتین سب — برباد ہوئین رہا ہے کیا اب
اب کیا ہے معاش کا ذریعا — تلاش نہین ہے کوئی ہم سا
مردے کو کفن نہین میسر — افلاس نہ ہوگا اس سے بڑھکر
یہ کہکے لگی وہ خوب رونے — سر پیٹنے اور جان کھونے
اتنے مین سنی کسی کی آہٹ — آہستہ کھلے کواڑ کے پٹ
شوہر کو جو آتے اس نے دیکھا — منہ پھیر کے یہ کہا خدایا
آئی نہین مجکو موت کمبخت — پتھر سے بھی جان ہے مری سخت
کلثوم مرے رہون مین جیتی — کیا زور ہے اس مین تیری مرضی
تم چین سے اب شراب اوڑاؤ — سیندہی پیو اور کباب کھاؤ
ہم بھی ہین کوئی دنون کے مہمان — کیا کیجیے سخت ہے مری جان
رونے لگا سن کے اس کا شوہر — آنکھون سے روان ہوا سمندر
بولی کہ رونے سے فائدہ کیا — قسمت مین جو تھا ہوا اگلا کیا
مردے کو کفن کہان سے لاؤن — زیور نہین جو گرو رکھاؤن
کرتا گوٹے کا ایک اس کا — پہنا نہین اسنے ہے وہ کورا
بازار سے اسکو بیچ لاؤ — قیمت جو ملے کفن منگاؤ"
یہ کہکے اٹھی وہ دکھ کی ماری — لائی کرتا اور ایک ساری
یہ دیکے کہا کہ جلد جاؤ — میت ہے پڑی کفن منگاؤ
لیکر کرتے کو وہ دل افگار — آیا مغموم سوئے بازار
رستے مین ملا کلال جانا — دل کو ہاتھ آیا اک بہانہ
جی نے کہا پی شراب پہلے — کچھ آئے تو دل مین تاب پہلے
عادت مین خرد مین پھر ہوئی جنگ — تھا شاپ کے در پہ وہ کھڑا اونگ

عادت ہوئی عقل پر جو غالب
ساقی سے ہوا وہ مے کا طالب

دیکھا جو شراب کا پیالہ
آنکھوں مین بھرا چمن کا لالہ

کرتا ہیبت کا اس سے دیکر
پی خوب شراب مول لیکر

جب پی چکا خوب جام پر جام
ثابت ہوا اسکو مے کا انجام

اسٹرا دریا سے شرم اکبار
آئے نظر اسکو اپنے کردار

لعنت کرتا تھا اپنے اوپر
کہتا تھا یہ دل مین اپنے رو کر

کمبخت شراب تو نے مارا
سر پر ترے خون ہے ہمارا

برباد کیا مرا بھرا گھر
فاقون سے ہوے نہ طفل جانبر

ذلت رسوائی اور خواری
نکبت افلاس دلفگاری

سب مجکو ملی تری بدولت
حیوان سے بدتر اب ہی حالت

بیلے گور و کفن وہان ہے مردہ
پیتا ہون یہان شراب بیٹھا

کس منہ سے مین جاؤن ہائے گھر مین
ہون خوار مین اپنی ہی نظر مین

صورت اسکو مین کیا دکھاؤن
بہتر ہے کہ مین بھی مر ہی جاؤن

یہ کہکے اٹھا وہ جی سے بیزار
گرتا تھا قدم قدم پہ ہر بار

گرتا پڑتا چلا بمشکل
آخر ہوئی طے بقا کی منزل

دریا کے قریب جب وہ آیا
کپڑون کو اتار کر نہایا

پھر کرکے وضو نماز پڑھ کے
مانگی یہ دعا خدا کے آگے

یارب یہ شراب بند کردے
محصول ہزار چند کردے

ٹھیکا نہ شراب کا دیا جاے
نذرانہ بھی اب نہ کچھ لیا جاے

بستی سے دکانین بھی اٹھا دین
میخانون پہ پاسبان بٹھا دین

کم عمر کو دی نہ جاے سیندھی
برباد نہ عمر ہو کسی کی

توبہ کرتا ہون مے سے مین اب | تو بخش گناہ میرا یارب"
یہ کرکے دعا اٹھا وہ ناشاد | تھی آہ لبون پہ اور فریاد
کودا دریا مین پھر وہ ناکام | میخوار کا خودکشی ہے انجام
ڈوبا ایسا کہ پھر نہ ابھرا | پینے کا یہی تو تھا نتیجہ

کر تو یہ دعا محب خدا سے
اللہ بچائے اس بلا سے

قانون

عجب مضبوط ہے عالم کی فطرت | بدلتا ہی نہین قانون قدرت
گدا ہو شاہ ہو یا صاحب زر | سمجھتی ہے قضا سب کو برابر
نہین ممکن اجل سے ہو رہائی | مدد پر بھی ہو گر ساری خدائی
نیاز و نذر پیرون کی دعائین | اجل آئے تو پھر وہ کیا بنائین
بغیر ابر کیا برسا ہے پانی | چلی بے وقت کب باد خزانی
بغیر تخم کب کوئی شجر ہے | کہین بے گل کے بھی آیا ثمر ہے
اصول و نظم ہے جان خدائی | انہین سے ہے عیان شان خدائی
نہین جس ملک مین قانون و آئین | ترقی پر وہان دنیا نہ ہے دین
برائے نام قانونون سے حاصل | رعایت پر اگر حاکم ہے مائل
نہ ہوگا انتظام ملک اس جا | رعایت کا جہان ہووے گا چرچا
رعایت ہے خلاف عدل لیکن | محب چھوٹے یہ ہم سے ہے یہ ممکن؟

دوستون کی ملاقات

اکبر۔ لایئے لایئے یہان تشریف ۔ خیریت آپ کا مزاج شریف
نادر۔ پوچھتے کیا مزاج ہو صاحب ۔ عقل گم ہے حواس ہین غائب
اکبر۔ کیا بلا آئی کیا غضب ٹوٹا ۔ گھر کسی سنے ہے آپ کا لوٹا
کچھ کہو تو زبان سے بہر خدا ۔ گر مرض ہے کرینگے اُسکی دوا
نادر۔ کیا کہین کچھ کہا نہین جاتا ۔ اور چپ بھی رہا نہین جاتا
درد ہے وہ نہین ہے جسکا علاج ۔ کیا کہین تم سے کیون بڑا ہے مزاج
اکبر۔ خیر سمجھا مین آپ ہین عاشق ۔ اور ہین اپنی زندگی سے دق
نادر۔ مین نہ فرہاد ہون نہ مجنون ہون ۔ اپنی حالت پر آپ محزون ہون
قوم کی دیکھتا ہون جب حالت ۔ اور اسکی جہالت و غفلت
سب خوشی اپنی بھولجاتا ہون ۔ غم ہم قوم دل مین پاتا ہون

اکبر آپ بھی کچھ عجیب احمق ہین ۔ دیتے لوگون پہ جان ناحق ہین
دوسرون کے لئے اُٹھائے ضرر ۔ کوئی اُس سے بھی بڑھکے ہوگا خر
دوست ہوتا ہے قوم کا دشمن ۔ اسکو دیتے ہین لوگ رنج و محن
جتنے گزرے ہین مصلحان قوم ۔ سمجھے جاتے تھے دشمنان قوم
آپکی بھی کچھ آئی ہے شامت ۔ کی نصیحت تو پھر بنے گی گت
نادر یہ خیالات آپ کے ہین پست ۔ آپ اپنی غرض مین ہیئے مست
مین تو انسان ہون اور صاحب درد ۔ کچھ زنانہ نہین ہون مین ہون مرد
درد قومی ہے نعمت باری ۔ آدمی کا شرف ہے غمخواری
اُس جس مین نہین انسان ۔ سگ سے ہے بہتر اگرچہ ہے حیوان
فرض ہمپر ہے قوم کی خدمت ۔ اس سے بڑھکر نہین کوئی عزت

بے امید صلہ ہو خدمت قوم　　عین عزت ہے اپنی عزت قوم

قوم کی گر ذلیل ہے حالت　　تو نہیں شاہ کی بھی کچھ عزت

قوم ہے گر کسی کی آسودہ　　تو گدا بھی نہیں ہے افسردہ

قوم پر ہے اگر کہیں ادبار　　گل بھی نظروں میں اسجگہ ہیں خار

اکبر　میں نے مانا کہ آپ سچے ہیں　　عقل میں لیکن آپ بچے ہیں

مل کر جب سب کریں تو ہو کچھ کام　　ایک ہوتا ہے کر کے خود بدنام

کوئی کرتا نہیں ہے اسکی مدد　　اور کرتے ہیں سب خلاف میں کد

جانتے ہم خیال کو ہیں ولی　　اور مخالف کو دشمن ازلی

اسکو دیتے ہیں سو طرح کے عذاب　　اسکی تکلیف جانتے ہیں ثواب

کسکو جرات ہے جو کرے اصلاح　　خواہ نکبت انہیں ہو خواہ فلاح

نادر　ہم نے مانا کہ قوم ہے غافل　　ان میں کچھ تو ضرور ہیں عاقل

وہ سمجھتے ہیں اپنا نفع و ضرر　　اور کرتے ہیں قدر علم و ہنر

ایسے لوگوں پہ گر اثر ہو جائے　　جنگ اصلاح پھر تو سر ہو جائے

اور یہ بھی اگر نہ ہوں قائل　　تو بھی ہونا نہ چاہیے بزدل

مدد خیر فرض ہے ہم پر　　جان کا بھی اگر ہو خوف و خطر

جان دیتے نہ مصلحان قوم　　بڑھتی پھر کسطرح سے شان قوم

کرتے گر رہبری نہ یہ رہبر　　ہوتے ہم آج خر سے بھی بدتر

ہم نتیجے ہیں اپنے اگلوں کے　　رہنما آنے والی نسلوں کے

دین ہم پر ہے اپنے آبا کا　　نکریں ہم ادا تو ہے بیجا

گر کرینگے نہ ہم ادا یہ ادھار　　ہونگے دنیا میں ہم ذلیل اور خوار

آنے والے برا کہیں گے ہمیں　　وحشی پرخطا کہیں گے ہمیں

گورے کالے کا ازدواج

ایک یورپین جوان خوش رو — صاحب علم و خوش بیان خوش خو

تھا وہ سونے کی کان کا مالک — کالے گوروں کی جان کا مالک

تھا وہ نیٹال مین مقیم جوان — گنج قارون تھا ہر قدم پہ جہان

اسکے خدام مین تھی اک عورت — مشرقی حسن کی تھی وہ مورت

تھا غضب کا تناسب اعضا — جسم سانچے مین تھا ڈھلا گویا

کالی رنگت پہ تھا خدا کا نور — گل سوسن مین حسن کا تھا ظہور

اس خداداد حسن پر وہ پری — عیب ناز و غرور سے تھی بری

دل سے کرتی تھی خدمت آقا — اور آقا بھی اس پہ تھا شیدا

چاہتا تھا ہزار جان سے اُسے — جانے دیتا نہ تھا مکان سے اُسے

دونون باہم تھے عاشق و معشوق — کالے گورے تھے گرچہ وہ مخلوق

دل مین کہتا تھا وہ جوان ہردم — کس طرح اس کی ہو محبت کم

دل پہ قابو نہین محبت مین — بے بسی ہے غضب کی الفت مین

عقد بھی اس سے کر نہین سکتا — کسطرح لاؤن سر پہ اپنے بلا

کیا کرون اپنی قوم کا مین گلا — ہے تعصب تو اس مین سب سے سوا

کالے گورے کا فرق ہے بیجا — حسن مین دونون رنگ ہین یکتا

غیر قومون سے ازدواج نہین — وسعت قوم کا رواج نہین

یہ تعصب یہ کبر یہ نفرت
کہہ رہے ہین کہ ہے ابھی وحشت

ترکیب بند اور ترجیع بند

قوتِ علم

جہان مین علم سے بڑھکر نہین کوئی قوت ۔ ہزار دیو کی ہے اسکے جسم مین طاقت
اسی کے زور سے کرتا ہے فیل مست کو زیر ۔ وہ آدمی کہ ہے مور ضعیف کی صورت
اسی نے حرب کے آلات وہ کیے ایجاد ۔ کہ لشکرون کی برابر ہے قلت و کثرت
اوڑا ہی دیتا ہے دم مین پہاڑ ڈانا میٹ ۔ اسی کی ذرۂ بارود مین ہے یہ حدت

خدا کے ہاتھ کی طاقت ہے اسکے بازو مین
جہان کے ملک و سلاطین ہین اسکے قابو مین

بنایا علم نے اقوام پست کو اعلےٰ ۔ زمین مصر نے پایا اسی سے اوج سما
اسی کے خطۂ یونان کی بھی ہوئی شہرت ۔ اسی سے روم کا بیٹھا جہان پہ سکا
اسی سے اہل عرب کو ہوا شرف حاصل ۔ اسی سے آج ہے یورپ کا اوج پر تارا
اسی سے آج ہے جاپان روس پر غالب ۔ ذرا سی فوج نے لاکھون کو کر دیا پسپا

بغیر علم کے قومین ہین بھیڑون کے گلے
چھری جو ایک ہے قصاب کی تو لاکھ گلے

ہمیشہ جہل پہ غالب رہا ہے علم و ہنر ۔ نہین دماغ تو انسان خر سے ہے بدتر
غذا ہے علم دماغون کو بھی ضروری ہے ۔ کہ بے غذا کے وہ ہوتے نہین ہین طاقتور
ملے غذا نہ بدن کو تو مضمحل ہو جائے ۔ دماغ علم نہ پائے تو وہ جئے کیونکر
قیام جسم کو لازم ہے چار وقت غذا ۔ غذا دماغ کی ہے کسب علم آٹھ پہر

اگرچہ زور و زر و جاہ و مال ہے طاقت

جہان مین سب سے ہے اعلےٰ دماغ کی قوت

کردنی خویش آمدنی پیش

ہے جہان کار از گرچہ گو مگو ہین مگر پاتے وہی بوتے ہین جو
ان مین آتی ہے کہان نیکی کی خو کب جو کرتے نہین خلق نیکو
دیکھتے حالت کو اپنی تم رہو
از مکافات عمل غافل مشو

نشۂ دولت مین ہو جاتے ہین مست لب پہ لاتے ہین انا الحق والست
جانتے وہ یہ نہین ہے نیست ہست منتقم کا ہے جہان مین بند وبست
پاؤگے اکدن وہی کرتے ہو جو
از مکافات عمل غافل مشو

ہے برائی کا نتیجہ بھی برا ہر عمل کی ہے جزا بھی اور سزا
ظالمون کو چھوڑتا ہے کب خدا اور مظلون کو ملتی ہے جزا
دشمنون کو بھی نہ تم تکلیف دو
از مکافات عمل غافل مشو

سچائی

کیجیے سچ کی عزت افزائی ملک کی ہے اسی سے زیبائی
صدق مین ہے عجب مسیحائی مردے پاتے ہین اس سے گویائی
ہے تمدن کی جان سچائی

سچ سے موتی نے آبرو پائی

جھوٹ کا جب رواج ہوتا ہے ملک پھر اعتبار کھوتا ہے
آبرو اپنی سب ڈبوتا ہے صحن گلشن مین خار بوتا ہے

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

صادقون کی زبان مین ہے اثر بات کرتی ہے ان کی دل مین گھر
نکتہ چینیون کا کیا اسے ہے خطر اور کندن دمکتا ہے تپ کر

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

سچ کہے جاؤ کچھ نہ گھبراؤ آفتون مین نہ سچ سے باز آؤ
نہ پھرو راستی سے مرجاؤ جھوٹ بولو نہ تم قسم کھاؤ

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

کاذبون کی اگر ہے قدر کہین اور ہین راست باز گوشہ نشین
ہے وہین تو خرابیون کا یقین اور لازم زوال ملت و دین

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

سچ مین پنہان ہے زور دست خدا ہے پہاڑ اسکے سامنے تنکا
گرہون دنیا کی قومین یکجا تو بھی جنبش نہ ہوگی سچ کو ذرا

ہے تمدن کی جان سچائی
سچ سے موتی نے آبرو پائی

ہمارے مزدوروں اور کسانوں کی حالت

دکھائیں کسکو یہ اپنی حالت نہیں کسیکو بھی دردملت
پڑی ہے ان پر عجب مصیبت فلک کی کرتے ہیں یہ شکایت

نہ تن کو کپڑا نہ سر کو ٹوپی نہ پیٹ بھر کر انھیں ہے روٹی
لباس ان کا ہے اک لنگوٹی کہ جس سے ظاہر ہے انکی عسرت

ڈنر ہے انکا اُبالے چاول کری ہے انکی ذرا سی چٹنی
نمک بھی جسکو نہیں میسر کہ اسکی ارزاں نہیں ہے قیمت

چنے بھی ملتے نہیں ہیں انکو کہ کھولیں روزہ فجر کو اٹھکر
اور اڑائیے میزوں پہ چائے بسکوٹ کہاں ہے مزدور کی یہ قسمت

نہ انکو مکھن نہ ان کو روٹی نہ ان کو میوہ نہ انکو بوٹی
جوار بیجھڑ کی دو یہ روٹی سمجھتے اپنے لیے ہیں نعمت

ہمارے مزدور ہیں وہ مفلس کہ ان سے بہتر تو یہ گدا ہیں
یہ عیش کرتے ہیں بے مشقت وہ اپنی محنت سے بے نوا ہیں

میاں کے تن پر ہے اک لنگوٹا پھٹا سا بیوی کے بر میں لہنگا
گزی کے چیتھڑے کا ہے ڈوپٹا برہنہ بچے ہیں سر تا پا

پھٹی سی چادر ہے اوڑھنے کو زمین انکا ہے فرش انکا بستر
ملے جو جاڑے میں کہنہ کمل تو اسکو سمجھیں نیا دوشالا

نہ سر پہ ٹوپی نہ بر میں کرتا نہ انکے پاؤں میں کوئی جوتا
جہان میں ڈھونڈو نہ پاؤ گے تم کہیں یہ افلاس کا نمونہ

کسان یورپ کے ہین پہنتے ہمیشہ پتلون اور جاکٹ
جو پاؤن مین بوٹ پاسے تابلے تو ہیٹ کا انکے سر پہ سایا
بدن مین بچون کے گرم کپڑے تو عورتون کے بدن پہ ساے
عجب کسانون کی بیویان ہین کہ ان پہ دھوکا ہے لیڈیون کا
کسان یورپ کے باہنر ہین ہمارے مزدور بے ہنر ہین
نہ اپنے پیشون سے باخبر ہین نہ اپنی محنت سے بارور ہین

مکان دڑبے ہین مرغیون کے کہ جن مین رہتے نہین ہین انسان
لحد مین جیسے پڑے ہون مردے کسان ہین انمین یون ہی پنہان
نہ ان مین بیڈنگ نہ انمین لگ ہنگ نہ ان مین بیڈنگ کا کوئی کمرا
اسی مین، ہنا اسی مین سونا اسی مین کہانا اسی مین سامان
دہرے ہین مٹی کے چند برتن توا کڑاہی کٹورہ لوٹا
یہی ہے اسباب خانہ داری کہ جس سے افلاس ہے نمایان
کسان یورپ کے آدمی ہین کہ جنکے گھر مین ہے میز کرسی
مگر تمدن مین جانور ہین ہمارے ہندوستان کے دہقان
کسان مزدور کی یہ حالت ہے جہل مطلق کا یہ نتیجا
اگر نہین یہ تو پھر بتائین کہ ان کے افلاس کا سبب کیا

نہ ان مین تعلیم و تربیت ہے نہ ان مین صنعت نہ مدنیت ہی
نہ انکو دنیا کی کچھ خبر ہے نہ اپنے حرفون کی علمیت ہے
نہ ان کی خاطر وہ مدارس نہ ان کو ترغیب علم و فن کی

نہ انکو تعلیم دستکاری نہ ان کو کاموں کی تربیت ہے

غریب بچون کے واسطے ہے جہان مین تعلیم مفت ہرجا
مگر یہان تو ہین فیس لیتے عجیب الٹی ہماری ست ہے

حقوق اپنے نہین سمجھتے ہزار تکلیف ہین اٹھاتے
زبان سے کرتے نہین شکایت ملے جو تھوڑا انہین بہت ہے

دیا جو اسنے تو انکو کھاسے جو قحط آئے تو انکو مارے
انہین پہ پھر مار ٹیکس کی ہے بُری انہین کی جہان مین گت ہے

فلک زمین سب انہین کے دشمن انہین پہ حکام کے مظالم
انہین کے کاندھے ہے یہ وزارت خلقت انہین کے سر پہ ہر بار حکم

یہی کمائین تو کھائین روٹی انہین کے محتاج ہین یہان سب
نہین ہے بیجا کوئی کہے گر کہ بعد خالق یہی تو ہین رب

انہین سے قایم ہے قصر شاہی انہین سے محلونکی رونقین ہین
انہین سے آباد مسجدین ہین انہین کے دم سے ہی قوم و مذہب

انہین سے دربار کی ہے عظمت انہین سے حکام کی ہے شوکت
انہین سے اہل قلم ہین خادم انہین کے نوکر سوار و اشہب

انہین کے دم سے ہے یہ امارت انہین کے قدمونسے ہے یہ ثروت
رہین گے باقی نہ یہ زمین پر تو جاہ و منصب رہیگی یہ کب

یہی ہین اولاد دستاد قیصر یہی کماؤ ہین پوت اسکے
انہین کی تعلیم ہے مقدم انہین کی اصلاح چاہیے اب

جو ہوگی ان کی خراب حالت تو پھر نہ ہوگی کسیکو عزت

رہیگی قائم ہمیشہ عسرت کہ جس سے ہر قوم کو ہے ذلت

سچی دوستی اور دلی محبت

بقا ہے ایک محبت کو اور سب کو فنا — اسی کے جذب سے قایم ہے ارض اور سما

کشش سے عشق کی باہم جو مل گئے ذرے — ہوئے زمین و فلک اور جسم سب پیدا

ملایا جذب محبت نے پھر بسائط کو — عدم سے ہو گئے موجود وہ کہین آب و ہوا

بڑھی جو عشق کی سوزش کشش عناصر مین — تو ان کے میل سے ذی روح کا وجود ہوا

ہوئی جو آدمیون مین محبت و الفت — تو حسن و عشق سے آباد ہو گئی دنیا

کسیکہ یار وفادار و مہربان دارد

سعادت ابد و عمر جاودان دارد

یہ دوستی ہی تو دو دل کو ایک کرتی ہے — اسی سے عمر بڑے عیش سے گزرتی ہے

طلا کی طرح سے ہوتی ہے صاف ہجر مین جان — جلے جو عشق مین ہر بار وہ نکھرتی ہے

جو ہجر موت ہے عاشق کی اور وصل حیات — تو جان اسی کی فنا ہو کے پھر ابھرتی ہے

عجیب لطف ہے تیغ ادا کے زخمون مین — کہ جان بعد فنا دم اسی کا بھرتی ہے

ملے نہ دوست جہان مین تو زیست ہے بے لطف — بغیر عشق کے انسان کی روح مرتی ہے

کسیکہ یار وفادار و مہربان دارد

سعادت ابد و عمر جاودان دارد

جہان مین دوست سے بہتر نہین کوئی نعمت — کہ اسکی جان سے بھی بڑھ کے ہے گران قیمت

ہزار قیصر و کسریٰ سے وہ گدا ہے امیر — کہ جسکے پاس ہے گنج محبت و الفت

خدا سے دوست شناسا نہین ملتا — ملے کسیکو تو سمجھو وہی ہے خوش قسمت

ہر ایک چیز یہاں زور وزر سے ملتی ہے — خریدے عشق تو دیکھیں حکومت و دولت
نہ زور وزر سے نہ جاہ و سے یار ملتا ہے — خدا ہی دے تو ملے آدمی کو یہ نعمت

کسیکہ یار وفادار و مہربان دارد
سعادت ابد و عمر جاودان دارد

خوشی و شادی و عشرت کا یار سے ہے مزا — جو یہ نہیں تو ہے پھر ہیچ نعمت دنیا
غم و الم بھی تو یاروں کے دم سے شادی ہے — خوشی ہے رنج سے بدتر جو کوئی ہو تنہا
مزیل رنج مقوی روح فرحت قلب — یہ ایک دوست ہے دنیا میں ہر مرض کی دوا
عجیب عشق و محبت میں ہے مسیحائی — کہ اس کے فیض سے ہوتے ہیں مردے بھی زندا
ہوئی کسیکو میسر کبھی نہ صحت قلب — بغیر صحبت یاراں پاکباز اصلا

کسیکہ یار وفادار و مہربان دارد
سعادت ابد و عمر جاودان دارد

نہ ہو کسی کا الٰہی کبھی حبیب جدا — فراق یار سے بڑھکر نہیں کوئی صدما
عذاب نار جہنم ہے ہجر کی تکلیف — تب فراق سے پھکتا ہے جسم سرتا پا
جگر میں درد کبھی لب پہ آہ سرد کبھی — چھپا کے منہ کبھی خاموش لیٹنا رونا
جو بعد ہجر کے ہو جاوے وصل یار نصیب — تو پھر بہشت کی حوروں کی کسکو ہو پروا
جہاں میں گرچہ ہے محبوب حسن و دولت و جاہ — نہیں جہان کی نعمت میں دوستی کا مزا

کسیکہ یار وفادار و مہربان دارد
سعادت ابد و عمر جاودان دارد

مضرت شراب

زہر قاتل کا پیالہ ہے نہیں جام شراب — خودکشی مفلسی و ضعف ہے انجام شراب

کوئی چھٹتا ہی نہین جس سے وہ ہے دام شراب — سخت ناقابلِ برداشت ہین آلام شراب

پی کے ہو جاتے ہین مجنون جو ہنگام شراب

عقل رکھتا ہے تو لینا نہ کبھی نام شراب

دام دے دے کے خریدے جو کوئی خود آزار — ہے سمجھ بوجھ پہ اس شخص کی افسوس ہزار

نور سمجھے ہین جسے وہ تو حقیقت مین ہے نار — آتش مے سے نہین بچتا ہے قلب میخوار

شعلۂ نار جہنم ہے یہی جام شراب

عقل رکھتا ہے تو لینا نہ کبھی نام شراب

ہے جو بدمست کی مجنون کی حالت یکسان — فرق ان دونون مین کرنا نہین ہرگز آسان

عقل و ادراک کا دونو مین نہین نام و نشان — اور دونون کے دماغون مین غضب کا طوفان

سخت ناقابل تعمیل ہین احکام شراب

عقل رکھتا ہے تو لینا نہ کبھی نام شراب

دشمن عقل ہے مے دشمن جان دشمن مال — دوستی دشمن جانی سے تو ہونا ہے محال

قابل رنج و تاسف ہے جو میخوار کا حال — چاہیے اسکی مضرت کا ہر اک آن خیال

جز تباہی نہین دیکھا کوئی انجام شراب

عقل رکھتا ہے تو لینا نہ کبھی نام شراب

صنعت و حرفت

علم روزی پڑھائیے ہمکو — کار آمد بنائیے ہمکو

کسب زر کچھ بتائیے ہمکو — راہ دولت دکھائیے ہمکو

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو

مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

خوب تعلیم پہ ہماری ہے — پڑھ چکے تو امیدواری ہے
عمر دفتر مین سب گزاری ہے — بے وسیلہ کے سخت خواری ہے

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

ایک خدمت جو ہو کہین خالی — جسکی ہو ماہوار دس حالی
ہین نصیب اسکے جسنے وہ پائی — گرچہ پاتا ہے پندرہ مالی

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

ایم اے بی اے جو ہو گئے بھی تو کیا — نہ ملی نوکری تو پھر ہین گدا
دفترون مین نہین جگہ اصلا — نوکری ہو گئی ہے اب عنقا

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

جب کوئی شے نہ ہم سے بنوائین — تو کہان مزدور کام ہم پائین
بھیک مانگین نہ ہم تو کیا کھائین — نہ ملے بھیک بھی تو مر جائین

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

تھے کبھی ہم بھی صاحب صنعت — دست کاری مین تھی ہمین شہرت
خاک مین مل گئی وہ سب حرفت — نہ وہ دولت ہے اور نہ وہ عزت

کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھڑائیے ہمکو

جب نہ صنعت کا ہو کوئی چرچا — کیون نہ ہو جائین اہل ملک گدا

مول لیتے ہین مال غیرون کا　　کھچکے جاتا ہے ملک سے پیسا
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

گر بنائین یہین سوئی دھاگا　　پیٹ کچھ تو بھرے غریبون کا
بھیک دینے سے فائدہ ہے کیا　　اور بڑھتے ہین ملک مین فقرا
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

ان مدارس سے فائدہ کیا ہے　　امتحانات کے سوا کیا ہے
آخران سب کا مدعا کیا ہے　　پاس ہو جائین پھر صلا کیا ہے
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

طرز تعلیم یہ نہین اچھا　　اس سے ہوگا نہ ملک آسودہ
پڑھ کے ہوجائینگے ہم اور گدا　　نہ ملیگا ہمین کہین پیسا
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

ہے محب کی یہی صدا ہر بار　　ملت و ملک پر ہو جان سے نثار
مل کے باہم کرین یہی گفتار　　اور ہم سب کہین پکار پکار
کچھ تو صنعت سکھائیے ہمکو
مفلسی سے چھوڑائیے ہمکو

———۰۰———

دولت عشق

مذہب وملت سے ہے زیبا اُن کو جو ہیں دین شعار
ہو مبارک قوم کے مصلح کو قومی یادگار
دولت دنیا ملے ان کو جو ہیں زر پر نثار
ہو نصیب اہل تقوی حور و جنت کی بہار

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل با ہجران چہ کار

ذکر جاناں لب پہ ہے دل میں ہے تصویر صنم
ہے بتوں کی دید سے یاد خدا بھی دم بدم
سنگ در اُس کا ہے اسود اور گھر اس کا حرم
سجدہ گاہ عاشق سرمست ہے نقش قدم

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل با ہجران چہ کار

ہیچ ہے دنیا و دین جاہ و حشم حور و جنان
عشق میں اسکے جو لذت ہے وہ ممکن ہے کہاں
راحت و آرام سے خالی ہیں یہ دونو جہان
ساتھ اسکے گوشۂ دل ہے فقط جائے امان

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل با ہجران چہ کار

دولت و دنیا ملے بھی گر تو کب مٹتی ہیں رنج
مار سے خالی نہیں دنیا میں ہرگز کوئی گنج
بات سے یہ بال سے باریک سمجھیں نکتہ سنج
ہے کھلاڑی کی تماشا گاہ یہ کاخ سپنج

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
تشنۂ دردم مرا با وصل با ہجران چہ کار

عشق ہے دونو جہان کی جان سے ہیں تنگ نہیں
جسکو یہ دولت ملے پھر ہیچ ہے دنیا و دین
ہے محب تیرا بزیر سایۂ عرش بریں
اور سب آخر کو بعد مرگ ہیں خاک زمین

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار

تشنۂ دُردم مرا با وصل و با ہجران چہ کار

ہجر اور وصل

دستِ وحشت مین جو گھبرا کے نکل جاتا تھا — ہر طرف مجکو نظر آتا تھا عالم ہو کا

بولتے تھے نہ چرندے نہ چہکتے تھے پرند — شیر خاموش تھے ساکت تھے مواشی ہر جا

چادرون کے کہین گرنے کا نہ تھا شور کوئی — بولتے تھے کہین مینڈک بھی نہ جھیلون مین ذرا

آب مین تھی نہ روانی نہ ہوا مین تیزی — مرغ آبی بھی تھے چپ چاپ بہ رنگِ مینا

آتی ہی تھی نہ مرے کان مین کوئی آواز
میرے ہی دل کے دھڑکنے کی فقط تھی آواز

بیٹھ جاتا تھا کبھی تھک کے مین زیرِ اشجار — کھینچتا تھا کبھی تلوون سے ببولون کے خار

کبھی سایہ کو درختون کے مین تکتا تھا کھڑا — دن جو گھٹتا تھا تو بڑھتا تھا یہ سایہ ہر بار

بڑھ گئی مجھ سے کئی بانس مری پرچھائین — آدمی زاد پہ تھے دیو کے طاری آثار

اضطرابی وہ خموشی وہ مری تنہائی — اور سنسان وہ جنگل وہ پہاڑون کی قطار

آتی ہی تھی نہ مرے کان مین کوئی آواز
میرے ہی دل کے دھڑکنے کی فقط تھی آواز

شام ہوتے ہی اُٹھا لیلیِ شب کا پردا — بامِ افلاک سے انجم نے زمین کو جھانکا

دیکھتا تھا مین سوئے چرخ بڑی حسرت سے — کہ ہوئی رات نہ آیا وہ مرا ماہ لقا

پوچھتا تھا کبھی گھبرا کے ستارون سے یہی — چاند میرا ہے کہان کچھ تو کہو بہرِ خدا

چپکے سنتے تھے نہ دیتا تھا کوئی مجکو جواب — ایک سناٹے کا عالم تھا فلک پر چھایا

آتی ہی تھی نہ مرے کان مین کوئی آواز
میرے ہی دل کے دھڑکنے کی فقط تھی آواز

پھر تو آنکھوں سے ہوا اشک کا دریا جاری
انتظاری مین ہر اک لحظہ تھا مجھ پر بھاری

ہاتھ گردن مین مری آکے کسی نے ڈالا
جسطرح پیار سے کرتا ہے کوئی غمخواری

دستِ نازک نے مجھے اپنی طرف جب کھینچا
پھر تو سمجھا مین محب ہے وہی میری پیاری

وہ اُدھر چپ تھی ادھر مین بھی تھا خاموش کھڑا
ایک سکتے کا تھا ہم دونو پہ عالم طاری

آتی ہی تھی نہ مرے کان مین کوئی آواز
میرے ہی دل کے دھڑکنے کی فقط تھی آواز

———

سہرا بتقریب رسم تسمیہ خوانی مرزا بہادر علی بیگ ولد نواب نادر جنگ بہادر مرحوم پسر کرنل نواب سر افسر الملک بہادر کے سی آئی ای ایم ڈی او - اے ڈی سی - کمانڈران چیف افواج سرکار عالی واقعہ ۸ شعبان ۲۸ھ

تسمیہ خوانی کا سب سے ہے یہ بہتر سہرا
اور ہر علم و ہنر کا ہو ترے سر سہرا

افسر الملک نے باندھا ہے تری سر پہ اسے
ہو مبارک یہ بہادر تجھے افسر سہرا

تیرے چہرے سے تری سہرے کی مین دون کس سے تمثال
رخِ خورشید پہ ہے مجمع اختر سہرا

آب موتی کی ہے یہ موتیے کے پھول نہین
کہ مسلسل رخِ انور پہ ہے گوہر سہرا

رخ پہ سہرے کی یہ لڑیان ہین کہ سلک اعیان
کشف سے دیکھئے ہے مجمع جوہر سہرا

[illegible] صورت نورانی مین
اور ہے کسکے بتاؤ تو یہ سر پہ سہرا

بس محب خموش ہے دعا مانگ خدا سے تو
کہ دکھائے ہمین شادی کا بھی خوشتر سہرا

———

رباعیات

بدقسمتون کی حالت

لوگون سے ملے دلمین مگر گھر نہ ہوا　　آرام کسی جا بھی میسر نہ ہوا
پا بوسی دریا سے ہوا کیا حاصل　　ساحل کا لب خشک کبھی تر نہ ہوا

عشق کے نتیجے

دل مین ہے خیال یار میرے ہردم　　معشوق تو موجود ہے عاشق ہے عدم
کہتے ہین جسے عشق یہ ہین اسکے ثمر　　ناکامی و محرومی و مایوسی و غم

جھوٹ کا رواج

کثرت سے رواج جھوٹ جب پاتا ہے　　کاذب نہین پھر کذب سے شرماتا ہے
رہتی نہین سچائی کی عزت باقی　　سچون کا بھی اعتبار اُٹھ جاتا ہے

وعدے کے معنی

جو مرد ہین وہ بات پہ مرجاتے ہین　　کہتے ہین زبان سے وہی کرجاتے ہین
نامرد ہے وعدے سے جو پھر جائے محب　　سچائی پہ سچون ہی کے سر جاتے ہین

وفا سے وعدہ

رندی تو ہے سہل اتقا مشکل ہے　　ثابت قدمی اس سے سوا مشکل ہے
دے بیٹھئے جلدی سے کسیکو نہ زبان　　وعدہ تو ہے آسان وفا مشکل ہے

حالت تنزل

صنعت مین ترقی ہے نہ حرفت مین کمال　　افلاس کا کچھ رنج نہ دولت کا خیال
حیوان کی طرح زیست بسر کرتے ہین　　حیرت ہے کسیکو بھی نہین فکر مآل

صنعت وحرفت پر ملک کی ترقی

جاپان کو ہر علم مین حاصل ہے کمال — ہے قوت تعلیم کی یہ ملک مثال
غیرونکی زبان تو انکو جو سیکھا بھی تو کیا — بے صنعت و حرفت کی ترقی ہے محال

اولاد وطن کا وطن پر حق

ہے حب وطن کتاب فطرت کا سبق — ہر دل ہے اسی جلد مطلا کا ورق
کیونکر نہ ہون خدمات وطن پر مامور — اولاد وطن کا ہے وطن پر یہ حق

انسان مجبور ہے۔ قادر نہین

رکھتے مین بہت علم و ہنر عقل و شعور — کوشش بھی کیا کرتے ہین حتی المقدور
چلتی نہین تقدیر کے آگے تدبیر — گر غور سے دیکھو تو ہے انسان مجبور

ہجر معشوق کی حالت

رونا ہے کبھی لب پہ کبھی ہے فریاد — ہے رشک کا طوفان کبھی شورش باد
جز درد جدائی نہین کوئی مونس — آتا ہے شب ہجر خدا ہمکو یاد

صنعت و حرفت

کرتے نہین جو اپنی صناعت پہ بسر — ہوتے ہین وہی مفلس و قلاش اکثر
غیرون کے ہر اک بات مین ہین دست نگر — محتاج کوئی قوم ہے ان سے بڑھکر؟

تعلیم انسان اور ملک و ملت کی جان ہے

تعلیم سے قومون کو ہے حاصل عزت — قایم ہے فن حرب پہ ملکی طاقت
ہے جان تمدن کی زراعت لیکن — آتی نہین بے صنعت و حرفت دولت

قومی عزت قابل فخر ہے نہ شخصی عزت

تہذیب کہان ملک مین جب ہے وحشت — ہے جہل عوام سے وطن کو ذلت
بے کار ہے سب شوکت و شان شخصی — ہے قابل فخر و ناز قومی عزت

اختلاف علما رحمت خدا ہے

یورپ کی ہے آزاد خیالی مشہور　　دنیا مین مگر ایک ہمین ہین مجبور
رحمت ہے خدا کی اختلاف علما　　باہم جو ملین رنگ تو ہو پیدا نور

دنیا مین علم سے بہتر کوئی چیز نہین

دنیا کی ہر اک چیز سے بہتر ہے دماغ　　اور عشق سے ظہور دل ہے ایاغ
بے علم و عمل نہین جہان مین رونق　　یہ عقل تو قندیل ہے اور علم چراغ

پچھلا تمدن نئی تہذیب سے بہتر ہے

تھے میز نہ یہ لمپ نہ کرسی لیتر　　آسودگی تھی ملک مین اندر باہر
کیا فائدہ اس علم و تمدن سے ہمین　　پتلون سے گڑگی[ل] تھی ہماری بہتر

نمایشی تہذیب

آسودگی ملک نہ حاصل ہو اگر　　بے شبہ تمدن مین ہے نقصان و ضرر
ہے جسم مین کوٹ اور خالی ہے شکم　　تہذیب نمایشی سے وحشت بہتر

خیالات کا ظاہر ہونا ہی بہتر ہے

اچھا نہین سر مین ہون خیالات نہان　　بہتر ہے نکل جائے دماغون سے دہوان
کرتا ہے پہاڑ و نکو بھی ٹکڑے ٹکڑے　　ہوتا ہے کبھی بند زمین مین جو دخان

تعلیم کی غایت معاد و معاش ہے

خوش حال سے تھے بر آتے تھے ارمان دلی　　افلاس سے بہتر تھی جہالت اگلی
ہے غائت تعلیم تو دین اور دنیا　　اس علم سے روٹی بھی تو ہمکو نہ ملی

عشق حقیقی سے ابدی زندگی پیدا ہوتی ہے

الفت مین حیات جاودانی پائی　　اور مردہ دلون نے زندگانی پائی
اس عشق کی ادنی سی کرامت یہ ہے　　پیری مین زلیخا نے جوانی پائی

[ل] گڑگی دکھنی زبان مین پاجامہ کو کہتے ہین -

جھوٹ سے سچ ہی بہتر ہے۔

کیا فائدہ گر جھوٹ سے رتبہ پایا | سچوں کا فلک سے بھی ہے برتر پایا
حسرت نہیں صادق سے جو کاذب بڑھ جائے | پیچھے ہے جو آفتاب آگے سایا

مصیبت کے بعد راحت ہے

گردش میں ہیں ذرات زمیں شمس و قمر | ہر آن نئے رنگ نئے ہیں منظر
گھبرا نہ مصیبت سے ہے پیام راحت | آتی ہے شب تار کے پیچھے ہی سحر

ارادت اللہ غالب

ہوتے ہیں جو اسباب تباہی کامل | امداد سے کوشش سے نہیں کچھ حاصل
طوفان پہ نہیں زور کسی کا چلتا | چاہے جو خدا دم میں ہے آسان مشکل

عشق ایک مصیبت ہے

پیغام جدائی ہے حسینوں کا وصال | دم بھر کی خوشی اور ہے برسوں کا ملال
خوشحال ہے جو دام محبت سے بچا | دنیا میں یہی عشق ہے جی کا جنجال

بے تعلیمی کے نتائج

یہ ڈھیڈ یہ مانگ جو ہیں دنیا میں حقیر | تھے مالک ملک و تاج و اورنگ و سریر
تعلیم سے غفلت کا نتیجہ یہ ہوا | ہیں آج وہی ذلت و نکبت میں اسیر

رنج کے بعد راحت ہے

ہے گردش افلاک کا شکوہ بیجا | دیتا ہے خدا صبر جو آتی ہے بلا
گھبرا نہ مصیبت سے کہ طوفان کے بعد | خود آپ ٹھہر جاتا ہے آب دریا

آفتاب کو حجاب کے پیچھے سے ہی دیکھ سکتے ہیں

اس بت میں خدا کا ہم نے جلوہ دیکھا | پردے میں عجب نور کا تڑکا دیکھا
رخسار پہ کب آنکھ ٹھہر سکتی تھی | پانی میں مگر مہر کو پورا دیکھا

معشوق عاشق کے دل مین رہتا ہے

اس عشق مین بندگی خدائی کیسی — پردہ کیسا ہے رونمائی کیسی
ہوتے ہی نہین عاشق و معشوق جدا — جو دل مین ہے اس سے جدائی کیسی

مہمان بہت روز میزبان کے گھر رہنے سے ذلیل ہو جاتا ہے

ہے عمر طویل کی تمنا بیکار — دنیا مین خوشی کم ہے تو ہین رنج ہزار
رہنے سے بہت روز کسی کے گھر مین — ہوتا ہے عزیز بھی نگاہون مین خوار

قومی اخبارون کی ضرورت

جس قوم کا اپنا نہین کوئی اخبار — اظہار خیالات ہے اسکو دشوار
صدمات دلی کر نہین سکتا ظاہر — گونگے کی اسی وجہ سے ہے حالت زار

اخبار محافظ ملک ہین

ہے باغ خیالات کا حافظ اخبار — رہنے نہین دیتا کوئی گلشن مین خار
باغون مین نہ ہوتے جو ہزارون مالی — پھولون کی عوض خار کا ہوتا انبار

اللہ مع الصابرین

انسان بلاؤن مین اگر گھر جائے — صابر رہے وحشت سے نہ کچھ گھبرائے
ہے غم ہی سبب غم کا علاج بالمثل — صد شکر جو ہم کو کبھی آفت آئے

نکاح سے پہلے دولھا دلہن کا دیکھنا کار آمد ہے اور شادی کے بعد تو یہ جلوہ کی رسم فضول ہے

شادی مین بھی ہمکو نہین کچھ آزادی — اندھون کی طرح کرتے ہین ہم سب شادی
ہے بعد نکاح دیدہ بازی کی رسم — آبادی خانہ ہو کہ ہو بربادی

جسمانی علاج کی طرح روحانی علاج بھی مفت ہونا چاہیے

ہے شاہ و رعایا مین جو نسبت پدری — تعلیم عوام سے ہے کیون بے خبری
ملتی ہین دوائین تو غریبون کو مفت — لیکن نہین تعلیم مدارس مین فری

جبریہ تعلیم ضروری ہے

ہے فرض جوان باپ پہ تعلیم پسر
اس فرض کو چھوڑین تو ہین ملزم یکسر
سرکار رعایا کی ہے اصلی وارث
کیون جبریہ تعلیم نہین فرض اسپر

صنعت اور حرفت کی دستگیری بھی سخاوت ہے

صناع امیرون کے ہین سب دست نگر
ہے انکی امارت پہ غریبون کی گزر
جو ملک کی صنعت سے اٹھاتے ہین عیش
وہ عیش پسند ہین سخی سے بہتر

عذاب کے بعد رحمت کا ظہور ہوتا ہے

ہر آن بدلتے ہین سین لیل و نہار
ہے شام خزان اور کہین صبح بہار
گھبرانہ بلاؤن سے کہ آتی ہے سحر
اس پردۂ شب مین ہین نئی رنگ ہزار

انسان کا ارادہ مشیت حق کا تابع ہے

کیا علم ہمارا کیا ہماری قوت
بچون کے ہین کھیل یہ تدبیر حکمت
قابو مین نہین دل تو ارادہ کیسا
ہے غیر ارادی بھی تو دل کی حرکت

غریبی بہت سے صدمون سے خالی ہے اور امارت مین ہزارون خطرے ہین

ہر حال مین کر شکر خدا اے ازلی
صابر کو ہے پستی مین بھی آسودہ ولی
دنیا مین امیرون ہی کو خطرے ہین سوا
گرتی ہے بڑی عمارتون پر بجلی

انسان کے دلی خیالات اور جذبات اسکی تحریر اور تقریر سے ظاہر ہوتے ہین

تصنیف دل سرد کو گرماتی ہے
اصلاح عوام خوب ہوجاتی ہے
پکتے ہین خیالات دماغون مین مجب
آدے مین نہین آگ نظر آتی ہے

ہر شے خدا کی صورت پر ہے فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ

کل مجلس رندان مین عجب تھی حالت
ساقی نے لنڈھائی تھی شراب وحدت
وہ جوش وہ ولولہ وہ مستی کیا تھی
تھی جام مین کس کی آفتابی صورت

ہر پیشہ اور صنعت کے لیے تعلیم اور اکتساب ضروری ہے

خود رو کہیں شاعر کہیں فطری خدام | کرتے ہیں مقدر کا گلہ سب یہ مدام
ہر کام کی تعلیم سے ہوتی ہے قدر | ناقابل وقعت ہے اناڑی کا کام

انسان کے جوہر ذاتی تعلیم اور اکتساب سے ظاہر ہوتے ہیں

بالطبع ذہین اگر ہوئے بھی تو کیا | بے کار ہے سب بے علم و ہنر ذہن رسا
ہیرا جو نہ ترشا تو رہا وہ پتھر | پتھر جو ہوا صاف بنا آئینہ

پیری جوانی سے افضل ہے

صد شکر کہ طوفان جوانی گزرا | ہر موج فنا کا سر سے پانی گزرا
پیری میں عجب حرص و ہوس سے چھوٹے | زندہ ہوا دل جو عیش فانی گزرا

اسی دنیا ہی میں عالم آخرت موجود ہے

اس زیست میں ہے موت بھی طاری ہمہ پہر | دن بھر تو ہیں زندے اور مردے شب بھر
جب بند ہوئی آنکھ کھلا روزن دل | غافل یہی خواب ہے جہان دیگر

ہو الاول ہو الآخر

اک تخم سے ہے اصل گل و شاخ و ثمر | پھر بیج وہی پھل میں جو ہے اصل شجر
ہر جزو ہے گو کل سے بہ نوع دیگر | اول ہے وہی اور وہی آخر ہے مگر

نفس پرستی سے خدا نہیں ملتا

گر ہے طلب حق تو اٹھا رنج و محن | از تیغ ورع گردن امارہ بزن
کس طرح ہو مقبول خدا نفس پرست | ہوتا ہے محب یار عدو بھی دشمن

انقلاب زمانہ یہ ہے کہ لوگ روح کے مقابلہ میں جسم کی کچھ قدر نہیں کرتے

ہے مادہ بے نور مگر روح ہے بدر | وہ ثقل سے پائین تو لطافت سے یہ صدر
لیکن عجب انقلاب اس دور میں ہے | موتی کی نہیں قدر صدف کی ہے قدر

دنیا مین کوئی چیز بغیر روح یا باطن کے موجود نہین۔ مگر بغیر اس مادے کے بھی روح پائی جاتی ہے

اجسام مکانات ہین ارواح مکین
بے مغز رہے پوست کی حاجت ہی نہین
بے مادہ ہین خواب کے اشکال مگر
بے روح کے پاتے نہین ہم جسم کہین

تصفیہ روح تکلیف اور مصیبت ہی سے ہوتی ہے

ہے روح کو ہر درد و الم سے راحت
لازم ہو مصیبت مین بھی شکر نعمت
کیون تصفیۂ قلب نہ ہو غم سے محب
آتش سے نکھرتی ہے طلا کی رنگت

عورتون کی آزادی کے بغیر لطف سیر و تماشہ نہین

عورت کے بغیر لطف دنیا ہی نہین
بے حور کوئی جنت عقبیٰ ہی نہین
اس جس سے کم ہوگئی مردون کی خوشی
بے شرکت زن سیر و تماشا ہی نہین

خودی سے چھوٹنا بہت مشکل ہے

ہے مقصد تعلیم فقط صیقل دل
پر جس سے نہ حاصل ہو وہ ہے لاطائل
مشکل نہین آزادی ملک و ملت
لیکن ہے خودی سے رستگاری مشکل

ملکی صنعت و حرفت کی قدردانی ضروری ہے

اس لپ سے سو درجہ وہ ڈیوٹ بہتر
جس سے رہے ہر گھر مین محب تابش زر
آسودگی ملک ہو پیدا دم مین
ملکی ہی صناعت پہ قناعت ہو اگر

خدا اور بت دونون حقیقت مین ایک ہی ہین مگر ان مین فرق بھی موجود ہے

حیران ہو کہ پردے مین نہان کیا دیکھا
اس عشق نے جو کچھ کہ دکھایا دیکھا
تھے اصل مین بت اور خدا دونون ایک
پھر دونون مین فرق عجب تماشا دیکھا

انسان مین قابلیت ہے اور حسب و نسب اعتباری ہین

انسان مین فطرت سے ہے حسب ہو نہ نسب
بیٹے تو شیاطین ہین ولی مادر و اب

ہو کیون نہ وراثت طبیعی سب اصل ایک شاخ کے دو برگ بھی یکسان نہین ہین

قوت برق سے زمین کے ذرات پیدا ہوتے ہین

جوہر ہی یہ اعراض یہان ہین سمینے ہے جسم فنا روح کو لیکن ہے بقا
کسطرح نہ ہم روح کے قائل ہون مجیب جب برق سے ذرات زمین ہون پیدا

آرزوئین اور امیدین بھی خاک مین مل جاتی ہین

وہ مجھسے ملین کہان یہ قسمت میری جاتی نہین کوشش سے نحوست میری
اک عمر بسر ہوئی امیدون مین مجیب ہو جائے گی خاک بھی حسرت میری

طلب دیدار

وہ مجکو بلاتے ہین نہ خود آتے ہین تفریح کو باہر تو کبھی جاتے ہین
رستے ہی مین مل جائین تو مشکل کیا ہو صورت کے دکھانے مین بھی ترساتے ہین

چشم ستمگر سے خدا بچائے

بانکی وہ ادا فتنۂ محشر تیری نیچی نگہ ناز وہ نشتر تیری
لڑتے ہی نظر دل ہی نہ تھا پہلو مین دیکھے نہ کوئی چشم ستمگر تیری

حشر مین دیدار خدا کسی شکل و صورت مین ہوگا۔

تنزیہ کی شان کیا نظر آئے گی کیا روح کو چشم بشری بلائے گی
یہ بت ہی خدا حشر مین آئین گے نظر تشبیہ جمال اپنا جو دکھلائے گی

خالق و مخلوق کو وہ سمجھنا ہی شرک ہے

زاہد تیری آنکھون مین نہین نور ذرا بت جنکو سمجھتا ہے وہ ہین عین خدا
گر بت یہ خدا نہین تو پھر کیا ہین ہوتا ہے دوئی سے شرک باری پیدا

انسان اور کعبہ مین بڑا فرق ہے یہ کامل ہے اور وہ ناقص

زاہد ترے کعبہ مین رہا ہی کیا ہے چوکور عمارت کے سوا ہی کیا ہے

اللہ مجسم تو وہ بت ہے گھر مین　　محراب مین دیدار خدا ہی کیا ہے

معشوق کی بیماری عین عاشق کی بیماری ہے

دل درد غم ہجر کا آزاری ہے　　ہر آن مصیبت کی بڑی بھاری ہے
کٹتے ہین شب و روز تردد مین محب　　بیمار نہین وہ مجھے بیماری ہے

شب فرقت

کاٹے سے نہین رات یہ کٹتی یارب　　آ گے سے نہین بلا یہ ہٹتی یارب
گھٹتی تو ہے سرما کی بڑی رات مگر　　میری شب فرقت نہین گھٹتی یارب

تدبیر عین تقدیر ہے

ہوگا وہی تدبیر سے قسمت مین جو ہو　　پھرتے رہو جستجو مین یا بیٹھہ رہو
پہنچے ترے در تک بھی تو محروم پھرے　　کوشش اسے کہتے ہین مقدر اسکو

دوستون سے ملاقات عید کا مزا دیتی ہے

یکسو جو ہوا دل تو ہوئی غیب کی دید　　راحت سے ہوا قریب کلفت سے بعید
اک عید کا دن ہے سال بھر مین لیکن　　ملتے ہو جو تم مجھ سے تو ہر روز ہے عید

عید قربان سے غرض قربانی نفس ہے

فاقہ سے ہو خود غیر کی مہمانی کر　　یارون کے لیئے خون کو بھی پانی کر
ہے نفس کا مارنا خدا کو جو پسند　　بکرون کی نکر نفس کی قربانی کر

معشوق کے ہاتھہ سے مرنا بھی حیات ہے

اس بت کی محبت ہے خدا نے جو دی　　نیکی ہے نظر مین میرے ہر اسکی بدی
وہ ذبح کرے ہاتھہ سے اپنے جو محب　　ہو جائے مجھے موت حیات ابدی

عشق مین مرنا بھی شہادت ہے

اس جسم کو اس عمر کو کیا لیکے کرین　　کیون گھر مین جہان کا مال بیکار بھرین

ہے پاک محبت مین شہادت مرنا
پھر عشق مین اس یار کے ہم کیون نہ مرین

منہ چھپانا دلیل نفرت ہے

دیدار کی لے کاش نہ حسرت ہوتی
یا پیش نظر اُسی کی صورت ہوتی

کیونکر ہو محب اسکی محبت کا یقین
وہ منہ نہ چھپاتا جو محبت ہوتی

دور ہی کی ملاقات بہتر ہے

دے اپنی طرف سے یار جو کچھ ہو وہ بس
کرتے ہین مٹھائی پہ پٹھانے سی مگس

ملتے رہین پڑے ہی سے گاہے ماہے
بس اس سے زیادہ ہے محب حرص و ہوس

دیدار یار کا وعدہ حشر پر موقوف ہے

کیا کیجیے محرومی قسمت کا گلہ
پھل نخل محبت کا نہ ہم نے چکھا

یہ عمر تو سب ہجر کی سختی مین کٹی
شاید وہ کرین حشر مین وعدہ کو وفا

عشق حقیقی کو عفت اور عصمت لازم ہے

عاشق ہین محب دیکھ کمال عصمت
اوباش مین پائی نہین بحاتی عفت

وحشی سے بھی بدتر ہین غرض کی انسان
ہوتی نہین جو پاؤن مین باہم الفت

عشق و محبت انسانون مین ہوتا ہے نہ کہ بوالہوسون اور حیوانون مین

اوباش کی اک یار سے الفت معلوم
بھونرے کی کسی گل سے محبت معلوم

پوچھے کوئی عاشق سے محبت کے مزے
حیوان کو نہین عشق کی لذت معلوم

جو مراد دنیا مین بر نہین آتی وہ آخرت مین ملتی ہے

وہ دل سے تو نزدیک ہے گو جسم سے دور
اسکی مئے الفت سے ہین دائم مخمور

دنیا مین نہین تو آخرت مین تو ضرور
ہو جائینگے ہم وصل سے اسکے مسرور

عاشق کے دل سے کسی نا امیدی مین بھی تمنائے وصال نہین جاتی

دنیا مین تو ممکن نہین ملنا تیرا
عقبےٰ کی امیدون پہ بھروسہ ہے کیا

اسپر بھی ہے پھر دلمین تمنائے وصال　　بو ہو نہین سکتی ہے کبھی گل سے جدا

معشوق خیالی معشوق جسمانی سے بہتر ہے

دنیا مین نہو وصل تو پروا کیا ہے　　تو دلمین ہے پھر اور تمنا کیا ہے

معشوق مجسم سے خیالی بہتر　　ہے لطف لطافت مین کثافت کیا ہے

تصور یار تغیرات جسمانی سے محفوظ ہے

ہے مادہ اسفل تو خیال عالی ہے　　وہ حسن تو یہ حجاب حالی ہے

ہے جسم کثیف یار غیرونکے لیے　　معشوق تغیر سے مرا خالی ہے

جوانی کا تقوی پیری مین بہت کام آتا ہے

کیا جلد شباب اہل ہوس کھوتے ہین　　تا مرگ یہ صحت کے لیے روتے ہین

ہوتے ہین جوانی مین جو تقوی سے ضعیف　　پیری مین وہی مرد جوان ہوتے ہین

عیش و آرام سے دماغی قوتین گھٹتی ہین۔

کیا علم و عمل مین ہے سرور و لذت　　قربان ہے سب اس پہ جہان کی دولت

پرہیز سے بڑھتے ہین قوائے باطن　　گھٹتی ہے تعیش سے دماغی قوت

عشق حقیقی مین کوئی غرض شامل نہین ہوتی

اس شوخ سے بے ملے وجہ محبت کیون ہے　　یہ جوش یہ ولولہ یہ وحشت کیون ہے

تا زیست جہان مین اس کا ملنا معلوم　　پھر اس پہ یہ انتہا کی الفت کیون ہے

عشق حقیقی کبھی دل سے دور نہین ہوسکتا

مٹی مین ملے جسم کہ آتش مین جلے　　یا سوز غم ہجر سے رہ رہ کے گلے

تو مجھ سے کبھی چھپے ملے یا نہ ملے　　ممکن نہین دل سے تری الفت نکلے

سوزش عشق

افسوس ہے کیون پاس ترے ہم بیٹھے　　دل دیکے تجھے گھر مین بصد غم بیٹھے

اُٹھے تو اُٹھا درد ہوئی گھبراہٹ بیٹھے بھی تو بادیدۂ پرنم بیٹھے

خداوند تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہین

یارب کوئی اس عشق کا انجام بھی ہے مجھسا کوئی اس دھر مین ناکام بھی ہے
ہوتا نہین قدرت کا کوئی فعل عبث ساقی ہے جہان وہان مئی وجام بھی ہے

جو کچھہ دیا جاتا ہے وہ میری لیاقت سے بڑھکر ہے

اس شوخ کی الفت کے مین لایق تو نہین غیرون سے کسی بات مین فایق تو نہین
پھر اسپہ کرم اُسکا نہ ہے قدرت حق حسرت مری فطرت کے مطابق تو نہین

بوڑہاپے کا عشق

اس دل کو کرون کیا نہین سُنتا میری کیا نزعہ مین حالت ہے خدایا میری
کہتا ہون کہ بے جوڑ محبت غم ہے وہ حور جوان کمر خمیدہ میری

جوانون اور بوڑھون کا عشق بے نتیجہ ہے

ناجنس پہ مرتے ہین یہ الفت کیا ہے پیری مین جوانون سے محبت کیا ہے
عاشق تو ہوئے ہین کچھہ خبر یہ بھی ہے پہلو سے کمان کے تیر کو نفرت کیا ہے

جوان عورت کے ساتھہ شادی کرنا پیری مین خطرناک ہے

اس شوخ کے وصل کی تمنا بھی نہ کر حسرت مین تمام عمر گھل گھل کے نہ مر
آتے نہین پہلو مین ضعیفون کے جوان بیوی ہے کہین اور تو گھر مین شوہر

جوانون اور بوڑھون کی ملاقات بے لطف ہے

ہم عمر سے دل لگی بہت ہوتی ہے صحبت کی خوشی دلون سے غم دہوتی ہے
بوڑھون کی جوانون کی ملاقات عجب دل سے ہوس عیش نہین کھوتی ہے

رقیبون کا رشک اور شکایت ملاقات

ملتے ہین رقیب دور جا کر تم سے ہم گھر مین پڑے مرتے ہین درد و غم سے

غیرونکو تو دیتے ہو ہزاروں موقعے — شاید کہ قیامت مین ملوگے ہم سے

چھپا چوری یارون سے ملنا

وہ پاس سے چھپکر جو گزر جاتا ہے — معلوم ہے ہمکو وہ جدھر جاتا ہے
بے تنک سے رقیب سے جو وعدہ ٹھہرا — ٹھہرا کے ہمین آپ اُدھر جاتا ہے

مسئلہ وحدت الوجود

ہر رنگ مین اُس شوخ کو دیکھا ہم نے — ہر برگ سے علم اسی کا سیکھا ہم نے
ظاہر مین ہمین یہ عاشق و معشوق و رقیب — دیکھا جو انہین خدا ہی سمجھا ہم نے

عالم کے تمام افعال اور صفات خدا کے ہین

پیتا ہے کوئی اور نہ پلاتا ہے کوئی — کھاتا ہے کوئی خود نہ کھلاتا ہے کوئی
افعال و صفات سب خدا کے ہین محب — دیتا ہے کوئی اور نہ دلاتا ہے کوئی

معشوق موہنی صورت کی تعریف

کیا موہنی صورت ہے ادا پیاری ہے — آنکھون مین مے عشق کی سرشاری ہے
کچھ ہمین نہین تجھ پہ ہین عاشق تنہا — ہر شخص کو تیری ہی طلبگاری ہے

حسن صورت

وہ چشم سیہ مست و ادا مستانہ — وہ حسن کہ جسپر ہے جہان پروانہ
چہرہ جو پری کا تو قیامت قامت — پھر کیون نہو ہر شخص ترا دیوانہ

حسن بے پردہ قیامت ہی

بے پردہ جو نکلے گا قیامت ہوگی — سب کو ترے دیکھنے کی حسرت ہوگی
ٹہلے گا سڑک پر جو سر شام کبھی — پروانون کی گرد شمع کثرت ہوگی

معشوق خدا کی عین صورت ہے

صد شکر کہ یار باوفا پایا ہے — بندے مین چھپا ہوا خدا پایا ہے

یہ سب جو ملا ملا کرم سے تیرے ذرّے نے عجب مہر لقا پایا ہے

خدا اور بندے کے درمیان دوئی کا پردہ حائل ہے

یہ جذبۂ دل کھینچ اُسے لائے گا گر وہ ہے خدا تو آپ خود آئے گا
مایوس نہ ہو یار کے چھپنے سے محب پردہ بھی یہ درمیان سے اُٹھ جائے گا

عاشق کی مراد وصال ہے اور معشوق کی مراد جور و جفا ہے

معشوق کو ہر جور و جفا زیبا ہے عاشق کو مگر صبر و رضا زیبا ہے
آئے نہ کبھی لب پہ شکایت اسکی تمکو تو محب مہر و وفا زیبا ہے

عشق بے اختیاری ہے کسی کے ارادے سے نہیں ہوتا

دکھلا کے مجھے ایک جھلک مارا ہے تن خار جگر بھی گل صد پارا ہے
مجبور ہے انسان خدا ہے قادر بجلی جو گرے دل پہ تو کیا چارا ہے

وحدت الوجود

تو ہی تو ہے معشوق تو ہی عاشق ہے زاہد ہے تو ہی اور تو ہی فاسق ہے
پہچانتے ہیں عارف کامل تجھکو سامع ہے تو ہی اور تو ہی ناطق ہے

نمایش اور شہرت وبال جان ہیں

یہ حسن یہ عزت یہ زر و مال و مکان ہیں باعث تکلیف و غم و درد جہان
ہو جائے گا صید تو نمایش سے کبھی طاؤس کے یہ پر ہی تو ہیں دشمن جان

ہو الاول ہو الآخر

دانہ ہیں درخت تھا زمین کے اندر پھر پردۂ باطن سے وہ آیا باہر
ظاہر سے وہ باطن کو جو رُخ کرتا ہے جاتا ہے سما تخم میں پھر آپ شجر

عشق کچھ جوانی ہی پر موقوف نہیں

بوڑھوں میں جوانوں کا نہیں عشق ہے کیا اُسکی بھی تو ملتی ہیں نظیریں صد ہا

پیری و جوانی تو عوارض ہین محب — دل جس سے ملے ہے وہی ہم جنس اپنا

تسلیم و رضا سب سے اعلی مقام ہے

بیداد نئی نئی سے ہے قاتل تیری — ہوتی نہین زخمون سے مجھے بھی سیری

آتا ہے جو رنج مین سمجھتا ہون خوشی — تیری جو رضا وہی ہے مرضی میری

محبت اور نفرت ان دونون کششون پر عالم کا وجود ہے

دل اہل محبت پہ فدا کیجئے آپ — نفرت جو کسی سے ہو تو رہیئے چپ چاپ

ہین نفرت و الفت کے لوازم یہ محب — نفرت سے علیحدگی محبت سے ملاپ

خلقت آدم علے صورتی

غفلت مین ہے کیا جہل کا پردہ تو اٹھا — اور اپنی حقیقت سے بھی واقف ہو ذرا

تو ڈھونڈتا ہے کسکو فلک پر جا کر — انسان کی شکل مین زمین پر ہے خدا

محبت تو جمال اور نفرت جلال ہے اور یہ دونون ہاتھ خدا کے اس عالم

مین کام کر رہے ہین +

ظلمت ہے اگر قہر تو ہے مہر بھی نور — ہے رنج عداوت مین تو الفت مین سرور

خالق جو محبت ہے تو نفرت مہلک — ہر جا انہین دونونکا ہے عالم مین ظہور

عاشق معشوق کا بندہ ہے

غیرون کو جو جی چاہے تو سب گھر دیجے — مختار ہین آپ دل جو چاہے کیجے

مین بندہ ہون بندگی مجھے لازم ہے — جو کام کسی سے نہ ہو مجھ سے لیجے

ظہور ارادی کے بغیر محبت نہین ہوتی۔

الفت کا ہر اک راز بتایا تھا مجھے — یا تو ن ہی مین دیوانہ بنایا تھا مجھے

ملنا جو نہ تھا آپ کو منظور تو پھر — کیون چہرۂ پرنور دکھایا تھا مجھے

معشوق عاشق ہی سے زیادہ پردہ کرتا ہے

بے درد ہے وہ اسکو مروت کیا ہے | باتین ہین فقط دل مین محبت کیا ہے
مجھ سے تو چھپین غیر سے خود جا کے ملین | الفت ہے اگر یہ تو عداوت کیا ہے

عاشق کو معشوق کی یاد کبھی نہین بھولتی

محرومی قسمت سے بہکتا ہے کبھی | امید وصال سے چہکتا ہے کبھی
سونے مین بھی رہتا ہے اُسی گل کا خیال | دل یاد سے اُسکے نہین تھکتا ہے کبھی

عاشق کو معشوق کی یاد سے ایک خاص لذت حاصل ہوتی ہے

ہر دم ہے دعا یہی کہ تو شاد رہے | ہر رنج و بلا و غم سے آزاد رہے
تو مجکو جو بھولے تو نہین اسکا گلا | جب تک ہے یہ دل دل مین تری یاد رہے

کبھی کمزور زور آور پر غالب آتا ہے

ہے گرچہ خداداد یہ سب فتح و ظفر | آتے ہین بہت کام مگر علم و ہنر
جاپان نے کیون روس پہ غالب آئے | ہے حب وطن کا جوش اُسمین بڑھکر

رعایا کی خوشنودی سلطنت کی مضبوطی ہے

کیا روس کو فوجون سے کوئی قوت ہے | ناراض رعایا ہے تو کم طاقت ہے
جاپان سے خوش ہے جو رعایا اُسکی | اُس ملک کو لشکر کی نہین حاجت ہے

خوشی اور رنج دونون خیالی چیزین ہین

ہے دوست کے ملنے کا کسیکو ارمان | کوئی طلب جاہ مین ہے سرگردان
دونون کا حقیقت مین ہے مقصود خوشی | اور رنج و خوشی دونون خیالی ہین یہان

عشق مال اور دولت سے بھی اعلی ہے

معشوق کی ہر بات مین پایا جو مزا | لاکھون ہی کئے خرچ کہین وہ نہ ملا
دولت سے بھی حاصل نہ ہو جب یہ لذت | پھر کیون نہ ہو عشق مال و زر سے اعلے

عید انہین کی ہے جو اپنے دوستون سے ملتے ہین

بدبخت ازل کے نہین ہوتے ہین سعید — ہے وصل کہان انکو میسر نہین دید
یہ عید بھی ہمکو تو محرم سے ہے عجب — جو دوست سے ملتے ہین انہین کی ہے عید

یارون کی بے وفائی

گھر غیر کے خود جا کے اُسے شاد کیا — اس خانۂ ویران کو نہ آباد کیا
کیا تجھسا گلا یہی تہا قسمت مین لکھا — الفت نے تیری عمر کو برباد کیا

خدا کی محبت سچی اور خلق کی محبت باطل ہے

ہے عشق خدا مجھے کہ ہے جسکو بقا — فانی کی محبت کا نتیجہ ہے فنا
ہر رنگ مین ہر جا وہی آتا ہے نظر — ہوتا نہین معشوق مرا مجھسے جدا

بڑی آنکھون مین جب مروت نہین تو وہ ہرن کی آنکھون سے بھی بدتر ہین

اس شوخ مین افسوس محبت ہی نہین — ہمدردی عشاق کی عادت ہی نہین
آنکھین تو بڑی بڑی ہین لیکن ان مین — جب غور سے دیکھا تو مروت ہی نہین

حسینون کی محبت ناقابل اعتبار ہے

اس شوخ کی الفت کا یہ پھل ہمکو ملا — شربت مین دیا اُس نے ہمین زہر ہلا
کھانا نہ حسینون کی محبت کا فریب — سمجھے تھے جسے سیب وہ حنظل نکلا

ایک پاؤن نفس کے سر پر رکھ دوسرا پاؤن خود خدا کے گھر کے اندر ہوگا

روزے رکھے کہ جو کی روٹی کھائے — یا گیروے کپڑون کی بھڑک دکھلائے
سالک کے لیے نفس کشی ہے اوّل — اس سانپ کو مارے تو خزانہ پائے

یہ موت بھی تو حیات ہے جو یہان سے مرتا ہے وہ عالم آخرت مین پیدا ہوتا ہے

روتا ہے عبث موت کے ہر دم ڈر سے — جائے گا نکل اس قفس خوشتر سے
بچہ بھی تو روتا ہے غلط فہمی سے — آتا ہے جو باہر شکم مادر سے

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر کو بلحاظ امور خلافت فضیلت ہے

اسلام و شریعت کے بنی بانی ہین — بعد انکے عمرؓ مظہر ربانی ہین
تکمیل رسالت و خلافت ہین محب — بے مثل وہ ہین اور یہ لاثانی ہین

رسید سر کملت
تکملہ وتکمیلہ

حضرت عمرؓ کا عدل بے مثل تھا

دنیا مین ہین ہر کام کے افراد جدا — لیکن نہ ہوا کوئی عمرؓ سا پیدا
ہر خلق کو اعتدال لازم ہے محب — تھے عدل مجسم آپ سر سے تا پا

ادنی کو اعلیٰ کی محبت بھی ہوتی ہے اگرچہ معشوق کے وصال کے قابل نہ ہو

یہ جذبہ ناچیز کہان اور وہ حور — پروانہ کہان اور کہان شعلۂ نور
معلوم ہے اس شوخ سے ملنا لیکن — انسان محبت سے محب ہے مجبور

عشق اور عقل مین باہم تنافر کی نسبت ہے

ہوتا ہے جو انسان مئے عشق سے چور — رہتا ہے خیال دلربا مین مسرور
اس عشق و خرد مین کیا تنافر ہے محب — نزدیک وہ آجائے تو ہو جائے یہ دور

بد خلق آدمی سے تو حیوان بہتر ہے

ایمان سے واقف نہ صداقت کی خبر — پابند دیانت نہ امانت کا اثر
ظاہر مین تو کچھ اور ہین باطن مین کچھ اور — ان آدمیون سے تو یہ حیوان بہتر

جس قوم کے اخلاق خراب ہو جاتے ہین وہ ہمیشہ پامال رہتی ہے

ہو جائین اگر قوم کے اخلاق تباہ — دنیا مین ملے گی نہ کہین اسکو پناہ
پامال رہے گی مثل ہر سر راہ — لا حول ولا قوۃ الا باللہ

بوڑھے اشخاص کا اکثر آسانی سے دم نکلتا ہے

اطفال کا مرتے ہین تو دم اڑتا ہے — اسباب ہلاکت سے جوان لڑتا ہے
بوڑھون کو ہو کیا نزع کی سختی کا خیال — پھل پکتے ہی خود آپ ٹپک پڑتا ہے

بے تجربہ کے انسان کی طبیعت معلوم نہین ہوتی

انسان کی حیوان پہ شرافت معلوم　　　تعلیم کی اخلاق کی عزت معلوم
حیوان کی تو معلوم ہے انسان کی گر　　　ہوتی نہیں سب تجربہ فطرت معلوم

انقلاب زمانہ کی بہار قابل دید ہے

کیا رنگ بدلتا ہے شب و روز یہ دہر　　　ہے مہر کے آثار کبھی شدت قہر
ہے ظلمت و نور میں لڑائی دایم　　　آلودہ بخون روز نکلتا ہے مہر

عیدی بہ نواب افضل النسا خانم

اس باغ جہان میں رہو دایم خرم　　　ہر سال ہو تعلیم میں آگے ہی قدم
دیتا ہے محب یہی مبارکبادی　　　ہو عید مبارک تمھیں افضل خانم

آمون کی تعریف جنھیں میری شاگرد رشید افضل النسا خانم نے بھیجا تھا

بھیجا مجھے افضل النسا نے تحفہ　　　ہر آم میں تھا شہد بہشتی کا مزا
تھے زرد یہ آم سرخ کاغذ میں کہ تھے　　　خورشید صد و بست شفق میں یکجا

نامرادی بھی عین مراد ہے

ہے صبر و رضا خوے نہادی میری　　　دنیا کا غم و رنج ہے شادی میری
امید وصال خوف ہجران نہ رہا　　　بہتر ہے محب یہ نامرادی میری

بوڑھے سے نوجوان کی الفت قابل تعجب ہے

نو عمر سے ناجنس سے یاری کیسی　　　پیری میں محب چاہ تمھاری کیسی
اپنا نہ ہوا کبھی نہ ہوگا وہ شوخ　　　پھر وحشت دل یہ بیقراری کیسی

عاشق کو صورت دکھانا بھی ناجائز ہے

ناجنس پہ مرنے کا یہ دیکھا انجام　　　لینا نہ محبت کا محب بھولکے نام
جائز ہے کہ غیروں سے ملے خود جاکر　　　صورت بھی دکھانا ہے مگر تمکو حرام

وفادار دوست کا ملنا بھی عجیب نعمت ہے

دلدار وفا شعار پا یا ہے — اللہ مراد نامراد بر لایا ہے
مدت کی سعی وجہد وکوشش سے محب — صد شکر کسی اور یہ دل آیا ہے

معشوق مین شوخی اور دروغ گوئی بھی ہوتی ہے

ہم نے بھی تو خوب آزمایا اُسکو — دمباز دروغ گو ہی پایا اُسکو
سمجھین نہ محب سنگدلی صد افسوس — زخم دل صد چاک دکھایا اُسکو

عشق کو بیقراری اور اضطراب لازم ہے

کرتے ہین بہت دوست غمگساری دلکی — ہو جاے کسی سے کچھ تو یاری دلکی
کیا کیجیے کچھ بس نہین چلتا ہے محب — ہوتی نہین دور بیقراری دلکی

خدا ہر شخص کو اُسکی قابلیت کے لحاظ سے دیتا ہے

افلاس گدا کو تخت شاہی جم کو — حیوان کو حظوظ نفس عشق آدم کو
جو جسکے ہے قابل وہی ملتا ہے اُسے — دشمن کو وصال نامرادی ہم کو

معشوق کے جور و جفا ناگفتہ بہ ہین

صدمہ دل عاشق پہ جو گزرا گزرا — اب اُسکی شکایت سے محب فائدہ کیا
غیرون کے لیے قتل کیا شیدا کو — دیکھی نہ فلک نے بھی کسی پر یہ جفا

کبھی ایک طرف سے تو محبت اور دوسری طرف سے نفرت ہوتی ہے

ہے دل مین مجھے یار سے الفت ویسی — مجنون کو لیلی سے تھی چاہت جیسی
حیران ہون کہ اسکو تو دلی نفرت ہے — پھر مجکو ہے کیون اُس سے محبت ایسی

بعض دوست دشمن سے بدتر ہوتے ہین

جو اہل محبت ہین وفا کرتے ہین — بے درد محب پر بھی جفا کرتے ہین
اب نام نہ دوستی کا لینا ہرگز — یہ دوست ہی دشمن تو ہوا کرتے ہین

معشوق کے فقرون مین نہ آنا چاہیئے

اس شوخ کے فقروں میں نہ آنا ہرگز دھوکا کوئی اور اب نہ کھانا ہرگز
قسمیں دے کر بھی وہ بلائے جو کبھی مر جاؤ مگر پاس نہ جانا ہرگز

عشق میں معشوق کی شکایت بیجا ہے

قابل نہیں کہنے کے حکایت دل کی جو رنج سہے سب ہے عنایت دل کی
دل آپ پہ آیا یہ خطا اسکی ہے کرتے ہیں جو ہم وہ ہے شکایت دل کی

پیری کے عشق کا نتیجہ حسرت و یاس ہے

افسوس عبث دلکو لگایا ہم نے پھل نخل محبت کا نہ کھایا ہم نے
پیری میں ہوا عشق جو ان کا صد حیف جز حسرت و یاس و غم نہ پایا ہم نے

اقتلوا انفسکم قرآن میں آیا ہے

کر ترک خوشی رنج کا چارہ ہے یہی خواہش کو مٹا غم سے کنارہ ہے یہی
کافر ہے یہ نفس اُسپہ لازم ہے جہاد کفار کے قتل سے اشارہ ہے یہی

محبت کے لیے صورت و سیرت درکار نہیں

بدشکل پہ دل آئے تو وہ بھی ہے پری محبوب کی اچھی ہی ہے سیرت بھی بری
لیکن نہ ہو جس دل میں محبت کا گزر ڈھونڈے ہے وہی خوش خلقی و حسن قمری

محبت اتفاقی امر ہے کوشش اور صنعت کو اسمیں دخل نہیں

صد شکر ملی عشق کی مجکو دولت یہ بھی ہے عطیۂ سخائے فطرت
کوشش سے زر و مال سے ملتے ہیں حسین ملتی نہیں تدبیر سے سچی الفت

کمال عشق میں معشوق کا جلوہ ہر شے میں نظر آتا ہے

رہتا ہے تصور جو ترا آٹھ پہر مجکو نہیں کچھ حال کی اپنی ہی خبر
تو مجھ سے جو چھپتا ہے تو کیا اُس سے حصول آتا ہے مجھے تو ہی تو ہر شے میں نظر

مایوسی میں اُمید کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے

جو دل پہ گزرتا ہے گزر جائے گا — بیمار یہ اک دن تو شفا پائے گا
اُمید پہ سب جیتے ہیں ترے ملنے کی — چاہے گا خدا وقت بھی وہ آئے گا

عشق تمام امراض روحانی کا علاج ہے

گھبرا نہ تپ ہجر کی سختی سے ذرا — الفت میں ہے بعد رنج راحت بخدا
ہے صحت کامل یہی بیماری عشق — یہ درد ہے ہر درد و مصیبت کی دوا

معشوق کی محبت ہی سب نعمتوں سے اعلیٰ ہے

سب ہے دہر میں کیا الفت جانان کے سوا - — پوچھے دل عاشق سے کوئی اس کا مزا
صد شکر دیا خدا نے جو کچھ مانگا — وہ چاہے مجھے تو اور پھر چاہیئے کیا

سب چیزوں کی محبت سے خداوند تعالیٰ کی محبت افضل ہے

دولت کی اسی حرص اُسے حشمت کا جنون — اولاد پہ بوالہوس ہے کوئی مفتون
جاتے نہیں تا عمر یہ امراض مگر — سودائے محبت ہے شفائے مجنون

خداوند تعالیٰ کی حب ذاتی پر اس عالم کی بنیاد ہے

تخلیق کی دیکھو تو محبت سے ہے بنا — ذرات کے ملنے سے ہی ہر شئے پیدا
کیوں عشق کو لازوال دولت نہ کہوں — عالم کی بنا ہے حب ذاتی بخدا

عاقل آدمی اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے

اعمال کی میرے جو پڑھے کوئی کتاب — پائے گا نہ وہ اس میں کہیں حرف ثواب
سمجھا ہے مجھے جتنا بُرا اُس سے بھی — میں تو ہوں دوچند بلکہ سہ چند خراب

شکریہ تحفۂ میوہ مرسلہ افضل النسا خانم شاگرد رشید

اللہ نے دی ہے جو انھیں دولت و جاہ — ہم پر بھی تو ہے مہر و محبت کی نگاہ
دل سے ہے محب کی یہ دعا شام و پگاہ — افضل پہ رہے سایۂ افضال الٰہ

تہنیت عید و شفائے مرض بہ نواب اکبر الملک بہادر کمشنر پولیس حیدرآباد دکن

ہے آپ سے راحت جو بہت عالم کو
شادی سے بدل دیا خدا نے غم کو

صد شکر ہوئی مرض سے صحت حاصل
اس عید کی وہ چند خوشی ہے ہم کو

شکریہ افضل النسا خانم

خربوزوں کا تربوزوں کا بھیجا تحفہ
کرتا ہے مرا ذائقہ شکریہ ادا

ہر پھل میں تھی آمیزش قند الفت
بھولوں گا نہ جنت میں بھی میں اسکا مزا

عشق حقیقی اور بوالہوسی میں فرق ہے

عشاق ترے حسن کے ہیں دیوانے
چگتے ہیں حریص مرغ ہر جا دانے

یہ شمع پہ گرتا ہے وہ شیرینی پر
سوز دل پروانہ مگس کیا جانے

مُسَدَّس

درتہنیت جشن سالگرہ اعلیحضرت بندگان عالی حضور پرنور ہزہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ والی ریاست دکن خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ

مرقومہ سنہ ۱۳۲۱ھ

تخت نیلم پہ ہوا صدر نشین شاہ قمر　　شب تاریک مین پیدا ہوے آثار سحر
مطلع شرق ہوا چشمۂ آب گوہر　　قلزم نور مین ظاہر ہوا موجون کا اثر
بحر انوار مین شب کو ہ وشجر ڈوب گئے
چرخ پر انجم افلاک کے گھر ڈوب گئے

ہر طرف نور برسنے لگا مانند سحاب　　فرش گوٹے کا نظر آتا تھا ہر چشمۂ آب
جلوہ مہر دکھادیتے تھے اٹھ اٹھ کے حباب　　مچھلیان آب مین تھین آگ پہ تھا سیماب
تابش آب سے کیا آنکھ جھپک جاتی تھی
برق سان کوندتی ہر موج نظر آتی تھی

ہر قطعہ نور مین مستور تھے اجسام جبال　　آبشار دمین تھا مقیش کے سہرے کا جال
سنگ ریزو مین تھا خورشید درخشان کا جلال　　گھاٹیان دور سے آتی تھین نظر بدر وہلال
کہکشان سلسلۂ کوہ نظر آتے تھے
نظم پروین کی جھلک سنگ دکھاتے تھے

باغ مین تھا شب مہتاب کا وہ عالم نور رخ اشجار سے تھا صاف عیان جلوۂ طور
سرو تھے باغ مین یا بزم مین شمع کافور شاخ نازک نظر آتی تھی کہین ساعد حور
حلۂ نور تھا ہر ایک شجر کے بر مین
مجمع حورون کا تھا ہر جا محل اخضر مین

بقعۂ نور تھا اس باغ مین اک قصر جنان در و دیوار سے تھا عکس رخ حور عیان
قوت برق سے روشن تھی جو قندیل وہان دوسرے چاند کا ہر ایک کو ہوتا تھا گمان
آبرو ماہ کی نظرون سے گھٹی جاتی تھی
چاندنی شرم سے خود آپ کٹی جاتی تھی

جگمگاتا تھا مکان بھی وہ چراغون کی ضیا میز پر اور تھا کچھ چرخ چہارم کا سما
لمپ روشن تھے کہ تھا ماہ کا روشن چہرہ کس قرینہ سے تھا اس میز پہ کھانونکو چنا
میوے تھے عرق تھی ہر قسم کی شیرینی تھی
وہ نہ تھا جس مین کہ بے حرمتی دینی تھی

میز کے گرد تھے سب انجم چرخ عزت مہ و خورشید کے مانند تھی جنکی شہرت
مجلس علم و عمل کی ہوئی جن سے وقعت جنکی افلاک سے بڑھ کر ہے زمین پر رفعت
شمس ہین شاہ دکن اور یہ سب تارے ہین
ایک ہی منتظم ممالک کے یہ سیارے ہین

آج اس باغ مین ہے جلسۂ میلاد حضور بلبلین شاد ہین ہر گل ہے خوشی سے مسرور
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہے صبا نشہ مین چور مئے عشرت سے ہین مدہوش درختون پہ طیور
دم بدم یہ نہین غنچون کے چٹکنے کی صدا
بزم عشرت مین ہے آواز شکست مینا

ساقیا ہمکو بھی دے بھر کے خدا آج شراب طپش رنج سے سینہ مین ہے دل جلکے خراب

کیا لکھیں شعر کہ جب دل میں نہیں طاقت تاب — گردش چرخ سے حالت ہوئی پیری میں خراب
گر کے پستی میں اب امید ذرا اُٹھی ہے
اُبر آیا ہے برستا وہ گھٹا اُٹھی ہے

ساقیا دیر نکر آج ہے وہ فصل بہار — کہ پیئیں اور لکھیں مدحت شہ میں اشعار
گلِ مضمون وہ نئے رنگ کے ہوں بہر نثار — جنکے ہر رنگ بن پیدا ہوں نئے رنگ ہزار
چمن غیر کی نکہت بھی نہ آنے پائے
باسی پھولونکا کوئی ہار نہ گوندھا جاے

سخت مشکل ہے کہ اوصاف ہوں حضرت کے بیان — خوبیاں لاکھ دہن میں ہے مگر ایک زبان
ہیں بہت وصف جو ہیں عام کی نظروں سے نہان — یہ بھی اک خلق ہے ہو اپنی بھلائی نہ عیان
بہاری چھپتے ہیں نمایاں ہیں سبک سر اکثر
خس ہے پانی پہ تو دریا کی ہے تہ میں گوہر

وقت تھوڑا ہے مگر وصف ہیں حضرت کے کثیر — بحر کوزے میں بھرا جاے کریں کیا تدبیر
یہی کافی ہے کہ کہدیجیے بے مثل و نظیر — عدل و انصاف کی ہیں آپ مجسم تصویر
منحصر اب تو ہے اسلام کی وقعت ان پر
بعد فاروقؓ ہوئی ختم عدالت ان پر

عہد میں آپ کے کیا ملک دکن ہے خوشحال — ہر جگہ امن ہے ہر جا ہے ترقی کا خیال
سر اُٹھائے کوئی سرکش یہ نہیں اُسکی مجال — شیر بزغالہ سے ڈرتا ہے یہ ہے رعب جلال
خون رز منع بہانا ہے ہر اک فاسق کو
قتل معشوق بھی کرتے نہیں اب عاشق کو

عہد میں آپ کے بازار خیانت کا ہے سرد — مال زوجہ کا بھی بے اذن کی چھوتا نہیں مرد
بے اجازت کوئی چوسر سے اُٹھاتا نہیں نرد — ڈر سے اب باد صبا بھی تو اڑاتی نہیں گرد

بند مٹھی مین ہے کیا دزد حنائی کا اثر
اور معشوق چوراتے نہین عاشق سی نظر

عہد مین آپکے تعلیم کا ہر جا ہے رواج　　دولت علم کو کر لیتے ہین حاصل محتاج
وقف تعلیم رعایا کو ہے ہر سال خراج　　حیدرآباد کو پھر کیون نہ ترقی ہو آج

درس لندن مین جو اولاد وطن پاتی ہی
جھولیان علم کی بھر بھر کے وہ لی آتی ہی

عہد مین آپ کے ہے قابل تعریف یہ بات　　نہ کوئی فرق مذاہب نہ کوئی پرسش ذات
پست ہوتے ہین لیاقت سی رفیع الدرجات　　اب تو تعلیم شرافت ہے جہالت ہے حماقت

راہ تعلیم نہین بند کوئی ٹوک نہین
راستہ صاف ترقی کا ہے کچھ روک نہین

یا الٰہی رہے یہ شاہ دکن تا بہ ابد　　انکے ہر کام مین ہو شاہ ولایت کی مدد
دوست انکے رہین خوشنود خدایا بیحد　　اور عدو کو نہ ملے انکے امان تا بہ لحد

خاکسارون پہ رہے دست کرم انکا مدام
اور محب کا بھی کبھی ہاتھ سی لین اپنی سلام

سخن

فضائے گلشن فردوس ہے بہار سخن　　ہے رنگ حور مجسم گل عذار سخن
خجل ہے بلبل سدرہ وہ ہے ہزار سخن　　بہشت کو ثمر طوبیٰ ہے زیر بار سخن

نیا ہو وقت گذرنے سے وہ کہن ہی یہی
خزان کا دخل نہین جس مین وہ چمن ہے یہی

یہ وہ شجر ہے کہ ہر فصل میں ہے اُسپہ بہار　　ہر ایک پھول میں جسکے نئے ہیں رنگ ہزار
ہزار جان سے بلبل ہے اُن گلوں پہ نثار　　مہک سے اِن کی ہے یہ باغ طبلۂ عطار

یہی وہ پھول ہیں پژمردگی نہیں جن میں
گلِ ارم سے بھی بڑھکر ہے تازگی ان میں

بسا ہے گلشنِ عالم انہیں کی خوشبو سے　　انہیں کی مدح کا دریا بہا لب جو سے
انہیں کی بو نکل آئی ہے نافِ آہو سے　　انہیں کے حسن سے جاتا ہے دل بچھا ہو

انہیں کی باغِ جہاں کو ہے آرزو باقی
ملیں جو خاک میں تو بھی ہو انکی بو باقی

بشر ہے جانِ جہان اور سخن ہے جانِ بشر　　زبان میں تیغ وستان سی بھی کاٹ ہے بڑھ کر
یہی ہے افسرِ اعلیٰ تمام دنیا پر　　اِسیکے زیرِ حکومت ہیں سب یہ بحر و بر

ہر ایک ملک میں رعبِ حسام بیٹھا ہے
دلوں پہ سکّۂ اہلِ کلام بیٹھا ہے

یہ تیغ وہ ہے کہ جس میں ہے ذوالفقار کا کاٹ　　اُتار دیتی ہے دم میں سروں کو ایک ہی گھاٹ
ہر ایک تاب میں ہے قلزمِ فنا کا پاٹ　　عدو کے خون کا دریا وہ دم میں جائے چاٹ

اسی کی ضرب سے ٹکڑے جبال ہوتے ہیں
اسی کے زخم نہیں اندمال ہوتے ہیں

ہزار فوج کی قوت ہے اک سخن میں نہاں　　رجز کی دیکھئے تاثیر برسرِ میدان
بناسے بزدل و نامرد کو یہ شیرِ ژیان　　اسی کے زور سے ہوسر نگوں علمِ نشان

ذرا سی بات سے مردوں میں جان آتی ہے
شکستہ فوج کی ہمت یہی بندھاتی ہے

یہی ہے بزم کی جان اور یہ رزم کی رونق　　خدا جو حق ہے تو اُسکا کلام ہے برحق

دیا تھا اُمّی برحق کو حق نے اس کا سبق اسی کے سننے سے بدباطنوں کی منہ تھی فق
کہاں وہ ظلمت اصنام اس مکان میں ہے
کلام پاک کی اب روشنی جہان میں ہے

سخن ہے معجزہ اس میں نہیں کسی کو کلام یہ وحی حق ہے صحیفہ یہی یہی الہام
ہوئی ہیں زندہ اسی سے مری ہوئی اقوام کیا ہے نعرۂ قم نے اسی کے حشر مدام
کلام حق سے ہوے پست آسمان پہ کھڑی
عرب کے مردۂ صد سالہ سُنکے چونک پڑے

سخن ہے زندہ جاوید انقلاب سے پاک اسی کا رنگ مٹا سکتے نہیں کبھی افلاک
فروغ حسن کو اسکے نہیں زوال سے پاک رہا دوام اسی کا شباب حیرت ناک
ہر ایک شے متغیر ہے اور فانی ہے
فقط سخن ہی مگر ایک جاودانی ہے

ہے موت اہل سخن کی حیات سے بہتر صدف فنا ہو تو ظاہر ہو آب و تاب گہر
مرے غزال تو مشک اسے ناف سے باہر ملے جو خاک میں دانہ تو ہو درخت وثمر
فدائے گل ہو تو ہو نام بلبل شیدا
گلوں کی روح جو نکلے تو عطر ہو پیدا

سخن ہے سحر نہیں اور کچھ سخن کے سوا یہی ہے ٹوٹکا۔ جادو یہی یہی ہے دعا
بنائے گبر کو مومن یہی ہے وہ کلمہ ہے قصر دین محمدؐ کی یہ سخن ہی بنا
طلسم کفر و نفاق اس سے خاک ہوتا ہے
اسی کے فیض سے ناپاک پاک ہوتا ہے

نہیں ہے قدر سخن کوئی اس زمانے میں تضیع وقت ہے اشعار کے سنانے میں
ہے قدر دُر کوئی نااہل کو دکھانے میں نہیں تمیز جنھیں گوہر اور دانے میں

سخن کی قدر سخندان باصفا جانے
بہائے گوہر نایاب مرغ کیا جانے

گہر کی طرح سے اہل سخن بھی ہیں کمیاب دبے ہوئے کہیں مٹی میں ہیں درنایاب
وحید عصر ہیں ان کا نہیں جہان میں جواب نہاں ہیں چشم سے مانند مہر زیر سحاب
بہت ہی اہل سخن آپ کو چھپاتے ہیں
خزف کے ڈھیر میں ہیرے چمک ہی جاتے ہیں

سخن کی ہند میں اب تو ہے سرد بازاری خزف کی قدر ہے گوہر کی ہر جگہ خواری
عوام فہم سخن سے ہیں مطلقاً عاری خواص میں ہے تعصب کی سخت بیماری
صلہ کا ذکر ہے کیا داد بھی نہیں دیتے
سخنوروں کا کبھی نام بھی نہیں لیتے

ہر ایک فن کی ترقی ہے قدر دانی پر بغیر آب کے بڑھتا نہیں ہے کوئی شجر
نہیں جو کھاد شجر کو تو خاک لائے پھل کریں جو صرف تو حاصل ہو خاک سنگ سے زر
بڑے ریاض سے علم و ہنر نکلتے ہیں
رگڑ سے لعل و گوہر نکلتے ہیں

سخن کی کان زمین دکن میں ہے پنہان ملے ہوئے ہیں اسی خاک میں در غلطان
یہیں سے پائی ہے اردو زبان نے عزت و شان یہیں لکھے گئے اردو میں اولاً دیوان
یہیں سے شعر و سخن کا رواج نکلا تھا
ولی بھی ایک اسی کان زر کا ہیرا تھا

قصیدہ جشن جوبلی چہل سالہ عمر بست سالہ حکومت

اعلیحضرت بندگان عالی حضور پرنور سپہ سالار مظفر الممالک ہز ہائینس نواب میر محبوب علیخان بہادر نظام الملک آصفجاہ بادشاہ دکن خلد اللہ ملکہ

آج نکھرا ہے غضب لیلئے شب کا جوبن　　کہکشان مانگ ہے تارون سی جبین ہے روشن
مشتری زہرہ ہین کانون مین عجب در عدن　　حلقۂ انجم تابان ہے گلے مین سمرن
یہ نہین گنبد گردون پہ ثوابت کی دمک
کالے برقع پہ ہے سلمے کے ستارونکی چمک

شب تاریک ہیں کیا آج ہے تارونکی بہار　　گنبد چرخ دکھاتا ہے فضائے گلزار
ہر طرف کھیت چنبیلی کے ہین بے حد و شمار　　چاندنی کے ہین ہر اک سمت فلک پر انبار
مشتری زہرہ سمان باغ کا دکھلاتے ہین
آسمان پر گل مہتاب نظر آتے ہین

ہین مریخ فلک پر گل لالہ ہے کھلا　　مشتری نرگس شہلا کی دکھاتی ہے ادا
چشمۂ آب مین ہے پھول کنول کا زہرا　　ہے زحل کا گل نارنج سے بھی حسن سوا
کیاریان باغ کی ہین گنبد مینا ہو کہان
گچھے پھولون کے ہین یہ عقد ثریا ہو کہان

ہے زمین پر بھی کچھ اس رات عجب بزم فلک　　قصر شاہی کے چراغون مین ہے انجم کی چمک
گول لیمون مین کہین ہے مہ تابان کی جھلک　　اور ہے قمقمۂ برق مین تارون کی دمک
ہانڈیان سقف مین ہین مہر درخشان کی قطار

ہے یہ زیبا کہ کہیں لیل کو ہم آج نہار

ہر طرف آج زمین پر ہے عجب بارشِ نور — لگتے بادل کے فضا میں ہیں کہ ہیں شعلۂ طور

کالی گھنگھور گھٹائیں ہیں برنگ کافور — تار باراں ہیں کہ مقیش کی ہے چلمن حور

نجم ثاقب کی نظر آتی ہے بارش میں جھلک

اور ہے اخترِ تابندہ کی بوندوں میں چمک

غرق ہے نور کے دریا میں زمیں کوہ و شجر — جلوۂ طور دکھاتا ہے ہر اک سنگ و حجر

سرخ پھل مشعلیں پتوں کی ہیں اندر باہر — شمع ہر شاخ تھی ہے شمع کا شعلہ گلِ تر

بارشِ نور کا پہنچا ہے سروں تک پانی

برگ و بار و شجر و شاخ ہیں سب نورانی

روشنی کا ہے عجب شہر میں ہر سمت سماں — بقعۂ نور چراغوں سے ہے ہر ایک مکاں

چار مینار سے ہے جلوۂ معبود عیاں — طور سینا سے بھی بڑھ چڑھ کے تجلی ہے یہاں

وجد میں طور کا خود شعلۂ آتش آتا

دیکھتے حضرت موسیٰ تو وہیں غش آتا

قصر شاہی پہ عجب نور کی ہے جلوہ گری — در و دیوار میں آتا ہے نظر حسن پری

کار چوبی کی ہے چھت فرش پہ ہے کار زری — سقف میں ہیئت شمسی ہے کسی جا قمری

ہے یہی قصر کہ جو محلہ جسے کہتے ہیں

حضرت اقدس و اعلیٰ تو یہیں رہتے ہیں

آج جبلی کی ہے تقریب بھرا ہے دربار — جمع ارکان ریاست ہیں بصد شان و وقار

بر میں ملبوس مہذب ہے سر پہ دستار — حسنِ اخلاق و تدبر کی ہے چہرہ پہ بہار

شمس ہیں شاہ دکن اور یہ تارے ہیں

ایک ہی برج شرافت کے یہ سب تارے ہیں

جلوہ افروز سرِ بزم ہین سلطان دکن
تخت زرین پہ ہے یا مہر فلک جلوہ فگن
رُخ تابان کی تجلی سے جہان ہے روشن
مطلع شمس پہ ہے ارض دکن چشمک زن

رات کو مہر برآمد ہو عجب قدرت ہے
یہ سمان دیکھ کے افلاک کو بھی حیرت ہے

وہ شہ ملک دکن حضرت محبوب علی
بیسوین سال حکومت کی ہے جنکی جبلی
جن سے ہر فرد رعایا کو محبت ہے دلی
جن کے اخلاق کا مداح ہے ہر پیر و ولی

آج اس بزم مین خود آپ ہین رونق افروز
عید نوروز سے عشرت مین ہے وہ چند یہ روز

حسن صورت سے بھی بڑھ چڑھ کے ہی حسن سیرت
خلق احمد کی ہے آئینہ دل مین صورت
عدل مین آپ مجسم ہین عمرؓ کی مورت
سر سے تا پا ہین شجاعت مین علیؓ کی ہُت

حلم و تدبیر مین صدیقؓ نظر آتے ہین
جود عثمانؓ غنی آپ مین سب پاتے ہین

قدردان سخن و قدر شناس جوہر
سرپرست علما حامی تعلیم و ہنر
عادل و باذل و بخشندہ لعل و گوہر
دستگیر غربا اور رعایا پرور

یہ وہ سلطان ہے دیانت کا جو شیدائی ہے
راست بازون کی اسی عہد مین بن آئی ہے

سرکشی خائن و بدکار و جفا کار لئیم
بھاگتے پھرتے ہین دہشت سے سوئی نار جحیم
لینا رشوت کا یہان تک ہے یہان جرم عظیم
کہ اُٹھی جاتی ہے دعوت کی بھی اب رسم قدیم

نان جو کھا کے امینان دکن جیتے ہین
گھر کا راشی کے مگر آب نہین پیتے ہین

حاکم افسر اعلیٰ کی کہان ہے یہ مجال
حق ماتحت کو رنجش سے کرے جو پامال

عدل و انصاف کا ہر ایک کو رہتا ہے خیال　　کھینچتے رہتے ہین سب اہل قلم بال کی کھال
گرچہ ہر ایک یہان عدل مین لاثانی ہے
پھر بھی ہر بات کی تفتیش ہے نگرانی ہے
دور حضرت کا الٰہی رہے تا دور فلک　　انکے اقبال مین ہو مہر درخشان کی چمک
حیدرآباد مین ہو لندن و پیرس کی جھلک　　گل تہذیب کی ہر پھول مین پیدا ہو مہک
جوش ہمدردی ہم ملک ہویدا سب مین
ہو محبت دولت و اقبال ہویدا سب مین

قصیدۂ نظامیہ در مدح اعلیحضرت بندگان عالی حضور پر نور نواب میر محبوب علیخان بہادر آصفجاہ نظام الملک والی ریاست حیدرآباد دکن

خورشید عدل و داد کی آمد دکن مین ہے　　پھیلی شعاع نور کی ضو انجمن مین ہے
آنکھون مین نور تاب و توان ہر بدن مین ہے　　پھر آب و تاب تازہ بہار چمن مین ہے
جوش طرب سے چہرۂ گل لال لال ہین
ہے بلبلون کو عید شجر بھی نہال ہین
شاہ دکن کے آنیکی ہر جا ہے دھوم دھام　　سڑکون کی دونون طرف ہے خلقت کا اژدہام
ہے جا بجا پولس کے سوارون کا انتظام　　فوجین کھڑی ہوئی ہین مسلح پے سلام
بجتا ہے بینڈ اور سلامی اُترتی ہے
آواز توپ سقف فلک سے گذرتی ہے

حاضر بلیٹ فارم پہ ہین سب معززین　　نواب ذی حشم ہین کہین راجگان کہین
رکن رکین ملک کہین حامیان دین　　ہر ایک سلطنت کی انگوٹھی کا ہے نگین

انجم ہین گرد بیچ مین ماہ منیر ہے
صف بستہ فوج کاہکشان کی لکیر ہے

چہرہ ہے اس قمر کے نمایان ہے برتری　　کیا تاب ہے فلک جو کرے اس کی ہمسری
مریخ منہ چھپائے جو دیکھے سپہ گری　　پڑتی ہے جسم شیر مین دہشت سے تھرتھری

بہر شکار لیکے تفنگ اپنی گر پھرے
شیر فلک زمین پہ ابھی کانپ کر گرے

اس رعب و داب پر ہے وہ رحم و کرم کی خو　　دشمن کا بھی نہین وہ بہاتے کبھی لہو
کرتے ہین اس طرح سے غریبون کی جستجو　　جیسے نشیب ڈھونڈتا پھرتا ہے آبجو

عنقا ہے وہ جو آب خنک کو ترستا ہے
باران فیض سب پہ برابر برستا ہے

آباد ملک اور رعایا ہے شادمان　　ظالم کو تحت ارض بھی ملتی نہین امان
سنتے تھے نام عدل جہان مین مگر یہان　　انسان کی شکل مین ہے وہ خود آپ حکمران

ہنگامہ ہے نہ شر ہے نہ کوئی فساد ہے
سب ملتون مین ایک یہان اتحاد ہے

محبوب خلق ہے مرا ممدوح لاکلام　　آصف کے نام نامی سے واقف ہین خاص و عام
لے نام گر زبان سے تو شیرین ہو تلخ کام　　عظمت پکارتی ہے ادب کا ہے یہ مقام

ان کی وفا کا خط یہ ہماری جبین پہ ہے
کندہ انھین کا نام تو دل کے نگین پہ ہے

ہر دم فلاح ملک کا اس شہ کو ہے خیال　　پیش نظر ہے خواب مین بھی مفلسون کا حال

کاہیدہ جسم فکر سے ہے صورت ہلال — سیر و شکار بھی ہے ترقی کا ایک جال

منظور تجربہ سفر بمبئی سے تھا
راحت سے کچھ غرض تھی نہ مطلب خوشی سے تھا

مقصد یہ تھا سفر سے کہ دیکھیں جہاں کا رنگ — ہوتے ہیں کیا اصول تمدن کے رنگ ڈھنگ
گوشہ میں بیٹھنے سے تو آتی نہیں ہے جنگ — جب کان سے نکلتا ہے ہوتا ہے لعل سنگ

اہل دول کو سیر و سیاحت ضرور ہے
آتا اسی سے چشم بصیرت میں نور ہے

شاہان مغربی میں سیاحت کا ہے رواج — مشہور ہے تمدن و دولت میں جن کا راج
لاکھوں ہی خرچ کر کے وہ آتے یہاں ہیں آج — ہے تجربہ مشاہدہ دنیا کا اک خراج

سیر و سفر سے دانش و تدبیر آتی ہے
بیٹھے رہیں جو گھر میں تو عقل اور جاتی ہے

سب جانتے ہیں سیر و سیاحت کا فائدہ — ہوتی ہے صاف جاتی ہے جب دور تک ہوا
گدلا ہو آب گر نہ بہے ایک دن ذرا — ہے مہر و ماہ سا کوئی سیاح دوسرا

گردش میں رات دن ہیں کہاں وہ حضر میں ہیں
دیکھو تو آسمان و زمیں سب سفر میں ہیں

یہ بمبئی تو ہند کا لندن ہے آج کل — ہر چیز کے بنانے کی قائم یہاں ہیں کل
دولت کا اور صنعت و حرفت کا ہے محل — تعلیم علم اور ہے پھر علم پر عمل

پانی پہ ہیں جہاز دھواں بھی ہوا پہ ہے
خشکی تری کی سیر غرض ایک جا پہ ہے

دیکھے بنور حضرت اقدس نے سب مقام — وہ بار بردہ بحر جہازوں کا وہ قیام
وہ مد و جزر اور وہ بندر کا اہتمام — وہ جا بجا محیط میں انساں کا انتظام

قبضہ مین بر و بحر ہین مالک ہوا کا ہے
انسان اس زمین پہ خلیفہ خدا کا ہے

وہ انتظام ملک وہ طرز معاشرت
وہ درسگاہ علم وہ قومی مجالست
وہ صنعت و تجارت و تہذیب عافیت
وہ اسپتال اور یتیمون کی منزلت

ان سب مفید کامونکو حضرت نے دیکھا ہے
باریکیون کو چشم بصیرت سے دیکھا ہے

اللہ رے وسعت نظر آسمان جناب
ذرون مین دیکھتے ہین وہ تنویر آفتاب
عالم ہے انکے سامنے فطرت کی اک کتاب
کرتے ہین اس سے کام کی باتین وہ انتخاب

سیر و سفر جہان کے شایان انہین کو ہین
مشکل ہین جو علوم وہ آسان انہین کو ہین

ہے یہ دعا کہ حضرت اقدس ہین مدام
جب تک کہ نظم عالم ہستی کا ہے قیام
ہون فیضیاب تجربون سے آپکے غلام
تعلیم تربیت کا ہو ہر جا رواج عام

گل وہ کھلین کہ بلبلین شادی سے پھول جائین
باغ دکن کو دیکھ کے جنت کو بھول جائین

قایم کلین ہون شہر مین لندن کا ہو سمان
جاری ہر ایک فن کے مدارس بھی ہو یہان
قایل یہان کی صنعت و حرفت کا ہو جہان
ہو وکر شغل علم سے معمور ہر مکان

دولت ہو اتفاق بھی ہو علم و فن بھی ہو
دل مین ہر ایک شخص کے حب وطن بھی ہو

حضرت کو اپنے ملک کا ہر وقت ہے خیال
اب دیکھنا تجارب عالی کا بھی کمال
ہوئے گا اس سفر کا کوئی نیک ہی مآل
خود دے رہے ہین ہم کو خبر واقعات حال

پھر سے خدا نے ملک کی آسودگی کی دن

غائب ہوئے وہ خرچ کے بیہودگی کے دن

لیکن ابھی ہے قوم کی حالت بہت خراب
امراض صعب اور بدن مین نہین ہے تاب

حاذق طبیب زیست کو بھی دیچکے جواب
ہان کچھ کھلا ہوا ہے دعا کا بس ایک باب

ہوگی شفا جناب کی کچھ التفات سے
وابستہ اب امید ہے حضرت کی ذات سے

مہلک مرض ہین سستی و غفلت کی عادتین
کرتی ہین سیم و زر کو بھی مٹی یہ خصلتین

بدتر ہین ڈاکون سے بھی کاہل طبیعتین
جنکے سبب سے ملک پہ آتی ہین آفتین

نام کرم جہان مین سب کو عزیز ہے
بیجا کرم مین ظلم مین مشکل تمیز ہے

اللہ ہے کریم تو قہار بھی تو ہے
بندہ نواز اور وہ جبار بھی تو ہے

فردوس کے مقابلہ مین نار بھی تو ہے
انعام ہے ادہر تو ادہر مار بھی تو ہے

پرواز مہر و قہر کے ہون پر تلے ہوئے
میزان عدل مین ہون برابر تلے ہوئے

ہو باغبان اگر کہین خارون پہ مہربان
ہو خار زار اسکے ترحم سے گلستان

گل کا پتہ کہین ہو نہ غنچہ کا ہو نشان
بلبل کے آشیانہ مین ہو زاغ کا مکان

ہن موذیون کا رشک جنان بوستان نجر
ویران ہو باغ بوم کا پھر آشیان نجر

جراح کاٹ دیتا ہے سڑتا ہے عضو جب
بیجا کرے جو رحم تو سڑ جائے جسم سب

قاتل پہ رحم کرنا ہے عادل بتا دو کب
شاخون کو کاٹ دیتے ہین سڑتے ہین جب عنب

انجام کر بھلا ہے تو ہر قہر مہر ہے
جسکا نتیجہ بد ہے محبت وہ زہر ہے

بے جا سفارشین ہین تو بے جا رعائتین ہر کام مین ہین اپنی ہی ملحوظ فائدتین
ہر چہرے کے اپنون ہی پہ ہین ساری عنایتین ان فائدون پہ اور غضب ہین خیانتین

ظالم ہین اور بانی جور و ستم بھی ہین
طرّہ ہے یہ کہ قابل رحم و کرم بھی ہین

ہان قابل کرم ہین وہ اشخاص خوشخصال رکھتے ہین جو دیانت و ایمان مین بھی کمال
ہر دم جنھین رفاہ خلایق کا ہے خیال کھاتے نہین حرام کی روٹی بجز حلال

تازہ بہار گلشن عالم انہین سے ہے
ہر ملک کی ترقی پیہم انہین سے ہے

سے لیے کار مفت خورون کی ہے پرورش جہان بڑہتی ہے روز مفلسی و کاہلی وہان
ہوتا ہے کاہلی سے تو ویران ہر مکان ہے محنتون سے دشت و بیابان بھی بوستان

سمجھین تو مسئلہ یہ ذرا بھی ادق نہین
اہل جہان پہ کاہلون کا کوئی حق نہین

لیکن ہے فرض قوم پہ ان کی معاونت رکھتے ہین جن سے چرخ زمین سب مخالفت
بے دست و پا ہین اور ہین بے اہل عافیت اہل جہان کو اُنپہ نہین کوئی عاطفت

قسمت عدو ہے اور مخالف زمانہ ہے
رہنے کو ہے مکان نہ کھانا نیکو دانہ ہے

لیکن بڑا سخاوت بیجا کا ہے ضرر رہتے ہین مفت پانے سے انسان بے ہنر
ہوتے نہین ہین کسب معیشت سے بہرہ ور آخر کو بار ہوتے ہین وہ ملک و قوم پر

محنت سے کچھ غرض نہین ہے شغل نوم کا
ہر وقت چوستے ہین لہو جسم قوم کا

یہ پھیلا ہوا ہے زہر خوشامد کا جا بجا ہے چاپلوس واقعی مکار و بے وفا

بس ہو چکی رذالت انسان کی انتہا ۔ رکھیں قدم پہ سر جو ہوا دنی سا فائدہ
وہ نفس کی شرافت و عزت کدھر گئی
شرم و حیا بھی قوم سے اب کوچ کر گئی

آتی ہیں خوش امیروں کو یہ چاپلوسیاں ۔ کرتے ہیں چاپلوسوں پہ کیا مہربانیاں
ہوتی ہیں روز ان کی بڑی میہمانیاں ۔ خلعت ہیں روز پاتے ہیں یہ جبادانیاں
لاکھوں فتوح سے کے تو کھلے ان پہ باب ہیں
ہر کام میں یہی تو فقط کامیاب ہیں

لیکن نہیں ہے قوم میں سچوں کی کوئی قدر ۔ پھر کیوں نہ ہو ہلال وہ گھٹ کر مثال بدر
زیبا ہے ان کے واسطے ہر جا مقام صدر ۔ افسوس ہے کہ صدر نشین ہوں جو اہل غدر
جھوٹوں کو جب عروج یہ خود آسمان دے
پھر کیا غرض ہے کوئی صداقت پہ جان دے

بڑھتے ہیں قدر دانیوں سے قوم میں ہنر ۔ ہوتے ہیں پھر کمال کے مہتاب جلوہ گر
روشن ہر ایک مکان کا ہوتا ہے بام و در ۔ ہوتے بروج شمس ہیں تاریکیوں کے گھر
مٹی ہے زر تو لعل بھی پتھر ہے کان میں
ہے آفتاب علم کی رونق جہان میں

امید ہے کہ حضرت اقدس فلک رکاب ۔ اصلاح قوم و ملک میں ہوینگے کامیاب
ہوئے گا ایک لحظہ جہالت کا سد باب ۔ جاہل رہیں گے تا بہ ابد مورد عتاب
پستی قوم آپ ہی خود دور ہوئے گی
ظلمت شعاع عدل سے کافور ہوئے گی

بدخلقیوں کی آئی ہے ان پر بلائے سخت ۔ اصلاح قوم میں ہے مصروف تاج و تخت
اترتے ریا و زور کا جسموں سے انکے رخت ۔ تائید جہل و کذب کی ہرگز کرے نہ بخت

زیر علاج قوم کا ہر اک مریض ہے
مقہور اور دور ہر اک خود غرض ہے

جب تک نظام شمس کا یارب رہے قیام — جب تک کہ گرد شمس ہوں سیارے خوش خرام
اطراف ارض ماہ ہو جب تک کہ تیز گام — جب تک کہ ہو زمین پہ مخلوق یہ تمام
اقبال و جاہ حضرت اقدس بلند ہو
اس آفتاب دین کی تجلی دوچند ہو

ذروں میں ہو یہاں کے مہ و مہر کی چمک — علم و عمل کی سب یہ دکھائیں چمک دمک
پھولوں میں اس چمن کے ہو تہذیب کی مہک — رکھیں یہ یاد تا بہ ابد شاہ کا نمک
عاشق ہزار جان سے حب وطن پہ ہوں
قربان سب یہ جان سے شاہ دکن پہ ہوں

تارک الدنیا

جلوۂ قدرت خلاق سے جنگل کا سماں — رفعت کوہ سے ہے عظمت معبود عیاں
تہ بہ تہ سنگ میں حکمت کے ہیں اسرار نہاں — چشم بینا میں ہر اک ذرہ ہے مہر تاباں
آنکھ بے علم و ہنر کور ہے نابینا ہے
دل جو ہو صاف تو پھر سنگ بھی آئینا ہے

لب دریا ہے عجب شان کا اک کوہ بلند — جس کی چوٹی پہ پہنچتے ہیں بصد رنج پرند
قصد چڑھنے کا جو کرتے ہیں کبھی اس پہ چرند — تھکے ہر گام پہ کرتے ہیں اٹھاتے ہیں گزند
اس بلندی پہ تو انسان کا گزر مشکل ہے
گر گزر بھی ہو تو پھر اس پہ بسر مشکل ہے

ہے تعجب کہ سرِ کوہ ہے اک خورد مکان — مسکن راحت و آسودگی و امن و امان
رنج و تکلیف تمدن کا نہین جس مین نشان — قدرتی لطف و مسرت کا ہو ہر سمت سمان

فرش مخمل نہین مینا نہین گلفام نہین
اور بے کار تکلف کا یہان نام نہین

قصر شاہی سے بھی بہتر ہے یہ کنج عزلت — ڈر تسخیر کا نہ افواج عدو کی دہشت
پاسبانون کی نہ دربانون کی کوئی حاجت — غیر کی روک نہ اپنے سے خیال کلفت

اس بلندی پہ دنائت کا اثر مشکل ہے
حسد و بغض و عداوت کا گزر مشکل ہے

گوشۂ امن مین بیٹھا ہے وہان ایک جوان — مردم چشم مین جس طرح بصارت ہو نہان
رخ سے مایوسی و حسرت کے ہین آثار عیان — زرد چہرہ ہے بدن مین بھی نہین تاب و توان

اس نے دنیا کی ہر اک چیز سے منہ موڑا ہے
غم نے اس پر بھی مگر دل کو نہین چھوڑا ہے

نام اس تارک دنیا کا ہے انوار نبی — عزلت و زہد سے مشہور ہے لوگون مین ولی
اس کو ہمدردی انسان سے محبت تھی دلی — ہے یہ زیبا جو کہین اسکو سعید ازلی

مبدء فیض نے سب کچھ اسی نعمت دی ہے
صفتِ رحم و کرم اسکو عنایت کی ہے

ہاتھ آئی تھی بزرگون کی جو اسکو دولت — جانتا ہی نہ تھا دنیا کی کوئی وہ زحمت
عہد طفلی سے تھی اخلاق کی اسکے شہرت — خاطر و رحم و تواضع کی تھی اسکی عادت

بذل و احسان سے وہ ہر شخص سے پیش آتا تھا
در سے سائل کبھی محروم نہین جاتا تھا

جان سے مال سے ہر شخص کے کام آتا تھا — اہل حاجت کی بہت حاجتین بر لاتا تھا

آپ بھی دیتا تھا اوروں سے بھی لوا تا تھا　　اپنے احسان پہ خود آپ ہی شرماتا تھا

چھپکے محتاج شریفوں کو یہ زر دیتا تھا
دور افلاس کو دم بھر مین یہ کر دیتا تھا

چند ہی سال مین جو کچھ تھا لٹایا اسنے　　آپکو مفلس و قلاش بنایا اس نے
خلق بیجا کا اثر سب کو دکھایا اسنے　　اس کرم پر بھی کوئی دوست نہ پایا اس نے

زر جو تھا پاس تو ہر شخص تھا طالب اسکا
جان نکلی تو پہی ہو گیا قالب اسکا

غربت آتے ہی ہوے دوست بھی اسکے سب ہوا　　اپنے بیگانے سمجھنے لگے سب اسکو برا
منہ چھپانے لگے راہون مین جلیس و رفقا　　مفلسی آئی تو بھائی بھی ہوے اس سے خفا

منزلت اسکی نگاہون سے گری جاتی تھی
ہر طرف ذلت و تحقیر نظر آتی تھی

پوچھتا ہی نہ تھا آکر کوئی حال مغموم　　جسکی غمخواری و الفت کی کسی وقت تھی دہوم
دل مین کہتا تھا وہ رو رو کے کہ دنیا ہے یہ شوم　　اب حقیقت ہوئی ان اہل غرض کی معلوم

اپنے مطلب کے ہین بالطف و عطا کے بندے
بندۂ زر ہین یہین یہ تو خدا کے بندے

ان کا معبود حقیقی ہے جہان مین دولت　　ان کی تہذیب و تمدن سے ہے بہتر وحشت
اور حیوانون سے انسان کی ہے بدتر فطرت　　قتل و خون بغض و عداوت ہے اسی کی عادت

یہ نہوتا تو جرایم بھی نہ پائے جاتے
کوہ ہرگز نہ مصیبت کے اٹھائے جاتے

درد انسان ہے نہ ہی ہوے محبت انکین　　بے غرض رحم و کرم کی نہین عادت انکین
نفس انسان کی نہین کوئی شرافت ان مین　　چاپلوسی ہے خوشامد ہے لجاجت ان مین

بے غرض بند تواضع کا یہ در رکھتے ہین
اپنے مطلب کے لیے پاؤن پہ سر رکھتے ہین

آدمی سے نہین دنیا مین کوئی بڑھکے خراب — دونون عالم مین نہین اسکی شرارت کا جواب
خوف سے اسکے فرشتون کا دل ہے زہرہ آب — دیو کی اسکے مقابل مین ہے کیا طاقت و تاب
ہے نیا ظلم کی ایجاد و دغا کی اس سے
تنگ مین جان ہے مخلوق خدا کی اس سے

یہ نہوتا تو نہوتے یہ کہین جرم و ستم — قتل ہوتا نہ کہین خون نہ لٹنے کا الم
ڈاکے پڑتے نہ کہین جنگ مین لڑتی باہم — فوج ہوتی نہ کہین اور نہ سب لے کار حشم
زر کے لالچ سے نہ ملکون پہ چڑھائی ہوتی
دست انسان سے نہ انسان کی صفائی ہوتی

اس سے بڑھکر کوئی دنیا مین نہین ہے سفاک — دم مین اللہ کی جانونکو یہ کرتا ہے ہلاک
ظلم سے اسکے لرزتے ہین زمین و افلاک — فتنہ و شر مین نہین کوئی بھی اس سا چالاک
اپنے ہم جنس سے بھی باز نہین آتا ہے
اور حیوانون کو یہ مار کے کھا جاتا ہے

اپنی فطرت پہ تو مخلوق خدا ہے قایم — یہ بدلتا ہے مگر اپنی طبیعت دائم
پینے کھانے کا کبھی شوق کبھی ہے صایم — خوش و بشاش جرائم پہ کبھی ہے نادم
سیرت بد مین کبھی دیو سے بھی بدتر ہے
خلق مین گاہ فرشتہ سے بھی یہ بڑھ کر ہے

خود غرض اس سا جہان مین نہین کوئی حیوان — جان کرتا ہے یہ اغراض پہ اپنی قربان
جانتا ہی نہین ہستی کو یہ اپنی نادان — اور رکھتا ہے خدائی کا یہ دل مین ارمان
عمر بھر راحت و آرام نہین پاتا ہے

حسرت و یاس و تمنا ہی مین مرجاتا ہے

دل مین آسے جو یہ انسان سے تنفر کی خیال
شہر کو چھوڑ کے آیا وہ سوے دشت و جبال
اس بلندی پہ جہان تک کہ رسائی ہے محال
غار مین کوہ کے بیٹھا ہے یہ فرخندہ خصال

فکر عقبیٰ ہے نہ دنیا کی تمنا اسکو
موت کا خوف نہ ہے زیست کی پروا اسکو

ان خیالون سے پسند آئی ہے عزلت اسکو
آدمی زاد کی صحبت سے ہی نفرت اسکو
نام تہذیب و تمدن سے ہے وحشت اسکو
خود غرض اہل جہان سے ہے عداوت اسکو

اہل دنیا سے ولی کون ہے انسانو نمین
نوع سافل ہے فقط ایک یہ حیوانو نمین

بھوک لگتی ہے تو کھاتا ہے درختو نکی یہ پھل
باغ فردوس ہے اسکے لیے خودرو جنگل
میوے وہ سامنے جنکے ہی سفرجل حنظل
آبشارون کے مقابل مین نہین شہر کی نل

پیاس لگتی ہے تو وہ آب خنک پیتا ہی
اور قدرت کی غذاؤن پہ فقط جیتا ہے

حاجتین کم ہوئین دنیا سے فراغت پائی
پیروی نفس کی چھوڑی تو ہدایت پائی
کنج عزلت مین عجب روح نے راحت پائی
کس ریاضت سے یہ ویرانہ مین دولت پائی

اب تکلف نہ تکبر کا ہے سامان باقی
جو ضروری ہے وہ ہے حاجت انسان باقی

رات دن فکر مین مشغول تھا وہ نیک سیر
دیکھتا تھا کبھی قدرت کے تماشے دن بھر
حسن آتا تھا خدائی کا جو ہر سمت نظر
وجد مین جھوم کے کہتا تھا کہ اف ری منظر

اس پہ قربان گلستان و پرستان کیجیے
یان سے جانیکا نہ اب نام بھی ہرگز لیجیے

دل مین کہتا تھا کہ ہر چیز مین ہی حسن جمال — ذرے ذرے مین ہے اللہ کی قدرت کا جلال
اپنی حالت مین ہین مخلوق خدا سب خوشحال — عند کسی کو نہ کسی سے نہ کہین رنج و ملال

شاد ہین گل کہین بلبل کی نوا سنجی ہے
رنج کا نام نہین چرخ بھی نارنجی ہے

جتنے مخلوق ہین سب کرتے ہین راحت سے بسر — ہے مگر باعث شر ایک یہ دنیا مین بشر
اسکے اعمال سے یہ باغ ہے تکلیف کا گھر — اسکو ہے ذات سے انسان کی نقصان و ضرر

یہ نہوتا تو عداوت نہ شرارت ہوتی
ہر جگہ امن ہر اک سمت مسرت ہوتی

حیف مین بھی تو ہون اس نوع بشر مین داخل — آدمی زاد ہون فطرت مین بڑی ہے مشکل
ترک دنیا سے بدلتا نہین انسان کا دل — کشتی عمر پہنچ جاے بس اب تا ساحل

زیست کا لطف ہے کیا عالم تنہائی مین
گر پڑون کوہ سے خود آپ مین اس کھائی مین

کہکے یہ چاہتا تھا خود کو کرے آپ ہلاک — کہ ہوئی غیب سے تائید خداے افلاک
آئی آواز کہ بس روک قدم او بیباک — اور کر دل کو سب اوہام و خیالات سے پاک

عقل کیا سر حقیقت کو سمجھ سکتی ہے
پاؤن کب وادی حیرت مین وہ رکھ سکتی ہے

سنکے آواز یہ حیرت مین کھڑا تھا خاموش — نگران چشم تھی ہر سمت بر آواز تھے گوش
جی مین کہتا تھا یہان کوئی ہے بیشک روپوش — دل مین اس شخص کے ہمدردی انسان کا ہے جوش

خود غرض چھوڑ کے آفت مین چلی جاتی ہین
مرد جو ہین وہ مصیبت ہی مین کام آتے ہین

تھا اسی سوچ مین اتنے مین سنی کچھ آہٹ — بوٹ پہنے ہوے لیڈی کوئی آئی کھٹ کھٹ

بر میں ساری تھی بدن میں تھی بہذب جاکٹ — رخ زیبا پہ نہ مقنع نہ کوئی تھا گھونگٹ
گندمی رنگ بڑی آنکھ مناسب اعضا
سر سے پا تک تھا بدن نور کے سانچے میں ڈھلا

کچھ عجب ناز سے اس شوخ نے دیکھا اسکو — جلوۂ حق نے کیا محو تماشہ اسکو
ہوش برجا نہ رہے ہوگیا سکتا اسکو — دشمن جان ہوا افسوس مسیحا اسکو
گرچہ ہر چیز سے انسان نے منھ موڑا ہے
عشق نے تارک الدنیا کو بھی کب چھوڑا ہے

دیکھکر حسن خداداد اور لے ہوش و حواس — عقل رخصت ہوئی جب حضرت عشق آئی پاس
بولا وہ شرم سے لے ثانی خضر و الیاس — ترے آنے سے ہوئی زیست کی کچھ مجکو آس
تو نہ آتی تو میں دنیا سے سفر کر جاتا
گر کے اس کوہ سے خود آپ ہی میں مرجاتا

بولی وہ ہنس کے کہ کیوں جانکو کرتا ہے ہلاک — عیش دنیا کا عبث چھوڑ کے تو ہی غمناک
تجکو اسرار جہان کا نہیں مطلق ادراک — کیا یہ بیکار ہیں مخلوق زمین و افلاک
ذرے ذرے میں ہیں اسرار حقیقت پنہان
دل کی آنکھیں جو کھلیں راز ہو قدرت کا عیان

تجکو انسان کی صحبت سے ہے ناحق نفرت — سب کی ہوتی نہیں انسانوں میں یکسان فطرت
ہے تاسف نہ ملی کوئی بھی تجکو عورت — جانتا ہی نہیں تو کیا ہے محبت الفت
انس انسان میں ہے سب خلق خدا سے بڑھکر
گر محبت نہیں دنیا ہے کھنڈر سے بدتر

خیر چل ساتھ مرے تجکو دکھاؤں وہ جہان — فتنہ و شر کا نہیں نام و نشان تک بھی جہان
ہر طرف پائے گا تو راحت قلب امن و امان — حسد و بغض و عداوت کا نہیں وان امکان

اُسکی حالت پہ جو اللہ کو رحم آیا ہے
تجھکو لیجانے کو اسنے مجھے بھجوایا ہے

کھکے یہ جیب سے پھر اسنے نکالا رومال | جسکی خوشبو سے مہکنے لگے صحرا و جبال
بولی وہ دیکے یہ رومال کہ اے نیک خصال | ہو گی اس عطر سے دلکو ترے تسکین کمال

نیند آجائے گی اور روح کو راحت ہوگی
رنج دنیا و غم دین سے فراغت ہوگی

لے کے رومال جو اُس تارک دنیا نے ذرا | رکھکے آنکھون پہ بڑے شوق سے اسکو سونگھا
غش وہ آیا نہ رہی اپنی خبر بھی اصلا | بند آنکھین جو ہوئین چشم ہوئی دل کی وا

خواب نے سیر کوئی اور دکھائی اسکو
غم دنیا سے ہوئی خوب رہائی اسکو

بند ہوتے ہی کھلی آنکھہ تو اس نے دیکھا | ہے عجب اور نئے رنگ کا ہر سمت سمان
چیل کوّون کی پرندون کی ہے کثرت ہر جا | بھاگتے وہ نہین انسان سے نہ ڈرتے ہین ذرا

کچھ عجب طرز کی انسانون کی آبادی ہے
بزم ماتم نہ کہین اور نہ کہین شادی ہے

یہ سمان دیکھکے حیرت ہوئی اسپر طاری | بولی وہ ہنسکے پری یہ ہے طلسم باری
یان کے ہر شخص مین ہے رحم و کرم غمخواری | حسد و بغض کی مطلق نہین یان بیماری

جانورونکو بھی ستاتا نہین کوئی انسان
قتل و خون ظلم و تعدی کا نہین نام و نشان

سب نیکوکار یہان ہین نہین کوئی بدکار | گرم ہر سمت ہے الفت کا وفا کا بازار
کوئی بھی ایک نہین حرص و ہوس کا بیمار | ہے قناعت پہ ہر اک شخص کا یہان دارومدار

فرض فطرت کے جو ہین انکو بجالاتے ہین

بے ضرورت نہ یہ پیتی ہین نہ کچھ کھاتی ہین

جسکی خواہش تھی تجھے ہے یہ وہی پاک جہان گر پسند آئے تو رہنے کی اجازت ہی یہان
زیر اشجار بنا لے کوئی چھوٹا سا مکان ہے تکلف کوئی درکار نہ کوئی سامان
کاٹ دے زیست کو دن راحت و آسایش سے
شکر کر خوب چھٹا دہر کی آلایش سے

ہے مناسب کہ رہون ساتھ مین تیرے ہردم تاکہ تنہائی کا کذرے نہ ترے دل پہ الم
اجنبی ملک ہے راہو نہین بھی ہے پیچ و خم کچھ درندون کی وہان سی نہین یان وحشت کم
گرچہ ہر شخص یہان نیک ہے آسودہ ہے
تو تو لیکن ابھی خود آپ سے آزردہ ہے

سن کے یہ تارک دنیا ہوا مسرور کمال بولا جنت ہے یہی اور ہے سب وہم و خیال
ہے تعجب کہ یہ انسان ہین سب نیک خصال ہے نہ شیطان یہان اور نہ کوئی دجال
اس سے بہتر کوئی جا اور کہان پاؤن گا
مین نہ جاؤن گا کہین اب یہین رہ جاؤن گا

بولی وہ دیکھ ہر اک چیز کو تو غور سے اب اور کچھ مجھ سے بیان کر کہ بتاؤن مین سب
بولا اس ملک کی حالت نظر آتی ہے عجب نہ کہین باغ نہ گلشن نہ درختان عنب
نظر آتے نہین آثار تمدن اس مین
کیا کسی کو نہین انکار تمدن اس مین

بولی اس ملک کے اشخاص بہت ہین ہشیار وہ سمجھتے ہین عمارات کو بالکل بے کار
وہ لگاتے نہین اینٹون کا کسی جا انبار چھوڑ جاتے نہین وہ بعد فنا یہ آثار
رہنے سہنے کو تو چھوٹا سا مکان کافی ہے
قصر قیصر ہے نہ کسرا کا محل باقی ہے

بولا افسوس درندے ہین یہان بھی موجود — ان کا اس پاک جگہہ مین نہین زیبا تھا وجود
بولی خالق کی نظر مین تو نہین یہ مردود — ان کا خلاق وہی ہے کہ جو تیرا معبود

کس مین ہے رحم وکرم کی جو صفت اُنمین ہے
لطف ہمدردیٔ مخلوق بہت اُس مین ہے

ان درندون سے بھی دنیا کو فوائد ہین کثیر — یہ نہ ظالم ہین نہ بدنفس نہ مکار و شریر
حد سے زاید نہ بڑھے کوئی یہ ہے حکم قدیر — عدل کی اس سے کوئی اور ہے بہتر تدبیر

آکل لحم جو مردود جہان مین ہوتے
اتنے حیوان نہ موجود جہان مین ہوتے

بولا کیا قابل نفرت ہے وہ اس سمت سمان — بھاگتے پھرتے ہین کتنون سے ہزارون انسان
کتنے بزدل ہین شجاعت کا نہین ان مین نشان — ایسے انسانون سے سو درجہ ہین بہتر حیوان

نام کے مرد ہین کتنون سے بھی ڈر جاتے ہین
کیون نہین ڈوب کے پانی مین یہ مر جاتے ہین

بولی دیتے ہین کہین نیک کسی کو تکلیف — بد سے بچتے ہین نہین کرتے ہین تکرار شریف
صبر کرتے ہین اذیت پہ جو دیتا ہے حریف — یہ مروت ہے کہ کرتے نہین اسکو بھی خفیف

صاحب خلق ہین سرکش نہین مغرور نہین
ان کو حیوانون کی تکلیف بھی منظور نہین

اس کرم کا یہ نتیجہ ہے کہ کتنے بھی ہین شیر — جتنے ڈرپوک ہین حیوان وہ یہان سب ہین دلیر
حکمران یہ ہین تو محکوم ہین یہان اہل خیر — وان بھی دیکھی تھی کبھی تو نے مروت کی یہ سیر

زور کو کام مین یہ مرد نہین لاتے ہین
ہین سلیمان مگر مور سے دب جاتے ہین

بولا انسانون کی غفلت کے نتیجے ہین یہ سب — کیون نہ غارت کیا ان سب کو بتاؤ تو سبب

بولی وہ ہنسکے کہ بھدّی ہے تری عقل عجب نیک کرتے ہین بدون پر بھی کہین قہر و غضب

بولا یہ رحم تو واللہ نہین مجھکو پسند
جس سے پہنچے کوئی انسان کو اسد رجہ گزند

بولی وہ ہنسکے ابھی اور تھا کچھ تیرا خیال صفت رحم کو انسان کا سمجھتا تھا کمال
تجھکو معلوم نہ تھی خاصیت غیض و جلال گر ضرورت ہو کسی وقت تو غصہ ہے حلال

بولا وہ سچ ہے کہ میری یہ غلط فہمی تھی
بولی وہ ہنسکے تری عقل کی یہ خامی تھی

بولا اس شہر مین ہین عالم و فاضل بھی کہین بولی یان علم و ہنر کی تو ضرورت ہی نہین
بولا وہ فلسفہ دنیا کی ہے ہر شئے سے بہین بولی جس چیز کی حاجت نہین وہ تو ہی مہین

فیلسوفی سے غرض نیک نہاد و نکو نہین
حرص شیطان کوئی ان آدمی زادو نمین نہین

علم و حکمت کی غرض یہ ہے کہ جانے انسان اپنے اور غیر کے فرضون کو بحد امکان
یان فرائض کے ادا کرنے کی حاجت ہی کہان نہ کوئی اہل غرض ہے نہ کوئی ہے احسان

فلسفہ ہیچ ہے بیکار یہان حکمت ہے
دخل صنعت کو نہین ٹہیٹ یہان فطرت ہی

بولا وہ دیکھہ رہا ہون کہ یہان آدم زاد رشتہ مہر و محبت سے ہین بالکل آزاد
لطف صحبت نہین ان لوگون مین یہ تو ہین جماد آگ پانی کی طرح رکھتے ہین باہم یہ عناد

مجلسین ہین نہ کلب ہین نہ کہین میلے ہین
سب یہ بیراگیون کے جوگیون کے چیلے ہین

بولی ملنے کی بہم ان کو نہین کچھ حاجت ورنہ اپنون کا نہ غیرون کی کوئی ہی وحشت
نہ حکومت کی طلب ان مین نہ شوق حشمت اور بے کار سمجھتے ہین یہ شہرت عزت

ایسے لوگون کو غرض کیا ہی ہم ملنے سے
گوشۂ امن مین راحت ملی کم ملنے سے

بولا افسوس ہنر ہے نہ یہان میل ملاپ　　ناچ گانے کے نہ جلسے ہین کہین اور نہ شاپ
بولی پینا ہے نہ کہانا نہ یہان لعب نہ پاپ　　چھوڑ دیتے ہین انھین صاحب اور اک خود آپ

بولا رہتا ہون مگر دوست کی حاجت ہی یہان
بولی وان کی نہ خوشامد نہ لجاجت ہی یہان

بولا احباب بہم کرتے ہین اظہار خیال　　اور اک دوسرے کے سنتے ہین دل کا احوال
دور ہوتا ہے بیان کرنے سے سب درنج و ملال　　اور ہمدردی احباب مین ہے لطف کمال

شہر مین دوست نہ ہو کوئی تو وہ جنگل ہے
دوست گر پاس ہو جنگل مین تو پھر منگل ہے

بولی احباب کی خواہش تو یہان ہی بے کار　　نہ یہان مجلس شادی نہ کوئی ہے دربار
جلسۂ رقص کسی جا نہ کوئی ہے میخوار　　اور یارون کی خوشامد پہ نہین دار و مدار

شان و شوکت کی نمائش کا یہان نام نہین
چاپلوسی کا خوشامد کا یہان کام نہین

بولا یہ تو ہے عجب راحت و آرام کی جا　　ڈر کسی کا نہ کسیکو نہ کسی کی پروا
اپنی حاجت سے زیادہ نہین رکھتے پیسا　　زر کی انبار نہین چھوڑکے کوئی جاتا

رائیگان عمر حماقت مین نہین کرتی ہین
ہاتھ ملتے نہین افسوس سی جب مرتی ہین

ان مین ہمدردی انسان کا بہت ہو گو خیال　　بولی وہ چلکے ذرا دیکھہ تو اس شخص کا حال
تپ کہنہ کی حرارت سی جو ہی سخت نڈھال　　اپنے مرنے کی خوشی جسکو ہی جینے کا ملال

بیکسی پاس ہے نزدیک کوئی یار نہین

نا امیدی کے سوا کوئی بھی غمخوار نہیں

اور یہ اُس پہ مصیبت کہ غذا ہے نہ دوا　　بر سرِ راہ پڑا رہتا ہے جیسے مردہ

بولا ہمدردی انسان نہیں کیا تجھ میں ذرا　　بولی رکھتے ہی نہیں حاجتوں سے اپنی نجات

منہ سے بچتا ہی نہیں کوئی نوالا نکلے

آئے کیا پاس کوئی مانگنے والا نکلے

پاس کوڑی ہی نہ ہو جس کے وہ کرے کیا خیرات　　مال و دولت ہو تو بر لائے کسی کے حاجات

خالی ہمدردی انسان نہیں کچھ فخر کی بات　　بیش قیمت ہیں جواہر کی طرح نیک صفات

منحصر زر پہ ہر اک چیز ہے ہمدردی سے

مفلسی مفسدِ اخلاق ہے نامردی ہے

بولا وہ حب وطن ان میں تو ہو گی ضرور　　بولی وہ عقل میں ادراک میں تیرے ہے فتور

اپنے بیگانے کی تفریق ہے انصاف سے دور　　ایک کنبے سے خدا کے یہ زمین ہے معمور

ایک جب سب ہیں تو پھر اپنا پرایا کیسا

گورے کالوں کا یہ ملک پہ لڑنا کیسا

بولا وہ یہاں تو محبت ہے نہ ہمدردی ہے　　نہ تمدن نہ سخاوت ہے نہ کچھ مردی ہے

جوش کا نام طبیعت میں نہیں سردی ہے　　زیست حیوانوں کی بس انکو خدا نے دی ہے

لطف صحبت نہیں جلسے نہیں احباب نہیں

کیا مزہ زیست کا جب عیش کا اسباب نہیں

بولی وہ تو تو سمجھتا تھا کہ زر ہے بیکار　　بولا وہ اپنی خطا پہ نہیں مجھکو اصرار

بولی دنیا کی ہر اک بات میں پہلو ہیں ہزار　　ذرے ذرے میں خدائی کی بھری ہیں اسرار

کامیابی ہے کہاں عقل میں جب خامی ہو

ترک دنیا جسے کہتے ہیں وہ ناکامی ہے

بولا اس شہر مین رہنا تو نہین مجھکو پسند ہین یہان بھی تو وہی چرخ کے آزار و گزند
جسکو دیکھو وہ یہان گوشۂ عزلت مین ہی بند نہ وہ جلسے ہین نہ میلے نہ وہ ہاتھی نہ سمند

ایسے نیکون کی مین صحبت مین نہین رہنے کا
کوفت دن رات کی واللہ نہین سہنے کا

مجھکو لے چل کے وہین چھوڑ دو تو بہر خدا ہے جہان میرے بزرگون کا وطن اور میرا
بولی کیون ہو گیا اسدرجہ یہان سے تو خفا بولا سمجھا نہ تھا دنیا کی حقیقت مین ذرا

بولی لینا نہ کبھی ترک جہان کا پھر نام
بولا کیا گوشہ نشینی سے ہی مجھکو اب کام

بولا یہ تارک دنیا تو ہین سب بیکار و فضول بولی روٹی کے لئے کرتے ہین یہ مکر جہول
بولا بیکاری و سستی سے انھین کیا ہی حصول بولی کرتے ہین جو محنت تو یہ ہوتے ہین ملول

بولا غیرون کی کمائی کو یہ کیون کھاتے ہین
بولی بے رنج و تعب مفت کا زر پاتے ہین

بولا وہ مفت کا کھانا تو ہے مذہب مین حرام بولی اب زہد و ریاضت تو اسی کا ہے نام
بولا تلبیس و ریا یہ تو ہے شیطان کا کام بولی اللہ کو معلوم ہے سب کا انجام

بولا مین اپنے گناہون سے تو اب تائب ہون
بولی نظرون سے تری دیکھ مین اب غائب ہون

آنکھ کھلتے ہی نہ وہ شہر نہ تھا وہ ہمدم پھر وہی کوہ تھا سناٹے کا جس پر عالم
دل مین کہتا تھا خدایا یہ ہوا مجھ پہ ستم پہلے بیفکر تھا اب عشق کا ہے درد و الم

بیٹھے بٹھلائے یہ کیون عشق کا آزار ہوا
اب تو رہنا مجھے اس کوہ پہ دشوار ہوا

رات دن اس کے تصور مین کیا کرتا ہو بسر ایسا بیخود ہے کہ اپنی بھی نہین اسکو خبر

موت کی مانگتا ہے روز دعا آٹھہ پہر — اور مرجانے کی کرتا ہے یہ فکرین اکثر
ہجر کے غم سے نہ کہاتا ہے نہ کچھہ پیتا ہے
اسکے پھر ملنے کی امید پہ یہ جیتا ہے

لوگ سب اسکو سمجھتے ہین ولی کامل — کوئی کہتا ہے یہ درویش بڑا ہے عاقل
معتقد اسکے ہین سب عالم و فاضل جاہل — یہ نہین جانتے ہے تیغ نگہ کا گائل
یہ تو عاشق ہے محب عشق ہی معبود اسکا
بت خدا اسکا ہے معشوق ہی مسجود اسکا

داستان عشق

ایک تاریخی واقعہ

تلسی بائی اور عباس خان

پہنچکے اوج پہ جب مہر کو زوال ہوا — گھٹاؤ بڑھنے لگا ختم جب کمال ہوا
رہی نہ تاب و توان ضعف سی نڈھال ہوا — خزان سے حسن ضیا بار پائمال ہوا
فضا مین نور جو ہر بار مہر کھوتا تھا
گمان شمس پہ سورج مکہی کا ہوتا تھا

زمین پہ مہر کی ترچھی شعاعین پڑھنے لگین — جبال و دشت مین باہم سنانین لڑنی لگین
سرون پہ کوہ کے نیزون کی بھالین گڑنی لگین — شعاعین برگ مین الماس خورد جڑنی لگین
ستارے آب روان پرکہین چمکتے تھے
حباب کرمک شب تاب سی دمکتے تھے

روان تھے دشت طلائی مین کچھ سوار بہم سنان و خود چمکتے تھے دھوپ مین پیہم
ستارے بھالون کی نوکون سے تھے عیان ہر دم دکھاتے تھے رخ مہتاب دم بدم پرچم
جلا مین صورت آئینہ چار آئینہ تھا
چمک وہ تیز کہ دیکھا تو کور بینا تھا

پرا جمائے عجب شان سے روان تھے سوار جو ہر سوار تھا رستم تو تھا پری رہوار
دلون مین جوش نبرد آزمائی و پیکار عروس فتح کا ہر ایک طالب دیدار
عزیز جان سے ان سب کو جانثاری تھی
بجائے خون رگون مین وفاشعاری تھی

جوان ایک تھا ان سب مین خوشنما خوش رو بلند قامت و خوش وضع خوش بیان خوش خو
رگون مین رستم و سہراب کا بھرا تھا لہو شراب شوق وغا کے دل و جگر تھے سبو
جبین سے صاف عیان شوکت شجاعت تھی
جلال و رعب مین آمیزش محبت تھی

مغل تھا قوم کا عباس خان تھا نام اسکا لڑے تھے ہند مین اسکے لڑائیان آبا
انھین کی تیغ سے دنیا ہوئی تہ و بالا انھین کے زور سے بابر نے ملک تھا پایا
انھین کے نام سے لرزان تھی مشرق مغرب
جہان کے شاہون کی تقدیر کی تھی یہ کاتب

وہ رعب و داب شہنشاہِ اکبر اعظم وہ اسکا عدل وہ نظم و نسق وہ خلق و کرم
وہ اس کے عالم و فاضل وہ اسکا جاہ و حشم وہ اہل سیف و مدبر وہ اسکے اہل قلم
جہان مین ان کے برابر نہ کوئی جوہر تھا
ہر ایک قدر مین انمول اس کا گوہر تھا

اسی کی فوج کا عباس خان تھا اک افسر دئے تھے جس کے بزرگون نے نذر اپنے سر

ہر ایک جنگ میں شہ پر تھا یہ بھی سینہ سپر   گئے تھے اسکے ہی مفتوح صوبجات گجر

وغا کے شوق میں گجرات کو وہ جاتا تھا

خوشی سے جامے میں اپنے نہیں سماتا تھا

برات ایک اسی سمت جا رہی تھی وہاں   عروس بند محافہ میں اسطرح تھی رواں

کہ جیسے لاش ہو صندوق میں کوئی پنہاں   کہ میت کے جنازے کا سامنے تھا سماں

شعاع مہر خلاؤن میں نہ آسکتی تھی

ہوا بھی تیز محافہ میں جا نہ سکتی تھی

غلاف سرخ وہ بانات کا محافہ پر   کہ جس سے لوٹ کے جاتی نہیں شعاع اکثر

تنور گرم میں بیٹھی تھی وہ عروس اندر   تپش سے حبس سے پھکتے تھے دونوں قلب و جگر

ہوا جو بند تھی ہر بار غش سا آتا تھا

غشی کے ساتھ ہی دل اور بیٹھا جاتا تھا

پسینا آتا تو گھبرا کے نوچتی تھی لباس   زبان تھی خشک حرارت سے اور ہر دم پیاس

ہوا نہ آنے سے گھٹنے کا دم کے خوف و ہراس   ہوئی تھی جان کے بچنے سے بھی اسے اب یاس

لباس سرخ کی گرمی سے اور بھکتی تھی

ہوا نہ آنے سے ہر لحظہ سانس رکتی تھی

رکی جو سانس تو پردے کو چاک کر ڈالا   شگاف خورد سے آئی ہوائے روح افزا

بدن میں جان جو آئی خدا کا شکر کیا   فضائے دشت کا کرنے لگی وہ نظارہ

جبال و دشت کا پر لطف وہ سماں دیکھا

کہیں زمیں کہ ہم آغوش آسماں دیکھا

ادھر محافہ میں دلہن رواں ادھر دولہا   عروس سے جو سن و سال میں بہت کم تھا

نحیف جس کے سب اعضا ضعیف جسکے قوا   خجل تھا زردی رخسار خشک سے گیندا

بدن میں خون نہ تھا خشک تر یہ تھا اسکا
تمام چہرہ تو پیلا گلاب تھا اس کا

برات والے کچھ آگے تھے اور کچھ پیچھے — سرون پہ پگڑیاں رنگین دھوتیاں باندھے
اچھل کے صورت بیشون کی چیخ وہ آئے — کہ جیسے دو جھبیلون کی جھون جھون پڑی پے
ہنسی خوشی وہ اکیلے رستے بجاتے تھے
وحوش تھے کہ بچارے تھے ہین بھائے جاتے تھے

کبھی وہ ڈھول کی دھون دھون وہ تاشون کی ترتر — کبھی وہ ڈنڈون کی ڈھب ڈھب کبھی کبھی دھڑ دھڑ
جو اپنے سامنے سے جاتے تھے اسپ پر بگڑ — تو پھر برات مین پڑتی تھی ہر طرف بھاگڑ
چھلکتے گھوڑون کو روکین کہان یہ جرات تھی
فقط زبان سے لڑنے کی انکو عادت تھی

برات والے تھے سب قوم و ذات کے ہندو — کہ ان مین ان کے تھا لوو اور کرشن جی کا لہو
دلون کے نرم اطاعت گذار اور خوشخو — مہاتماؤن کے سب تن مین خلق اور خوبو
یہ قتل و خون کو برہمن برا سمجھتے تھے
صفات رحم و کرم کو خدا سمجھتے تھے

سوئے نظر سے جو عباس خان کی یہ اوجھل — تو ایک شور سا انمین اٹھا پڑی ہل چل
لگے وہ بھاگنے ہر سمت جس طرح چیتل — اسد کو دیکھ کے جاتے ہین دشت سے بھی نکل
برات والون مین ہر جا غضب کی بھاگڑ تھی
نہ ڈھول تاشون کی ترتر تھی اور نہ دھڑ دھڑ تھی

گرے تھے لوٹ کے ڈاکو برات پر اس جا — دلھن کی ڈولی کے اطراف تھا ہجوم ان کا
مہیب صورتین ان کی وہ ان کے سخت اعضا — ہزار پشت سے انکا تھا قتل و خون پیشہ
خوشی مناتے تھے لوگون کو قتل کر کر کے

خدا نے دل ہی بنائے تھے انکے پتھر کے

خلاف پھاڑ کے کھینچا عروس کو باہر جو شل بید لرزتی تھی خوف سے تھر تھر
قریب تھا کہ گرے خاک پر وہ غش کھاکر کہ اتنے مین ہوئی تائید خالق اکبر

سوار غیب سے گھوڑے اڑا کے آپہنچے
مدد کو اک زن بیکس کی مرد جا پہنچے

نظر پڑی جو سوارون پہ راہ زن بھاگے اسد سے دشت مین ہر سمت کو ہرن بھاگے
جو پیچھے ان کے سواران صف شکن بھاگے تو جھاڑیون مین پہاڑون مین بدچلن بھاگے

چوھون کی طرح سے رہزن وردلین چھپنے لگے
لڑے نہ پھر کے ڈرائی گھرون مین چھپنے لگے

بھگا بھگا کے لٹیرون کو جلد تر عباس اتر کے گھوڑے سے آیا وہ پھر عروس کے پاس
عجیب چہرے پہ چھایا تھا جسکے خوف و رنج و ہراس جسے تھی جان سے عزت سوا اپنی پوری پاس

کھڑی تھی دشت مین تنہا عجیب ہیئت سی
بدن تمام لرزتا تھا اسکا دہشت سے

ہر ایک سمت وہ گھبرا کے ڈالتی تھی نظر نہ تن کا ہوش تھا اپنے نہ جان کی تھی خبر
پڑے تھے خاک پہ رومال و مقنع و چادر کھلا ہوا تھا رخ آفتاب و سینہ و سر

بدن تمام ڈھکا تھا جڑاؤ زیور سے
نگاہ خیرہ تھی الماس و لعل و گوہر سے

وہ اسکا گول بدن اور وہ گندمی رنگت خجل تھا سرو و صنوبر وہ خوشنما قامت
تمام جسم کے اعضا مین باہمی نسبت وہان و ابرو و بینی و چشم سب آفت

دراز بال وہ اسکے بلا کے کالے تھے
وہ اسکے گیسوئے مشکین تھے یا کہ کالے تھے

جڑاؤ چاندوہ جھمکے وہ بیچتے وہ بالے　　گلے مین ست لڑا موتی کا وہ موہن مالے
طلائی بالے تھے یا چاند کے تھے وہ ہالے　　کہ جن سے الجھے تھے نزدیک گوش دو کالے
ہر ایک پاؤن مین سونے کی چھاگل اور پازیب
کہ جن سے اٹھتے تھے فتنے زمین پر لاریب

عجب لباس کی سج دھج تھی خوشنما پیاری　　کریب کا وہ شلوکا وہ ریشمی ساری
کہ جس پہ دست صناعت نے کی تھی گلکاری　　جڑاؤ اس پہ کمربند سونے کا بھاری
کھڑی تھی وشت مین پہنے ہوئے زریکا لباس
کہ جس کے سامنے تھا گرد سب پری کا لباس

جھجک کے رہ گئی عباس خان کو جو دیکھا　　نظر پڑی تو ہوئی دل سے اس پہ وہ شیدا
ادھر بھی بھاگئی عباس خان کو اوسکی ادا　　لگی وہ عشق کی برچھی کہ دل ہوا پار را
نظر بچا کے محبت کو ضبط کرنے لگا
زبان تھی بند مگر دل مین آہ بھرنے لگا

کہا یہ نفس نے قابو مین ہے تری یہ پری　　کہان ملے گا یہ معشوق پھر یہ بے خطری
نہ ہاتھ آئے گا موقع یہ دیر کی جو ذری　　یہ حسن و عیش و جوانی ہین سب بقا سے بری
نہ چھوڑ اسکو رہے گا ہمیشہ رنج تجھے
دیا خدا نے ہے ویرانہ مین یہ گنج تجھے

کہا یہ عقل نے کر پہلے سوچکر ہر کام　　خطا ہے گر کوئی سوچے نہ کام کا انجام
نہ ہو جہان مین عورت کیو اسطے بدنام　　نہین ہے عشق و محبت مین راحت و آرام
عتاب شاہ سے بچنے کا تو جہانین نہین
غضب سے اسکے مفر جنگل و مکانین نہین

تمام عمر نہ دیکھے گا صورت عزت　　چھپانا منہ کو پڑے گا وہ ہوئے گی ذلت

وہ مرد ہی نہین عورت کی جو کرے عفت — خراب اس سے تو بڑھکر نہین کوئی حرکت
شریف وہ ہین جو رکھتے ہین نفس پر قابو
سمجھتے اپنی ہین غیرون کی بیٹی ہو کہ بہو
یہ تیرے بس مین ہے چاہے جدہر کو لیجائے — مگر خدا سے مناسب ہے تو کہ شرمائے
کہ تا بدی کی نہ کوئی بڑی سزا پائے — دلاوری ہے یہی اس کو گھر مین پہنچائے
دکھا نہ اپنی غرض کے لئے کسیکا دل
کرم سے ہاتھ مین لا اپنے تو پرایا دل
ذرا سی دیر کی اس نفس کی خوشی کیا ہو — نہ سمجھے بات کی تہ کو وہ آدمی کیا ہے
بغیر زیور تعلیم پدمنی کیا ہے — نہ دل مین جس کے محبت ہو وہ پری کیا ہو
یہ چند روزہ جوانی ہے حسن صورت ہے
نہین خزان ہی جسے وہ تو حسن سیرت ہے
سنی جو عقل و خرد کی یہ پر اثر تقریر — کھڑا رہا وہ کئی لحظے صورت تصویر
عروس لو سے کہا اس نے پھر بصد توقیر — کہ اب نہ خوف ہے باقی نہ کوئی امر خطیر
تمہارے گھر مین تمہین جلد لیکے جاتا ہون
کہار اور براتیون کو بلاتا ہون
یہ کہکے اُس نے روانہ کئے جو چار سوار — ذرا سی دیر مین آ پہنچے پالکی کے کہار
پلٹ کے آئے ہوئی پھر براتیون مین پکار — پھرے تو باندہلی پھر بہلون کی ایک قطار
چلے عروس کو ہمراہ اپنے وہ لیکر
بچانے والے کو اپنے دعائین دی دیکر
چلا محافہ کے ہمراہ پھر وہ نیک صفات — پرا سوارون کا پیچھے تھا اور آگے برات
لگی تھی سینہ مین برچھی جو عشق کی ہیہات — تڑپ رہا تھا دل بیقرار سو سو بات

قدم قدم پہ جدائی کا درد اٹھتا تھا
ہجوم یاس سے سینہ مین دم سا گھٹتا تھا

بھڑک رہی تھی جو سینہ مین آتش الفت — تو آہ گرم کی اوسکے لبون پہ تھی کثرت
جگر مین درد حرارت کی دلمین تھی شدت — روان تھے چشم سے آنسو غضب کی تھی رقت
فغان کے ضبط سے بڑھتی تھی اور بے تابی
جو روکتا تھا تو کرتا تھا عشق سر تابی

چھپا کے پونچھتا جاتا تھا اشک وہ پیہم — کہ کھل نہ جائے کہین ساتھیون پہ اپنا غم
کبھی یہ کہتا تھا دل مین کہ کیا ہوا یہ ستم — کہ مجھہ پہ لوٹ پڑا آسمان رنج والم
یہ اضطراب ہے کیا اور رنج وغم کیا ہے
کشش یہ دلمین ہی کیا اور یہ الم کیا ہے

ادہر یہ سوچتا جاتا تھا دل مین وہ ناکام — ادہر محافہ مین تلسی کو بھی نہ تھا آرام
کلیجا تھام کے کہتی تھی وہ میدم ای رام — رہے گا رنج جدائی کا اس کی مجھکو مدام
بھلا تھا چورون کے ہاتھون سے ماری جاتی مین
فراق یار کا صدمہ نہ پھر اٹھاتی مین

شگاف پردہ سے تکتی تھی صورت دلدار — جو آیا پاس مکان پھر رہا نہ دل کو قرار
محافہ کرکے کھڑا منھ کو کھولکر اکبار — بلا کے پاس یہ شیدا سے اپنے کی گفتار
مین تیری لونڈی ہون احسان ہے ترا سر پر
نہ مجھہ پہ بلکہ مرے باپ مان پہ گھر بھر پر

مرے بھی دلمین محبت تمہاری ہے پنہان — ملون مین تم سے پھر اب یہ نہین مرا امکان
کرون گی یاد تمہین عمر بھر رہون گی جہان — سمجھنا مجھکو کنیز ایک گاؤن مین ہی یہان
پھرو ادھر سے تو اس راہ سے گذر جانا

ذرا سی دیر مرے گھر پہ تم ٹھہر جانا

پھر اس نے اپنی انگوٹھی اتار کر جلدی عجیب لطف و عنایت سے جوان کو دیدی

کہا پھر آنکھوں میں اشک اپنی بھر کے میں واری ہماری آئے گی یاد اسکے دیکھنے سے کبھی

ملینگے حشر میں جاتے ہیں لو خدا حافظ

پہاڑ غم کا اٹھاتے ہیں لو خدا حافظ

یہ کہکے چھپ گئی پردے میں وہ پری پیکر روانہ لے کے محافہ ہوئے کہار ادہر

زمین پہ گر پڑا عباس خان بھی غش کھا کر سوار تہم گئے رہوار بھی ہوئے ششدر

اتر کے گھوڑوں سے ہمراہیوں نے یہ دیکھا

کہ خاک پر ہے پڑا ان کا افسر اعلے

اٹھا کے خاک سے پانی چھڑکے منہ پہ ذرا لگے وہ دامنوں سے اپنے دینے اسکو ہوا

سنبھل کے بیٹھ گیا ہوش اسکو جب آیا کہا کہ آج تو گرمی نے کر دیا مردہ

عجیب دھوپ کی تیزی میں آج شدت ہے

دماغ تک مرے پہنچی ہوئی حرارت ہے

بنا کے بات وہ گھوڑے پہ پھر سوار ہوا چلا ادھر کو جدہر اسکو حکم تھا شہ کا

جو دیکھا دل کو تو سینہ میں پایا کچھ نہ پتا پری کے ساتھ گیا دل رہا جدا تنہا

پھنسا کے دام محبت میں لے گئی دلکو

نہ رحم آیا ما فرپہ کچھ بھی قاتل کو

کبھی جدا نہ ہو یارب کوئی کسی کا حبیب فراق یار کا صدمہ نہ ہو کسیکو نصیب

بلائے ہجر کی صورت ہی موت سی بھی مہیب عذاب روح پہ ہوتے ہیں عاشقوں کے عجیب

قرار دل کو نہیں جس سے درد ہے وہ یہی

بچے نہ گر وہ بھی جس میں نبر دہے وہ یہی

خدا نہ دے کسی انسان کو عشق کا آزار
جو ایک وصل کی راحت تو رنج ہجر ہزار
بغیر یار تو ہوتی ہے زیست بھی دشوار
نہین ہے عشق مین عاشق کے دلکو صبر و قرار

بلاے ہجر کسی روز جان لیتی ہے
مریض عشق کو تسکین موت دیتی ہے

عجیب ہجر مین عباس خان کی تھی حالت
نظر مین پھرتی تھی تلسی کی رات دن صورت
کبھی جو بڑھتی تھی اس کے مزاج مین وحشت
تو گھر مین اسکو ٹھہرنے سی ہوتی تھی نفرت

شکار و سیر کے حیلے سے جا کے میدان مین
وہ بحر اشک بہاتا تھا جا کے پنہان مین

پھنچکے گوشۂ جنگل مین خوب روتا تھا
غبار وحشت سے چہرے کو اپنے دھوتا تھا
جو بیقرار بہت ہجر مین وہ ہوتا تھا
تو اور نالہ و افغان سے جان کھوتا تھا

کلیجا پھکتا تھا پہلو مین دل بھی جلتا تھا
دھوان بھی آہ شرربار سے نکلتا تھا

زبان پہ نام تھا تلسی کا اور لب پہ فغان
ہوا سے کہتا تھا جاتی ہے تو کبھی تو وہان
کہ میری جان ہے جس گاؤن جس مکان مین نہان
ملے تو کہنا کہ عباس خان ہے اب بے جان

ملون گا تجھ سے یہہ امید تو نہین مجھکو
نظر نہ آئے گی صورت تری کہین مجھکو

یہ کہنا اس سے کہ دن رات ہے ترا ہی خیال
نظر کے سامنے پھرتا ہے تیرا حسن و جمال
لگانا دل کا کسی کام مین ہے اب تو محال
سرود و نغمہ سے ہوتا ہے اور رنج و ملال

غزل کے سننے سے رقت عجیب ہوتی ہے
کرون جو ضبط تو حالت عجیب ہوتی ہے

کبھی یہ ابر سے کہتا تھا گر ادہر جانا
پیام اتنا مرا اُس پری کو پھنچانا

کہ تیرے عشق میں میں تو ہوا ہوں دیوانہ　　جو ہو سکے تو میری قبر پر کبھی آنا

تمہارے ہجر کی آفت گزر ہی جائے گی
بھٹکتی روح میری تیرے در پہ آئے گی

عجیب حال تھا عباس خان کا فرقت میں　　وحید عصر تھا جو جنگ میں شجاعت میں
بجائے رونے کے ہنستا تھا جو مصیبت میں　　سکون قلب تھا حاصل جسے ہر آفت میں

کڑی وہ عشق کی چوٹیں مگر اٹھا نہ سکا
نگاہ ناز کی برچھی جگر پہ کھا نہ سکا

ہے عشق وہ ہے کہ جس کے ہیں تابع فرمان　　جہان کے سرکش و خونریز و رستم دوران
اسی کی ضرب سے دیو قوی بھی ہیں بیجان　　اسی کے خوف سے جن و ملک ہیں سب لرزان

کنوئیں جھکائے فرشتوں کو چاہ سے نے آخر
ملائی خاک میں عصمت گناہ سے نے آخر

نگاہ ناز ہے تیر و سنان سے بھی بڑھ کر　　کہ اس کے وار سے ہوتے نہیں جوان جانبر
بہادروں سے کبھی اس سے بچ نہ قلب و جگر　　ور آئے کوہ کے سینے میں گر بنے وہ سپر

فلک کے سینے میں پیکان تیر ہیں اب تک
نہیں نجوم یہ داغ منیر ہیں اب تک

گذر گئے جو کئی ماہ بیقراری میں　　گھٹا و بڑھنے لگا اسکی آہ و زاری میں
سکون ہو گیا یک لخت اشکباری میں　　ملا نہ جز غم فرقت حسین کی یاری میں

گھٹا جو سیل محبت تو عقل پھرنے لگی
خمار عشق کی پستی بھی اب اترنے لگی

قرار دل کو جو آیا تو کام کرنے لگا　　امنگ فتح کی پھر دل میں ہو گئی پیدا
روان ہوا سوئے گجرات وہ بقصد وِرا　　لڑائی چھڑ گئی فرصت ملی نہ اسکو ذرا

پلٹ کے رن سے جو خیمہ مین اپنے آتا تھا
تو پھر خیال بھی تلسی کے پاس جاتا تھا
کبھی جو ملتی تھی کچھ کارزار سے فرصت   تو دل مین آتی تھی فوراً ہی یار کی صورت
رہی یہ اس کے تعشق کی سال بھر حالت   بڑھے جو کام تو گھٹنے لگی یہ کیفیت
جدال و جنگ کی فکرون نے دل کو گھیر لیا
محب خیال کو ان آفتون نے پھیر لیا

کھیت کی رکھوالی

تھا اک مزارع رحم دل جسکی تھی کھیتی پر گذر   تھا خلق کا پتلا مگر دنیا سے تھا وہ بے خبر
گرتی تھین چڑیان کھیت پر دیتا نہ تھا ان کو ضرر   تھا رحم گو حیوان پر انسان پہ فاقہ تھا مگر
کرتا جو رکھوالی اگر پاتا وہ محنت کا ثمر
بے جا کرم سے اپنے پر کرتا تھا عسرت مین بسر
اسکا پڑوسی ایک تھا رکھتا تھا جو فکر رسا   آنے نہ دیتا تھا ذرا چڑیون کو دیتا تھا ڈرا
کانٹے دیے تھے کچھ لگا باندھی تھین باڑھین جا بجا   کچھ کام اور اوسکو نہ تھا حفظ زراعت کے سوا
آتا جو کوئی جانور کرتا نظر وہ تیز تر
کرتا نہ رحم اس پر ذرا کھاتا تھا اسکو مار کر
پوچھا کسی نے اس سے یہ کرتا ہی کیون جور و جفا   چڑیون پہ تو مروے خدا بیچ ظلم سب ہے وہ بڑا
کھا لینگی وہ دانہ اگر برباد ہوگا کھیت کیا   بولا وہ ہنس کے ظلم کیا چڑیون پہ کرنا ہی روا
چڑیون کو گر روکین نہ ہم ہے ظلم یہ گھربار پر
چھ جائین سالکھیت وہ فاقون مین ہم عمر بھر

جاپان اور حب وطن

(یہ ایک واقعہ نظم کیا گیا ہے جو جاپان اور روس کے اثنائے جنگ مین واقع ہوا تھا)

شب خون کے بعد چرخ پہ برپا جو رن ہوا　　انجم کے قتل عام کو حکم بزن ہوا
مریخ اپنی جان سے ڈر کر ہرن ہوا　　وحشت سے ماہتاب کا سب زرد تن ہوا
زخمون سے لالہ زار تن آفتاب تھا
ڈوبا ہوا لہو مین اُفق کا سحاب تھا

ہوتے ہی صبح چھڑ جو گئی جنگ آرتھر　　ہر جا صدائے توپ سے پھٹنے لگے جگر
برسا وہ خون لال ہوئے دونو بحر و بر　　اولون کی طرح گرنے لگے سر زمین پر
دریا تھا خون سرخ ہر اک سمت موج تھی
پانی مین سر تھے یا کہ حبابون کی فوج تھی

اڑنا وہ تارپیڈو کا دریا مین جابجا　　وہ ٹوٹنا جہازون کا پر شور وہ ہوا
وہ کشتیون کا ڈوبنا توپونکی وہ صدا　　طوفان نوح چین کے دریا مین تھا بپا
شعلون سے کارزار کی حدت دوچند تھی
طرفہ یہ تھا کہ آب مین آتش بلند تھی

اوڑتے تھے بم کے گولون سے جب روس کے جہاز　　کرتا تھا اپنے شست پہ جاپان فخر و ناز
گرتا تھا روسیون پہ جو ٹوگو مثال باز　　آنکھون سے دیکھتے تھے وہ انجام حرص و آز
چھینا تھا گھر جو چین کا اس مین بلا ملی
ظالم کو اپنے ظلم کی اچھی سزا ملی

اچھا نہین ہے چھیننا لوگون کا ملک و مال　　پڑتا ہے سلطنت ہی پہ اسکا کبھی وبال
کھلتا نہین دبائو سے مظلوم دل کا حال　　ہوتا ہے اہل ملک کو لیکن غضب کمال

غاصب کی ولین سب کی عداوت جو پڑتی ہے
خلقت تمام اٹھکے حکومت سے لڑتی ہے

آیا اسی خیال سے جاپانکے ولین جوش — حب وطن سے جان کا باقی رہا نہ ہوش
اٹھا تمام ملک مین الحرب کا خروش — عورات بھی تو اپنے گھرون مین نتھین خموش
مردون سے رخ کو پھیر کے کہتی تھین نکو جاؤ
ہمکو بغیر فتح کے اپنا نہ منہ دکھاؤ

رہتی تھی جھوپڑی مین کہین ایک پیرزال — کمزور ولین جس کے تھی حب وطن کمال
بولی جوان بیٹے سے ای طفل خوشخصال — اپنے وطن کا تجھکو نہین کوئی بھی خیال
رن پڑ رہا ہے ملک مین تشویش عام ہے
خلقت کا در پہ شہ کے پڑا اژدہام ہے

تجھکو خبر نہین کہ مصیبت ہے ملک پر — کرتا ہے نذر شاہ کے ہر شخص اپنا سر
دولت ہے جن کی پاس لٹاتی ہین آج گھر — بزدل بھی ایسے وقت مین ہوتی ہین شیر نر
پالا تھا تجھکو مین نے اسی دن کے واسطے
جرات بہادری ہے اسی سن کیواسطے

سر کو کٹا کے جنگ مین حب وطن دکھاؤ — زخمون سے ہمکو چور یہ نازک بدن دکھاؤ
سیکھے ہین آپ نے جو لڑائی کے فن دکھاؤ — مغرب کو آج شرق کے شیر و نکے رن دکھاؤ
مانا کہ ہین گرچہ روس سی جاپان پست ہے
لیکن اسد کے سامنے کیا فیل مست ہے

ہمدردی وطن ہے سدا اہل وطن پہ فرض — ہر شخص پر ہے سب سی مقدم ادا ی قرض
کہتی ہے طفل سے یہ ولادت کو وقت ارض — کرتی ہون آج تجھ سے بصد عجز ایک عرض
ہمدردی وطن مین ہر آفت کو جھیلیو

مجھ پر پڑے جو وقت تو پھر جان پہ کھیلیو

آزادی وطن سے ہماری ہین عزتین — دیکھی نہین ہین تونے غلامی کے ذلتین
نابود ہوگئی ہین وہ افسوس ملتین — جن پر ہوئی ہین غیر کی قایم حکومتین

ہوتے فنا ہین ملک کی اولاد کے حقوق
ملتے نہین غلامون کو آزاد کے حقوق

بولا وہ مان سے مین بھی ہون یہ خوب جانتا — ڈرتا نہین ہون جان سے آگاہ ہے خدا
ہوتا کوئی جو بھائی تو رہتا یہان مین کیا — فاقون سے مارنا بھی تو مان کا نہین روا

لعنت کریگی روح مجھے میرے باپ کی
خدمت کریگا کون بوڑھاپے مین آپکی

ہر اک پسر پہ خدمت مادر ہے فرض عین — ممکن نہین کہ آپ کو کلفت ہو مجھکو چین
ہے فرض گرچہ مجھ پہ وطن کا وا دین — لیکن مقدم اس پہ بھی ہے فرض والدین

دنیا کا بے ثبات یہ سب زیب زخست ہے
قدمون تلے جناب کی میری بہشت ہے

بولی وہ مجھ سے بڑھکے ہے وہ مادر وطن — جس کے زوال کا ہے نتیجہ غم و محن
مجھ سے ترا وجود ہے اس سے ترا بدن — ہے زندگی اسی سے وہی جان وہی ہے تن

دیتی ہے رزق اور وہ دولت بھی دیتی ہے
تعلیم اور عزت و حشمت بھی دیتی ہے

مرجاؤن مین تو اس سے نہین تجھکو کچھ ضرر — لیکن وطن کے صدمہ سے ہے جان کا خطر
قومون کی ٹوٹ جاتی ہے اس رنج سے کمر — دم سے اسی کے جان تو آباد اپنا گھر

آزادی و عروج اسی دم کے ساتھ ہے
گر یہ نہین تو زیست بھی پھر غم کے ساتھ ہے

اعدا و نا خلف ہے جو اس پہ نہ ہو فدا ناشکریون کی دیتا ہے اللہ پھر سزا
عسرت کی ان پہ کرتا ہے نازل بری بلا رکھتا ہے ان کو رنج غلامی مین مبتلا
ان سے ہر ایک چیز کو وہ چھین لیتا ہے
غیرون کو ان کی دولت و عزت کو دیتا ہے

محکوم کو سمجھتے ہین ردی یہ جانور دیتے ہین لاد ٹیکس کے انبار پشت پر
لاکھون طرح سے کھینچتے ہین انسے مال و زر روکھی انھین کھلاتے ہین کھاتے ہین آپ تر
کہتے ہین قوم پست کو شایان نہین حقوق
آزاد کے غلام کے یکسان نہین حقوق

بس کہہ چکی جو کہنا تھا اب رن کو جا نہ جا کچھ شرم ہے تو ملک کی خاطر گلا کٹا
پالے گا مجھہ کو میرا ابھی رزاق ہے خدا جینے سے میرے ملک کو اب فائدہ ہی کیا
بے کار ہون فضول ہون دنیا پہ بار ہون
مین آپ اپنی موت کی اب خواستگار ہون

یہ کہہ کے وہ چلی گئی سونے کو پیر زال جینے کا اپنے جسکو بہت سخت تھا ملال
مرجاؤن زہر کھا کے یہ آیا اسے خیال یہ زندگی ہے میری بس اب ملک پر وبال
بیزار جان سے ہوئی اور موت بلا گئی
گولی بنا کے زہر کی خود آپ کھا گئی

سوتے ہی مین عدم کو سدھاری وہ نیک ذات وہ مرگئی پہ رہ گئی دنیا مین اسکی بات
مرنے سے آدمی کے تو مرتے نہین صفات سب شئے فنا ہے علم و عمل کو ہے پر ثبات
نادان ہین کوردل ہین جنھین حرص مال ہے
دانا وہی ہین قوم کا جن کو خیال ہے

وہ دل ہی کیا ہے جسمین یہ حب وطن نہو بے بلبلون کے کوئی الٰہی چمن نہ ہو

الفت بغیر کوئی بھی دولہا دلہن نہ ہو — جھوٹی خوشامدون کا کسی جا چلن نہ ہو

خود غرضیون سے قوم کو یارب بچائیو

بگڑے ہوؤن کو قوم کا یاور بنائیو

عدل فاروقی

اُٹھی ہے آج بزم مین کس نے نقاب ذہن — نکلا ہے شرق جسم سے یا ماہتاب ذہن

ہے ماند جس کے سامنے شمس وہ ہے آفتاب ذہن — روشن ہے جس سے دیکھ رہی آب و تاب ذہن

پھیلی ضیائے روح حجاب تراب سے

جسطرح نکلے مہر درخشان سحاب سے

الفاظ ہین کہ شمس فلک پر ہین جلوہ گر — نقطے ہین یا کہ صفحۂ کاغذ پہ ہین قمر

کششین بھی کہکشان کی مقابل ہین سربسر — سطرین شعاع مہر سے بھی ضو مین تیز تر

یہ دائرے ہین یا کہ مسلسل ہلال ہین

حلقون سے بھی زحل[1] کی منور کمال ہین

قرطاس پر حروف ہین یا انجم فلک — ظاہر ہین ہین سیاہ تو باطن ہین ہے چمک

منہ فق ہے آفتاب کا وہ ہے چمک دمک — تارے چھپین سحاب مین دیکھین اگر جھلک

ہر بیت پر بروج فلک کا گمان ہے

مصرعے ہین دو کہ شمس و قمر کا قران ہے

ہر بند مین ہے بندش اعلیٰ نظام شمس — الفاظ کی کشش سے ہویدا ہے سام شمس

حرفون کے دائرے ہین کہ کاغذ پہ جام شمس — معنی ہین وہ سرور کہ گویا کلام شمس

معنی و مہر دونون کے انوار خوب ہین

[1] جدید تحقیقات سے زحل کے اطراف ایک نورانی حلقہ دریافت ہوا ہے

روشن ہے اس سے ارض تو اس سے فلک بھی

مضمون ہے وہ بلند کہ ہے پست آسمان　　طبع رسا کی جست ہے تا عرش و لامکان
کیا کہیے خیال کی وسعت یہاں بیان　　ہے تنگ جس کے سامنے یہ عرصۂ جہان
دل مین تمام ظاہر و باطن کا رنگ ہے
ذہن صفا کے روبرو آئینہ دنگ ہے

فکر رسا کا وصف ہو انسان سے کیا بیان　　کرتا ہے اسکی مدح تو خود خالق جہان
کہتے ہین اسکی شان مین سردار مرسلان　　ہے فکر بہترین عبادات بے گمان
معراج بام عرش یہی غور و فکر ہے
گر یہ نہین تو ہیچ ہر اک شغل و ذکر ہے

جا سے فلک پہ اور نہ دم بھر کی دیر ہو　　چھانے تمام روئے زمین کو نہ سیر ہو
گر وہ ہو دستگیر تو روباہ شیر ہو　　شیر فلک بھی گر یہ مسکین سے زیر ہو
پشہ اسی کے زور سے پہلوان بنے
قوت سے اسکی مور سلیمان نشان بنے

حلال مشکلات ہے عقدہ کشا ہے یہ　　کشاف راز فطرت ارض و سما ہے یہ
سحر و فسون کرشمۂ معجز نما ہے یہ　　الہام کشف وحی پیام خدا ہے یہ
اس کا مقام عرش و علا سے بلند ہے
جبریل پا سکے نہ جسے وہ پرند ہے

ہان اسے عروس فکر اٹھا پردۂ حجاب　　جلوہ دکھا الٹ رخ روشن سے اب نقاب
مدت سے ذہن کند ہے پی ساغر شراب　　اس بزم مین بھی آج چلے دور آفتاب
پھیلے ضیا روکش سے ہماری کلام کی
شہرت ہو ہر دیار مین ملک نظام کی

ملک دکن سلف سے ہے مشہور روزگار — جنت نظیر رشک ارم و باغ لالہ زار
آب و ہوا ہے روح فزا اور خوشگوار — زرخیز ہے زمین کہ دفینے ہین بے شمار

سارے پہاڑ نقرہ و گوہر کی کان ہین
معدن کے اعتبار سے دنیا کی جان ہین

ہیرے کی کان اور وہ الماس کوہ نور — شرمندہ آب و تاب سے جس کی ضیا ہے طور
مشہور سلف سے جنکی ہے دنیا مین دور دور — یورپ مین جنکی وجہہ سے دولت کا ہے وفور

اس خاک پر بہت کرم بوتراب ہین
ذرے بھی اس زمین کے رشک آفتاب ہین

الماس و لعل سنگ یشب نقرہ و طلا — نیلم عقیق سنگ سیہ اور کوئلا
پکھراج سنگ مرمر و یاقوت پر ضیا — بلور مس حدید نمک جست سنکھیا

کانین ہین ان کی ارض دکن مین گڑی ہوئین
یہ دولتین ہین پاؤن کے نیچے پڑی ہوئین

خالق نے اس زمین کو بنایا ہے کان زر — بخشا ہے اسکی خاک کو اکسیر کا اثر
واقف ہین وہ جنھین ہے معادن کی کچھ خبر — قارون کے گنج دفن ہین ہر ایک گام پر

زرخیزیون کی اسکی کوئی انتہا نہین
پر ان سے اہل ملک کو کچھ فائدہ نہین

قدرت نے کی ہے دولت فطری انھین عطا — ان کو ہے کیا تمول ارضی سے فائدہ
وہ جانتے نہین کہ معادن ہے چیز کیا — یہ سنڈیکیٹ اور یہ کانین ہین کیا بلا

یہ ایک کمپنی ہے [illegible] معدنیات

پر وہ پڑا ہے جہل کا چشم بصیر پر
لٹتا ہے گھر وہ سوتے ہین تکیۂ حصیر پر

صد شکر تو فلک سے ہے رتبہ میرا بلند مطلع — ہے اوج پر ستارۂ اقبال ورومند

طالع عروج مین ہے مہ و مہر سے دوچند | پھینکی ہے بام عرش پہ اب بخت نے کمند

بام فلک نما پہ کہ چرخ برین پہ ہون

ثابت ہوا کہ عرش کی مین شہ نشین پہ ہون

قصر فلک نما کی بلندی ہو کیا بیان | افلاک جس کے بام کی ہین سات سیڑھیان

گردون ہے جسکی منزل اول کا سائبان | جسکے برآمدے کی ہے اک سقف آسمان

اس وضع کا مکان نہین سارے جہان مین

رفعت مین بے نظیر تو بے مثل شان مین

کیا جانب شمال ہے دلچسپ وہ مکان | ہوتا ہے جس پہ گلشن فردوس کا گمان

ساری زمین ہے تا بہ افق تختۂ جنان | باغ بہشت مین بھی لطافت ہے یہ کہان

اشجار سایہ دار کا ہر جا ہجوم ہے

طوبے کا بن ہے ارض دکن مین یہ دھوم ہے

گنجان وہ درخت وہ سرسبز مرغزار | وہ لہلہاتی گھاس کے تختے وہ آبشار

شاداب کھیت اور وہ اشجار باروار | وہ باغ وہ چمن وہ گلستان پربہار

وہ کیوڑے کے بن ہین وہ جنگل گلاب کے

وہ حوض آب کے کہ پیالے شراب کے

چشمے ہین جابجا کہین جھیلون کی ہے قطار | تالاب مثل دیدۂ عاشق ہین تین چار

پل کھا کے آب نہر رواں ہے مثال مار | موسی بھی لہرین لیلیکے بہتی ہے باربار

گرنا وہ چادرون کا شب ماہتاب مین

عالم دکھا رہا ہے تجلی کا آب مین

کوسون وہ سبزہ زار وہ صحرا سے پرفضا | جنگل کا وہ سمان وہ پہاڑون کا سلسلہ

گنبد وہ اونچے اونچے وہ مینار جابجا | وہ بیچ مین درختون کے مسجد محل سرا

چھایا ہوا دہوان ہے کہ عالم ہے نور کا
جلوہ ہر ایک کوہ مین ہے کوہ طور کا

وہ سامنے شمال کی جانب افق کے پاس — کم کم جہان شفق کا سنہرہ ہے انعکاس
جس جا وفور نور ہے بے حد و بے قیاس — دیکھو دکھائی دیتا ہے کوہ بلند راس
اس پر نشان پائے جناب امیر ہے
ہر ذرہ اس پہاڑ کا مہر منیر ہے

کوہ شریف کہتے ہین سب اسکو خاص و عام — مولا علی کا کوہ اسی کا ہے ایک نام
نام علی سے چونکہ ہے موسوم یہ مقام — اسکے بلند مرتبہ ہونے مین کیا کلام
درگاہ خاص حضرت شیر الٰہ ہے
جبکی زمین فلک سے ہے یہ وہ بارگاہ ہے

تالاب ایک سامنے آتا ہے وہ نظر — یا ہے زمین پہ چشمۂ خورشید جلوہ گر
پانی ہے اس کا نہر لبن سے بھی خوب تر — آب حیات مین بھی نہین خاک یہ اثر
بے آبرو ہو چشمۂ کوثر وہ آب ہے
آب گہر سے اس مین فزون آب و تاب ہے

پانی ہے اسکا صاف سبک ہاضم غذا — پاکیزہ خوشگوار خنک اور ہے ارزا
شفاف اسقدر کہ خجل جس سے آئینہ — دکھلا رہا ہے جھیل مین افلاک کا سما
اجزائے معدنی و نباتی سے پاک ہے
آب حیات اسکے مقابل مین خاک ہے

ساگر حسین کا اسے کہتے ہین خاص و عام — چادر ہے اسکی پختہ اور پختہ ہے اسکا خام
ہے عرض و طول اسکا کئی میل لاکلام — جاری ہے اسکا آب نلون مین علی الدوام
سیراب اسکے آب سے سب عام و خاص ہین

پانی ہین اسکے آب بقا کے خواص ہین

اشجار سے بلند ہین کچھ جا بجا مکان — سر اپنا جن کے در پہ جھکاتا ہے آسمان
مسجد ہے ایک کعبۂ ثانی فلک نشان — روح یروشلم ہے کہ بیت الحرم کی جان

یہ خانۂ خدا ہے مقدس مقام ہے
اسکی زمین فلک ہے تو عرش اسکا بام ہے

کہتے ہین اسکو مسجد مکہ جو خاص و عام — تعظیم اسکی فرض ہے واجب ہے احترام
ہوتے ہین پانچ وقت نمازون کے اہتمام — ہین مقتدی ملائکہ جبریل ہین امام

پر نور مثل مسجد اقصیٰ تمام ہے
روح روان مسجد خیر الانام ہے

مسجد مین وہ نمازیون کا صبحدم ہجوم — ثریا ہین جنکے داغ جبین سے مہ و نجوم
تکبیر کا وہ شور وہ صلّے علےٰ کی دہوم — وہ ہر طرف نماز کی نیت علے العموم

کوئی رکوع مین ہے تو کوئی سجود مین
کوئی قیام مین ہے تو کوئی قعود مین

وہ فرش صاف اور وہ پاکیزہ صحن دور — ششدر ہے آئینہ بھی صفا جسکی دیکھکر
محراب ہے کہ تیغ ہلالی ہے چرخ پر — جھکتے ہین اسکے سامنے سب سرکشون کے سر

ہے اسکا عکس قوس قزح آسمان پر
ابروئے مہوشان ہین فدا اس کمان پر

مسجد کے صحن پاک مین ہین اک طرف قبور — پھولون کی چادرین ہین کہ چھایا ہی انپہ نور
سوتے ہین انمین وہ کہ جو تھے آسمان قصور — دارا حشم سکندر ثانی سخی غیور

شیرانہ جراتین یہ دکھاتے تھے جنگ مین
بجتے تھے ان کی فتح کے ڈنکے تلنگ مین

عبرت کی یہ جگہ ہے تاسف کا ہے مقام خواب و خیال تھا وہ تجمل وہ احتشام
تعظیم اب ہے انکی نہ تکریم و احترام اعمال نیک قبر مین آتے ہین انکے کام
دولت گئی نہ ساتھ نہ ملک و حشم گیا
دنیا مین جو کیا تھا وہ رحم و کرم گیا

مینار چار سامنے آتے ہین وہ نظر گویا ستون بام فلک ہین زمین پر
احرام مصر روبرو ان کے ہین پست تر کوہ ہمالیہ کی بلندی کا کیا اثر
ایسا مکان روئے زمین پر کہین نہین
مضبوط اسقدر کوئی حصن حصین نہین

مغرب کی سمت اور ہے پر لطف کچھ سمان تالاب ہین کہین تو کہین ہین پہاڑیان
وہ سامنے درختون کے اوپر ہی کچھ وطون اسمین سے ایک قلعہ کے آثار ہین عیان
شاہان قطبیہ کا وطن ہین نشان ہے یہ
جنت نظیر تھا جو کبھی وہ مکان ہے یہ

جس جا تھا شامیانہ زربفت و پرنیان آج اس جگہ ہے بوم کا افسوس آشیان
دن رات جس مکان مین ہوتی تھین شادیان چلتا تھا دور ساغر مے ہر گھڑی جہان
آج اس جگہ سکونت گرگ و پلنگ ہے
یہ انقلاب دہر ہے دنیا کا رنگ ہے

اس قلعہ کے قریب ہین گنجان کچھ درخت کھائے ہوئی ہین زہر کے دہائی ہین انکی رخت
سائے مین ان کے دفن ہین وہ صاحبان تخت اقبال جن کا یار تھا یاور تھا جن کا بخت
سوتے تھے وہ تو مخمل و کمخواب پر مدام
آج انکا فرش خاک ہے بالین ہے خشت خام

گنبد انھین کے دور سے آتے ہین وہ نظر کس شان سے فراین اٹھائی ہوئی ہین سر

ہے شامیانہ چرخ تو قندیل ہے قمر　　روشن چراغہائے کواکب ہین تا سحر

خواب عدم کی دیکھئے کب صبح ہوتی ہی

ان بیکسون کے حال پہ شبنم بھی روتی ہی

ان کے یہ مقبرے ہین جو گردون مقام تھے　　خوش خلق خوش نصیب سخی نیکنام تھے

عادل تھے علم دوست تھے قوت مین سام تھے　　تلوار کے دھنی تھے ذو الاحتشام تھے

آباد ان سے خطۂ ملک دکن ہوا

جنگل انھین کے فیض قدم سے چمن ہوا

چلنے لگی تلنگ مین پھر مغربی ہوا　　اٹھی شمال و غرب سے اک جھومتی گھٹا

ابر کرم نے وحشت کو گلشن بنا دیا　　آئی بہار کھلنے لگے گل ہزارہا

ہو ہو کے شاد مرغ چمن بولنے لگے

غنچے بھی مسکرا کے دہن کھولنے لگے

اللہ رے فیض چشمۂ خورشید دین پاک　　اکسیر دم مین ہو گئی ملک دکن کی خاک

پیدا ہوئے زقوم سے کیا خوشہ ہائے تاک　　رشک چمن بنا یہ بیابان ہولناک

ہر سنگ ریزہ مورد فضل خدا ہوا

خالی بتون کے ظلم سے یہ بتکدہ ہوا

پہنچا جو قطبیون کا سر اوج پر عروج　　آیا زوال چھپ گئے اقبال کے بروج

کرنے لگے علوم معارف سے وہ خروج　　گرنے لگے عروج سے وہ جسطرح شرج[1]

[1] آبشار

دن رات مہوشون سے انھین ارتباط تھا

رقص و سرود و نغمۂ عیش و نشاط تھا

آتی ہے مال و جاہ کے ہمراہ کاہلی　　ہے ہمرکاب عیش و طرب جہل بزدلی

غفلت بگاڑ دیتی ہے سب نظم داخلی　　دولت اسی سے قطبیون کی خاک مین ملی

رومائی سلطنت کے اسی سے ستون گرے

یونان کے عزوشان کے نشان سرنگون گرے

غفلت سے آیا روم پہ ایران پر زوال — سستی سے اہل ہند کا آخر ہوا یہ حال

افراط عیش سے ہوئے اہل عرب نڈھال — اسلامیون کے ملک اسی سے ہین پائمال

عیاش قوم جو ہے وہ دنیا مین پست ہے

جو محنتی ہے تابہ فلک اسکی جست ہے

کرتے ہین جو مطالعہ احوال روزگار — ان کی نظر مین ایسی مثالین ہین بے شمار

ہوتا ہے انقلاب دول سے یہ آشکار — جز ذات پاک اور کسی کو نہین قرار

دائم کسی کی فتح کا ڈنکا بجا نہین

قبضے مین ملک و مال ہمیشہ رہا نہین

اسلامیون کا اوج و ترقی ہی کل کی بات — دن انکا عید رات تھی ان کی شب برات

معمور ان کے فیض قدم سے تھی شش جہات — اب تک جہان مین انکے ہین آثار صالحات

کھنڈرون مین انکی عظمت و شوکت کو دیکھیے

دیوار و در شکستہ مین رفعت کو دیکھیے

وہ قرطبہ کی مسجد جامع وہ مدرسہ — یورپ مین جسنے علم کا روشن کیا دیا

پھیلی یہین سے غرب مین وہ نور کی ضیا — جس نے دکھائے علم کے رستے ہزارہا

ملک فرانس فیض سے اسکے چمن ہوا

تعلیم تربیت کا ہر اک جا چلن ہوا

اخلاق و کیمیا و ریاضی و طب نجوم — ماوہوا نباتات معادن کے سب علوم

رہتے تھے درس انکے مسلمان علی العموم — آزادیٔ خیال مین بھی تھی انھین کی دھوم

مرکز علوم و فضل کا جب قرطبہ ہوا

یورپ کے حال زار پہ فضل خدا ہوا

مروانیون کے عہد حکومت مین قرطبہ رکھتا تھا علم و فن کے مدارس ہزار ہا
دار الشفا تھے اور تھی بے دام ہر دوا سڑکین تھین لبے شمار سرائین تھین جابجا
کاریگرون کا تاجرون کا کیا شمار تھا
ہر شخص قرطبہ کا غرض مالدار تھا

ریشم کے کارگاہ تھے ہر جا ہزار ہا مشہور گرز و تیغ و سپر اور خود تھا
زیور ہمین کا جاتا تھا یورپ مین جابجا اسپین کی ترقیون کی تھی نہ انتہا
یورپ کو اس نے خطۂ یونان بنا دیا
ہر وحشی سفید کو انسان بنا دیا

ہوتے ہین وحشیون پہ مہذب جو حکمران ان کے اثر سے پھیلتی ہین اُن مین نیکیان
تاثیر میل جول کی کا شمس ہے عیان ہمرنگ گل ہین پھولون مین کپڑے جو ہین نہان
دم بھر صبا گلون کی جو صحبت مین آتی ہے
پھولون مین پھر بسی ہوئی گلشن سی جاتی ہے

صحبت کا دل پہ پڑتا ہے اسطرح سے اثر آئینہ مین ور آتی ہے جس طرح سے نظر
ہوتا ہے انعکاس خیالات سر بسر جیسے ضیائے شمس سے ہے بہرہ ور قمر
خاکے مصاحبون کے دلو نمین اترتے ہین
انسان صحبتون سے بگڑتے سنورتے ہین

صحبت ہی آدمی کو فرشتہ بناتی ہے صحبت ہی آسمان سے زمین پر گراتی ہے
صحبت ہی سب گناہون کے رستے بتاتی ہے صحبت ہی نیک و بد کے نمونے دکھاتی ہے
اصحاب کہف کی جو رفاقت مین سگ رہا
پھر تا بہ زیست صحبت بد سے الگ رہا

مردانیون کے فیض قدم کی ہین برکتین　　یورپ کو جو نصیب ہوئی ہین یہ دولتین
بھولی نہین زمانہ کو وہ ان کی حکمتین　　پائی ہین جنکی وجہ سے قومون نے عزتین
ہمت مین وہ جوان تھے تو حکمت مین پیر تھے
ہر بات مین خدا کی قسم بے نظیر تھے

اسلامیون کا عدل تھا بے مثل و بے عدیل　　سرکش تھے زیر اور زبردست تھے ذلیل
مور ضعیف پر بھی نہ چلتا تھا زور فیل　　گرگ و پلنگ بچہ آہو کے تھے کفیل
جلاد چرخ ان کی عدالت سے ڈرتا تھا
پیر فلک بھی ظلم کسی پر نہ کرتا تھا

انصاف و عدل ہے صفت رب دو جہان　　بندہ سے وصف خالق اکبر ہو کیا بیان
سب نیکیون کی ایک عدالت یہی ہے جان　　خیر البشر ہین اسکے دل و جان سے مدح خوان
آیا ہے حکم عدل خدا کی زبان مین
نازل ہوئی ہے رحمت حق اسکی شان مین

عادل کا مرتبہ ہے ملائک سے بھی بلند　　دنیا مین سر بلند ہے عقبیٰ مین بہرہ مند
اجر اسکا عابدون کی عبادت سے ہے دو چند　　سب نیکیون مین ہے عمل عدل دل پسند
پلہ اسی کی عدل کا میزان مین بھاری ہے
دونو جہان مین فیض عدالت ہی جاری ہے

شاہان دہر کا ہے یہی عدل فرض عین　　لازم ہے بادشاہ کو دنیا یہ اپنا دین
سنتا ہے بیکسون کے خدا آسمان پہ بین　　ملتا نہین ہے خاک مین بھی ظالمون کو چین
شاہون سے بھی تو پرسش اعمال ہوتی ہے
سارے گناہ ان کے عدالت ہی دھوتی ہے

بیدار مغز ہے جو شہنشاہ خوش نژاد　　دیتا ہے آپ اپنی رعایا کی روز داد

پاتا ہے داد خواہ اسی شاہ سے مراد　　　اخذ اس سے خوش ہو پیمبر ہر اس سے شاد

عادل کی ہر زمانہ مین توقیر ہوتی ہے
اسکی ہر ایک بات مین تاثیر ہوتی ہے

وہ حضرت عمر کی عدالت وہ اعتدال　　　کرتا ہے جس کے وصف بیان رب ذوالجلال
تعریف اسکی مجھہ سے بیان ہو یہ ہے محال　　　ہے بند ناطقہ تو زبان قلم ہے لال

وصف عمرؓ خدا و پیمبر سے پوچھیے
اوصاف عدل عادل اکبر سے پوچھیے

کرتا ہون عدل حضرت فاروق اب رقم　　　مجرے کو خامہ جھکتا ہے کاغذ پہ دمبدم
سطرین بھی پیشوائی کو صف بستہ ہین بہم　　　فوج حروف ہر سلامی سے ہے ہر قدم

تیغ الف علم ہے جو تعظیم کے لئے
خم نیزہ ہے قلم بھی تسلیم کے لئے

عہد عمرؓ مین تھا یہ عدالت کا زور شور　　　پیل دمان کو ہیچ سمجھتا تھا دل مین مور
چلتا نہ تھا ضعیفون پہ زور آورون کا زور　　　تھی مفسدون کے واسطے اک جائی امن گور

وزدحنا و وزدونگہہ کے خطر نہ تھے
معشوق عاشقون سے چوراتے نظر نہ تھے

راہی ہوئے تھے ملک عدم کو جو راہزن　　　سونا اوچھالتے ہوئے پھرتے تھی مرد وزن
رعب عمرؓ سے کانپتے تھے سرکشون کے تن　　　شیر ژیان بھی ہو گئے تھے خوف سی ہرن

ہر پیر زال رستم ثانی تھی زور مین
بہرام خوف عدل سے لرزان تھا گور مین

ہر مفتری کا خوف عمرؓ سے جگر تھا آب　　　ظالم کو زیر خاک بھی آتا نہین تھا خواب
چھایا تھا مفسدون کے دلون پر وہ رعب وداب　　　فاسد مواد بھی نہین کرتا تھا تن خراب

ہر خلط اعتدال کی حد سے نہ بڑہتی تھی
ہر گز و باغ و بہر مین گرمی نہ چڑھتی تھی

ہر حاکم بلاد تھا وہ عادل زمان　　نوشیروان بھی گور مین تھا جسکا مدح خوان
عدل عمرؓ سے دشت و بیابان تھا گلستان　　سر سبز کشت زار تھے باغ ارم کی جان

رشک جنان تھے مزرع شاداب ہر طرف
کوثر کے حوض پاک تھے تالاب ہر طرف

دن رات تھی ترقی آبادی بلاد　　خوش حال اہل حرفہ تو سب کاشتکار شاد
ہر جا تھا ظلم و جور و تعدی کا انسداد　　رشوت کا نام بھی تو کسیکو نہین تھا یاد

رہزن مسافرون کے نگہبان تھے راہ مین
منزل مین راہرو تھے کہ آرام گاہ مین

اللہ رے عدل حضرت فاروق نیک ذات　　تعزیر و مین پسر کو کسیکی سنی نہ بات
بیٹا موا تو حد زنا سے نہ دی نجات　　درے لگائے لاش پہ اسکی پس ممات

پھر ہو کے خوش جنازۂ فرزند پر گئے
بس خاتمہ جہان مین عدالت کا کر گئے

صدمہ پسر کے مرنے کا دل پر جو تھا کمال　　رویا کلیجہ تھام کے وہ شاہ خوشخصال
کی عرض یہ خدا سے کہ اے رب ذوالجلال　　بندے سے تیرا شکر ادا ہو یہ ہے محال

بخشندۂ خطا ہے خدائے کریم ہے
ستار عیب تو ہے غفور الرحیم ہے

کر عفو جرم اسکا خداوند دوجہان　　قہر و غضب سے تیرے کسیکو نہین امان
لرزان ہین تیرے ڈر سے سلاطین ہر زمان　　دہشت سے کانپتے ہین زمین اور آسمان

چاہے تو پل مین کھو و کے دنیا کو گاڑ دے

عالم کے انتظام کا نقشہ بگاڑ دے

کس سے بیان ہو تری بزرگی و عز و شان — عاجز ہے فہم کنہ سے ہر عاقل زمان
اہل نظر کو طاقت نظارہ ہے کہان — حیران ہے آئینہ کی طرح دیدہ نہان
ششدر ہے عقل جلوۂ قدرت کو دیکھکر
افلاک سر بسجدہ ہین رفعت کو دیکھکر

ذرہ ہے تیری صنعت کامل کا آفتاب — خال سیہ ہے چہرۂ قدرت کا ماہتاب
دریائے کن کا قطرۂ ناچیز ہے سحاب — افلاک بحر علم آلہی کے ہین حباب
خردل سے خورد تر کرۂ ارض و باد ہے
کیا خلقت خدا مین زمین کی نہاد ہے

نسبت زمین کی شمس سے کیا کیجئے بیان — ہے خال ایک مہر کے رخسار پر عیان
اتنا بڑا ہے کرۂ خورشید بے گمان — لاکھون زمینین مہر کے داغون مین ہون نہان
ٹکرا گرے جو نیر اعظم کا کوٹ کر
ہو چور مثل شیشہ زمین ٹوٹ پھوٹ کر

اس عظمت و جلال پہ تو ہے وہ مہربان — ہے مہر مادری تری الفت کا اک نشان
خلاق و مہر و ماہ ہے تو رب دو جہان — ماہی سے تا بہ ماہ ہے تیرا کرم عیان
خورشید پر ہو قہر تو وہ آب آب ہو
ذرے پہ گر ہو مہر تو وہ آفتاب ہو

رحم و کرم کی تیرے نہین کوئی انتہا — ہر ذرہ تیرے مہر کا کرتا ہے شکر ادا
رحمت سے تیری کون ہی محروم اے خدا — تیری نظر مین ایک ہین سلطان ہو یا گدا
شیطان بھی تیرے فضل کا امیدوار ہی
تو ہی تو سب جہان کا پروردگار ہی

تیرے کرم سے قطرۂ ناچیز ہے سحاب　　تیری نگاہ مہر سے ذرہ ہے آفتاب
ناکام تیرے فضل سے ہوتا ہے کامیاب　　رحمت سے تیری خاک نشین ہے فلک جناب
باغ جنان کرم کی تری اک مثال ہے
بخشش سے تیری گلشن عالم نہال ہے

جاری تھی یہ زبان مبارک پہ حمد رب　　خوف خدا سے کانپتے تھے ہاتھ پاؤن سب
رنگت تھی زرد چہرے کی ہلتے تھے صرف لب　　روتا تھا زار زار وہ شاہنشہ عرب
فرماتے تھے کہ تیرا خطاوار ہے عمرؓ
غفار تو ہے اور گنہگار ہے عمرؓ

صلے سے علے جہان مین ہے یہ عدل یادگار　　انصاف حق اسی [illegible] ہے اب اشکار
عادل کوئی عمرؓ سا نہ ہوئے گا زینہار　　بے مثل و بے [illegible] تھا وہ شاہ نامدار
حق نے کیا نبی پہ رسالت کا خاتمہ
ہے حضرت عمرؓ پہ عدالت کا خاتمہ

خوف خدا جنھین ہے وہ ہین عادل و کریم　　آراستہ ہے ان کے لئے جنت النعیم
ہر وقت ظالمون کو ہے روز جزا کا بیم　　دل ہی مین ان کے گرم ہے کیا آتش جہیم
جو کچھ کرے گا ظلم سزا اسکی پائے گا
تخم عمل ضرور کوئی بار لائے گا

کرتا ہون اس زمانہ کے حالات اب رقم　　اسپین مین جب آئے تھے اسلام کے قدم
یورپ مین تھا عروج جہالت وہ دمبدم　　انسان کا خون آب سے بھی قدر مین تھا کم
جور و جفا کا چار طرف زور و شور تھا
جنگ و جدال و جہل و تعصب کا زور تھا

گرجا مین پوجتے تھے صلیبون کو برملا　　مریم کے بت کی ہوتی تھی تعظیم جابجا

ہر صومعہ بتون کی نجاست سے تھا بھرا　　بت خانہائے چین تھے کہ تھے خانۂ خدا

عیسی کرشن جی کی طرح پوجے جاتے تھے

مورت پہ ان کے زیور و گوہر چڑہاتے تھے

یورپ مین راہبون کو وہ حاصل تھا کروفر　　جھکتے تھے ان کے سامنے سب قیصر و کسر

یہ چاہتے تھے جسکو بٹھاتے تھے تخت پر　　وہ لوجہان مین ان کے غضب سی نکلی مفر

قبضہ تھا ان کا جان و دل و ملک و مال پر

دوزخ بہشت بیچتے تھے اک ریال پر

زر پر نجات اور سعادت کا تھا مدار　　جنت کو مول لیتے تھے راہب سے مالدار

دیتا تھا اسکو دولت دنیا جو بے شمار　　کلفت عبادتون کی تھی اس کو نہ خوف نار

ارض جنان قلیل رقم مین جو آتی تھی

بڑھیا بھی اس مین جھوپڑا اپنا بناتی تھی

کہتے تھے پادری کہ ہے دنیا بری بلا　　کرتی ہے بیوا ہی اللہ سے جدا

کرتا ہے اسکا عشق گناہون مین مبتلا　　ڈستی ہے سانپ بن کر یہ دوزخ مین جا پڑا

عاشق کو اس کے چین جہان مین ملا نہین

خامی ہے اُس کے فہم کی اس کا گلا نہین

چھوڑو خیال عزت دنیا و سیم و زر　　اُنکے حصول سے نہین کچھ نفع جز ضرر

دنیائے بے ثبات سے جب جاؤ گے گذر　　رہ جائے گا یہین کا یہین سب یہ بار خر

وقت سفر مین کم ہے جو سامان قلیل ہے

بانگ جرس کے ساتھ روانہ رحیل ہے

تحصیل زر کی فکر جنھین ہے شبانہ روز　　دنیا کے مکر و زور سے غافل ہین وہ ہنوز

سمجھے ہین وہ کہ چہرہ زر ہے یہ دل فروز　　آتش مگر یہی تو نار جہنم ہے سینہ سوز

سرخ و سفید آگ ہے یہ سیم و زر نہین
نار سقر مین پھکنے کی کچھ بھی خبر نہین

تھے بر زبان مذمت دنیا کے یہ کلام لیکن وہ خود ڈکارتے تھے سیم و زر تمام
دولت کے جمع کرنے کا تھا انکو ذوق عام مال و متاع دوسرون کو تھا اگر حرام
ان کے لیئے حلال سبھون کی کمائی تھی
دنیا فقط انھین کی کنیزی مین آئی تھی

یورپ مین راھبون کے تمول کا تھا یہ حال کرتے تھے ان سے قرض کا اہل دول الل
ان کے مقابلہ مین ہے کیا راس چائلڈ مال قارون کی کیا لبا طاجو دون اس سے مین مثال
ہم پلہ انکا اہل غنی مین کوئی نہ تھا
ہم عصر ان کا اہل جفا مین کوئی نہ تھا

دنیا پہ حکمران تھے یہی پوپ پادری شاہان دہر کر نہین سکتے تھے ہمسری
طاقت تھی قیصرون کی جو کرتے برابری ہوتے تھے ان کے حکم بھی احکام نادری
یہ چاہتے تھے جسکو بٹھاتے تھے تخت پر
نافذ تھا ان کا حکم قضا اور بخت پر

پجتا تھا پوپ روم مین مثل خدائے پاک حکم اسکا تھا قضا و قدر سے بھی خوفناک
انسان کا خون اس کو بہانے مین تھا نہ باک کرتا تھا لبتیون کو جلا کر وہ دم مین خاک
بندے خدا کے حکم سے اوسکے فنا ہوئے
افسوس سب یہ صلیب کے لاکھون فدا ہوئے

کہتا تھا پوپ مین ہون دو عالم کا بادشاہ میرے غضب سے دونو جہان مین نہین پناہ
پڑتی ہے میری مہر کی ذرے پہ جب نگاہ ہوتا ہے وہ سپہر شرافت کا مہر و ماہ
میرا عتاب قہر خدا کی دلیل ہے

شیطان کی طرح میرا عدو بھی ذلیل ہے

عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے مین اسکا جانشین
وارث خدا کا مین ہون کوئی دوسرا نہین

قبضے مین میرے آج ہین سب آسمان زمین
احکام میرے دین مسیحی ہین بالیقین

بے اون میرے کب کوئی جنت مین جائیگا
اعمال نیک بھی ہون تو کب اجر پائے گا

سنئے اصول دین مسیحی بغور اب
تثلیث اسکی اصل ہے باقی ہے فرع سب

اہل صلیب کا یہ عقیدہ ہے کچھ عجب
عالم کا ایک رب ہے تو انکے ہین تین رب

روح القدس مسیح خدا ملکے ایک ہین
عبد ضعیف رب سے علے ملکے ایک ہین

عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے یہ بات ہے عجب
روح القدس مسیح خدا ملکے سب ہین رب

لکھتے ہین پھر نجات کا عیسیٰ ہوا سبب
دھوئے ہین اسنے اپنے لہو سے گناہ سب

جب یہ اصول ہین تو کوئی بھی خطر نہین
آزاد ہین جو چاہے کرین کچھ ضرر نہین

بس اے محب دعا پہ کر اب ختم یہ کلام
توحید کی جہان مین ترقی ہو صبح و شام

پھولین پھلین ریاض محمدؐ کے لالہ فام
شاداب و سبز گلشن ایمان رہے مدام

فصل بہار آئے موحد نہال ہون
سبزو کی طرح دشمن حق پائمال ہون

مرثیہ شہادت امیر المومنین امام المتقین حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم رسول اللہ صلعم

ہے ذوالفقار حیدر صفدر قلم مرا
برپا ہے کارزارِ سخن مین علم مرا
منشی چرخ دیکھے تو ہو یاد و چشم مرا
بھرتا ہے ہر فصیح فصاحت مین دم مرا
مداحی عمرؓ کا مجھے افتخار ہے
برتر فلک سے بھی مرا عز و وقار ہے

مداح اُس کا ہون کہ جو تھا ناصر نبی
محکم بنائے قلعۂ اسلام جسنے کی
بعد از رسول جسنے خلافت کی داد دی
تسلیم جس کے عدل کو کرتے تھے خود علی
ممکن نہین عمرؓ کی فضیلت بیان ہو
ہر موئے تن بتاؤ تو کیونکر زبان ہو

کرتا ہے خود خدا لئے جہان مدحتِ عمرؓ
قرآن مین انکی خدمت و رحمت کی ہی خبر
ان کی فضیلتون کو بیان کیا کرے بشر
بعد از نبی بزرگ یہی قصۂ مختصر
ہوتی اگر نہ ختم رسالت جہان مین
آتا خطاب ختم رُسل ان کی شان مین

یہ وہ ہین جن کے زور سی قایم ہوا ہے دین
یہ وہ ہین جنکے رعب سے چھپتی تھی اہل کین
یہ وہ ہین جن کے خوف سی لرزان تھی مشرکین
یہ وہ ہین جنکے قبضۂ قدرت مین تھی زمین
ڈنکا انھین کی فتح کا دنیا مین بجتا تھا
سر پر انھین کے تاج خلافت کا سجتا تھا

رکن رکین دین تھا وہ بازوئے مصطفےٰ
پائے ثبات اُن کا تھا اسلام کی بنا
تھا پائدار ان سے در منزل ہدیٰ
اِن کے قدم سے گلشن ایمان ہوا ہرا
کوشش سے ان کی قصر خلافت بلند تھا

دہشت سے ان کی کفر کا دروازہ بند تھا

پشت و پناہ دین محمد تھا وہ امام | لرزاں تھے جن کے خوف سے شاہانِ جم غلام
قیصر بھی کانپ جاتا تھا سنتے ہی اِن کا نام | خاقانِ چین بھی انکا تھا اِک ادنیٰ سا غلام

کسریٰ کو ان کے فرش بچھانے کا فخر تھا
دارا کو ان کی کفش اٹھانے کا فخر تھا

خورشید عدل و داد تھا وہ آسمان پناہ | عرش اِن کا آستان تھا فلک اُنکی بارگاہ
رکھتے تھے سر اسی پہ سلاطین کج کلاہ | دربان تھا اِن کے در کا سکندر سا بادشاہ

وہ رعب تھا عمرؓ کا کہ سب تھر تھراتے تھے
انسان تو کیا ملک بھی یہاں سر جھکاتے تھے

کیا منکسر مزاج تھے فاروق نیک ذات | لرزاں تھے جنکے رعب عدالت سے شش جہات
جن کے غضب سے اہل جفا کو نہ تھی نجات | وہ جانتے تھے علم سیاست کے سب نکات

گردون بھی انکی ہمت عالی سے پست تھا
دنیا کا ان کے ہاتھ مین کل بندوبست تھا

سوتا تھا فرش خاک پہ وہ آسمان جناب | رکھتا تھا ایک خشت سرہانے بوقتِ خواب
پھرتا تھا پیادہ وہ عزت کا آفتاب | گھوڑے نہ تھے جلو مین نہ پیدل تھے ہم رکاب

مطلب نہ جاہ سے تھا نہ مقصود مال تھا
ہر دم فقط رضائے خدا کا خیال تھا

آیا سفیر روم مدینہ مین ایک بار | رکھتا تھا اپنے ساتھ ہدایا وہ بے شمار
لوگون سے پوچھتا تھا وہ باعجز و انکسار | کس جا ہے قصر حضرتِ فاروق باوقار

ہے وہ مکان کہان جو فلک سے بلند ہے
برجون مین جس کے نور قمر سے دوچند ہے

ہنس کر کہا یہ اہل مدینہ نے اے سفیر — یان تو نہ کوئی قصر خلافت نہ ہے سریر
دیبا کا فرش ہے نہ کوئی جامہ حریر — گھر مین عمرؓ کے ایک پرانا سا ہے حصیر
تکیہ فقیر کا ہے کہ ڈیوڑھی امام کی
دربار مین بچھا ہے ہر اک خاص و عام کی

کیا پوچھتا ہے حالِ شہنشاہ بحر و بر — کرتا ہے عسر و فاقہ مین وہ زندگی بسر
بھر کر وہ پیٹ جو بھی تو کھاتا نہین مگر — روزے پہ روزہ رکھتا ہی ہے یہ ہے خدا کا ڈر
کمل ہے بر مین سر پہ پرانی کلاہ ہے
زینت کا کچھ خیال نہ کچھ حبِ جاہ ہے

زیر درخت رہتا ہے وہ سایۂ خدا — رکھتا نہین وہ قصر نہ کوئی محل سرا
آرام کا خیال نہین کام کے سوا — سوتا نہین ہے شب کو بھی وہ شاہِ باصفا
دن بھر تو عدل و داد مین مصروف رہتا ہے
راتون کو پاسبانی کی تکلیف سہتا ہے

انصاف و عدل و داد کا اس درجہ ہے خیال — چھپ چھپ کے دیکھتا ہے وہ خلق خدا کا حال
تکلیف مین ہے کون کسے ہے غم و ملال — تفتیش واقعات وہ کرتا ہے خوش خصال
ڈر ہے کہین کسی پہ جفا و ستم نہ ہو
امر خدا سے حکم کوئی بیش و کم نہ ہو

سنتے ہی یہ لرز گیا دل مین سفیر روم — کہنے لگا عمرؓ کی جہان مین پڑی ہے دھوم
جاری ہے ان کا فیض عدالت علی العموم — چومے نہ پاؤن انکے جو قیصر وہی ہے شوم
لے چلیے مجھکو جلد عمرؓ کی جناب مین
حلیہ لکھا ہے ان کا خدا کی کتاب مین

سنتا ہون راہبون سے مکرر یہ جا بجا — ہوگا عرب مین کوئی شہنشاہ باصفا
عادل۔ خلیق۔ متقی۔ و عاشقِ خدا — سردار اولیا و مددگارِ مصطفےٰ

پھیلائے گا وہ دین محمدؐ جہان مین
توڑے گا بابِ کفر وہی ایک آن مین

روما کی سلطنت کو گرائے گا وہ ستون — ہو گا اُسی سے پھر علم کفر سرنگون
دم بھر مین وہ بجھائیگا سب ظالمون کا خون — بھولے گا اسکے عدل کو ہرگز نہ چرخ دون

جھنڈا گڑے گا اسکی عدالت کا شام مین
ہو گا ہمائے فتح و ظفر اوس کے دام مین

دارا کی عز و شان سے کے مٹائیگا وہ نشان — ایران اور مصر کو دے گا وہی امان
عظمت بھلائے گا وہ سکندر کی بیگمان — یونان مین کرے گا وہی دین حق عیان

بیٹھے گا اس کے عدل کا سکہ جہان مین
آئے گی بیکسون کی صدا پھر نہ کان مین

یہ کہکے وہ روان ہوا سوئے عمرؓ شتاب — پہنچا حضور سرورِ گیتی با ضطراب
دیکھا پڑا ہے خاک پہ وہ آسمان جناب — چہرے کی وہ ضیا کہ خجل جس سے آفتاب

پڑتا تھا عکس روئے منور جو خاک پر
ہر ذرہ خندہ زن تھا سہل و سماک پر

روئے عمرؓ کی ٹھیک نہین شمس سے مثال — وہ نار کا کرہ ہے یہ ہے نور ذو الجلال
داغ سیاہ اُس مین تو اسمین نہین ہی خال — وہ مورد زوال تو اس کا فزون کمال

وہ شعلہ آگ کا ہے یہ جلوہ خدا کا ہے
وہ سنگ ہے یہ آئینہ صدق و صفا کا ہے

پیشانیٔ حضور کو نسبت قمر سے کیا — پر نور یہ ہے اور وہ بے نور ہے کرا
اس مین سیاہ داغ یہ آئینہ خدا — ضو سے اسی کے شمع و کواکب مین ہے ضیا

پڑتا اگر نہ عکس جبین آفتاب پر

ہوتا کبھی نہ نور رخ ماہتاب پر

ابرو کو کیا ہلال فلک سے ہو مثال   ناقص ہے وہ یہ قدرت کامل کا ہے کمال
اس مین کہان یہ حسن خداداد یہ جمال   گھٹ جائے اور شرم سے دیکھے جو ایک بال
تیوری چڑھے تو شیر فلک کو بھی بیم ہو
ابرو پہ بل پڑے تو مہ نو دو نیم ہو

تشبیہ چشم حضرت فاروق ہے محال   یہ عین ذات اور جہان صورت مثال
نرگس کہون تو اس مین نہین نور ذوالجلال   حیوان نہین جو اسکو کہون دیدۂ غزال
ہون کور جو نہ مغز آنکھ کو بادام گر کہون
چشم عمرؓ کو مردم عقل بشر کہون

لفظ الہ مین ہے وہ چشمی جو ایک ہے   چشم عمرؓ کو اس سے مُبصر مثال دے
واصل نبی خدا سے عمرؓ مین رسول سے   اللہ سے ملے گا نہ جب تک عمرؓ ملے
چشم عمرؓ نظارۂ حسن الٰہ ہے
مصنوع صانع ازلی پر گواہ ہے

پلکین ہین یا کہ فوج ملائک کی ہین پرے   کفار جن سے قتل ہوئے مشرکین مرے
جنبش سے جن کی لشکر شر کے علم گرے   برپا ہو انقلاب جدہر کو نظر پھرے
چشم عمرؓ سے قہر اگر آشکار ہو
شیر فلک سنان مژہ کا شکار ہو

اللہ کا الف ہی کہ ہے بینی حضور   روشن ہے یا کہ طاق حرم مین چراغ طور
موسیٰ نے اپنی آنکھ سے دیکھا یہی تھا نور   یہ شمع وہ ہے جس پہ کہ پروانہ جان حور
پرتو اسی کی لو کا چراغ قمر مین ہے
جلوہ اسی کے نور کا دیکھو سحر مین ہے

درجِ دہن سے ہے گنجِ زرِ لفظِ معرفت — لب ہیں صدف تو دانت دُرِ بحرِ عظمت
منھ میں زباں ہے ماہیِ دریائے ماہیت — موجِ محیطِ ذات میں ہے جس کو محویت
لب ریز و صاف چشمۂ قرآں اسی سے ہے
شاداب و سبز گلشنِ ایماں اسی سے ہے

حیرت زدہ تھا دیکھ کے یہ حسنِ پُرجمال — شکلِ بشر میں خود متجلی تھے ذوالجلال
انسانیت کا دیکھ لیا اُس نے جب کمال — آیا پھر اُس کے ذہن میں ایمان کا خیال
دل نے کہا کہ پائے مبارک کو چوم لے
چشمے سے مہرِ خلق کے فیضِ عموم لے

اتنے میں خواب سے ہوئے بیدار شاہِ دیں — دیکھا کوئی سجود میں ہے آپ کے قریں
فرمایا اس نیاز کی حاجت یہاں نہیں — جھک کر سلام بھی نہیں کرتے ہیں مسلمیں
جز حق کسی کے سامنے جھکتے نہیں ہیں وہ
دوزخ میں نارِ شرک سے پھکتے نہیں ہیں وہ

توحید ایک سے ہے یہی اسلام کی بنا — اللہ کے سوا نہیں معبود دوسرا
فانی ہر ایک شئے ہے مگر اُس کو ہے بقا — اسکی نہ ابتدا ہے نہ ہے کوئی انتہا
موجود ہر جگہ بھی ہے اور بے مکاں بھی ہے
سب جانتے ہیں اُس کو مگر بے نشاں بھی ہے

مثلِ نظر ہے چشم میں اور چشم سے نہاں — دل ہے مکان اور ہے پھر اس لامکان
بو کی طرح سے گل میں ہے لیکن نہیں نشاں — ذرہ میں اور مہر میں دونوں میں ہے عیاں
دریا بھی اور موج بھی ہے اور حباب بھی
باراں بھی اور برف بھی ہے اور سحاب بھی

عالم کی جان ہے وہی اک ذاتِ باکمال — ظاہر کہیں جمال ہے اُس کا کہیں جلال

گاہے بشکل بدر کبھی صورتِ ہلال عاشق کہین ہے اور کہین ہے پری جمال

بلبل وہی ہے گل ہے وہی خار خس وہی

یہ سب تعینات ہین جو کچھ ہے بس وہی

ہے ذات ایک اور ہین کثرت سی یہ صفات اسما کے اختلاف سی باطل نہین ہی ذات

زیور بنین ہزار یہ سونا ہے ایک دھات خارج نہین ہین جڑ کی حقیقت سی ڈال پات

اعداد بے حساب ہین پر سب مین ایک ہی

یہ بھی وہی ہے اصل مین اپنی جو نیک ہی

توحید ہے یہی اسلام کا اصول لیکن اسی اصول سی واقف نہین جہول

امداد غیر حق سے طلب کی تو کیا حصول کیا جانیئے کہ ان کی دعا ہو یا قبول

بت کو خدا بنائین خجالت نہین کوئی

مردے ہین سب کسی مین بھی طاقت نہین کوئی

پیر و شہید و قطب و مجاذیب اور ولی شاہ و امیر و حاکم و پیغمبر و نبی

اسکے بغیر حکم ہین سب مرد م رگلی ان کی کرامتون مین ہے اسرار کن خفی

خاصانِ حق کے دل مین کوئی جز خدا نہین

فاعل خدا ہے اور کوئی دوسرا نہین

جو کچھ کہا رسول نے تھا وہ کلام رب اُمی تھے آپ اور نہ تھا علم مکتب

پھر اس پہ اس بیان و فصاحت کا کیا سبب ممکن نہین کہ مصلح ادیان ہو اک عرب

احمد احد سے ظاہر و باطن جدا نہ تھا

پردہ مین خود خدا تھا کوئی دوسرا نہ تھا

تھا امر رب رسول کا ہر فعل ہر سخن جز نور حق زبان نہ تھی گویا نہ تھا دہن

دل آفتاب مطلع مصرِ مبین دہن روشن اسی کے نور سی ہین خانہا تن

خورشیدِ علم گرچہ بزیرِ زمین گیا
قرآن بھی نورِ حق ہے وہ ہمسے نہین گیا

قرآن کلامِ حق ہے نہین اسمین کچھ کلام پڑھتے ہین اور اس کو سمجھتے نہین انام
گر علم بھی ہوا تو عمل سے نہین ہے کام اللہ منھ سے کہتے ہین دلمین ہے بتا کا نام

اسلام مین نفاق مین ہے دشمنی بہم
ہوتے نہین کہین بھی شریف دورُخی بہم

بعد اس کے حُبِّ قوم بھی ہے ایک فرضِ عین خیرات ہے خدائے تعالیٰ کا قرض و دین
انجل امیر کو نہین دونون جہان مین چین دولت خود اس کیواسطے کرتی ہے شور و شین

کیا ہے بقائے نام جو پختہ لحد ملے
زر ہے وہی کہ جس سے حیاتِ ابد ملے

کب خدمتِ وطن سی ہین افضل عبادتین بندون پہ حق کے چاہیئے کرنین عنایتین
دی ہین خدا نے رحم کی خاطر یہ ثروتین ہوتی نہین ہین بخل کی مومن مین عادتین

معیارِ مسلمین یہی ایثارِ نفس ہے
ہے بخل کفر اور سمِ مارِ نفس ہے

مومن رہِ خدا مین لٹاتا ہے مال و زر دل مین عبادِ حق کے بناتا ہے اپنا گھر
اس قصر کو حوادثِ عالم سے کیا خطر محکم مثالِ گنبدِ گردون ہے سربسر

سب جانتے ہین غیر کو ہرگز فنا نہین
لیکن جو اپنے پاس ہے اُس کو بقا نہین

ہمدردیٔ بشر ہی ہے اسلام کا شعار کافر وہی ہے جس مین نہین دردِ سوگوار
کھاتے نہین ہین رحم یتیمون پہ اہلِ نار کرتے ہین مال و زر بھی غریبون کا نذرِ مار
گو آج قوم و ملک کا وہ زر اوڑا ئینگے

کل غیر اُن سے گو ہر روز پورا اوڑائینگے

ہے مسلمین پہ فرض مسلمان کی مدد — تا ہو وے ممکن جو اسمین اُنکو ہے جد و کد
کرتے نہین سوال اعانت کبھی رد — وہ جانتے ہین خلق مین ہی جلوہ گر احد
دیتے نہین ہین غیر کو خالق کو دیتے ہین
اور اس پہ ایک دیتے ہین اور دس کو لیتے ہین

کسبِ حلال صنعت حرفت ہے اصل دین — کاسب کی عزتین بھی کرتے ہین مسلمین
حرفون کو اور پیشون کو بد جانتے نہین — ہادی ہمارے اہل تجارت تھے بالیقین
دنیا مین اتقاؤ عبادت ہی کام ہے
کسبِ حلال اور قناعت ہی کام ہے

اسلام مین ہے کفر مغلظ گدا گری — جز حق کسی سے مانگنا ہے شرک داوری
مومن گداگری کی مذلت سے ہے بری — وہ دیکھتا ہے کسب قناعت مین بہتری
دستِ طلب سے مشرک رزاق ہوتے ہین
یہ بھیک مانگتے نہین اسلام کھوتے ہین

خالق نے ہاتھ پاؤن دیئے ہین کہ کسب کر — عقل و ہنر سے اور مشقت سے پیٹ بھر
کرتے ہین مالِ مفت پہ جو زندگی بسر — وہ ہین خدا و خلق سے محجوب سربسر
ناشکر ہین قوا سے نہین کام لیتے ہین
بے مزد دوسرون سے مگر دام لیتے ہین

جب عقل ہے تو کیون نہ تعقل سے کام لین — کسب و معاش ہی مین توکل سے کام لین
آفت مین صبر اور تحمل سے کام لین — محنت سے پست ہو نہ تکاہل سے کام لین
سمجھین عطا خدا کی جو محنت سے کچھ ملے
پھل ہے وہی جو اپنی ریاضت سے کچھ ملے

ہین عورتون کی دین محمدؐ مین عزتین بیٹی ہین اس نے نوع مقدس کی دولتین
تھین ان کو کم سمجھنے کی مردون مین عادتین بدتر وحوش سے تھین کئی ان مین خصلتین
عورت کو گائے بھینس سے بھی جانتے تھے کم
احسان والدہ کا بہت مانتے تھے کم

اسلام ہی نے زن کو ہلاکت سے دی نجات دختر کشی اٹھی تو فنا کو ملی حیات
جاتی رہی عرب سے غلامی کی سخت رات دن عید عورتون کو ہے اور شب شب برات
ممنون کیون نہ ہون کہ بلا سر سے ٹالی ہے
اسلام نے بھنور سے یہ کشتی نکالی ہے

زن کے حقوق کم نہین مردون سے دین مین ہین حرہ کہین بھی لونڈیان شرع متین مین ہین
غض نظر کے حکم کلام مبین مین ہین پھر وسوسے حرام دل مومنین مین ہین
زیبا نہین ہے مرد کو عورت سے سوء ظن
آتی نفاق و کفر سے لیکن ہے بوئے ظن

تعلیم عورتون کی ہے اس دین مین فرض عین لازم ہے والدین کو اول ادائے دین
بے علم و معرفت نہین انسان کو دلکو چین جہل نسا پہ کرتے ہین افلاک شور و شین
جیتی ہین طوطیون کی طرح اور مرتی ہین
تا زیست اپنے حال پہ افسوس کرتی ہین

عورت مین بھی خدا کی تجلی ہے جلوہ گر وہ بھی کمال قدرت خالق ہے سر بسر
مردون کی طرح اس مین بھی ہے سر و دل و جگر اسکو بھی نفع علم سے ہے جہل سے ضرر
اُس کا بھی دل ہے علم و ریاضت کیواسطے
وہ بھی ہوئی ہے خلق عبادت کیواسطے

بے علم عورتون کو خدا سے نہین ہے کام افسوس کام ان کا کیا جہل نے تمام

جس دل میں نورِ حق نہ ہو مردہ ہے لاکلام — بے معرفت حیاتِ بشر ہے برائے نام

انسان بغیر علم کے انسان ہی نہیں
مردے میں سب بدن ہے مگر جان ہی نہیں

فرما چکے کلام فصاحت نظام جب — تقسیم کر دئے وہ ہدایا وہیں پہ سب
رخصت کیا سفیر کو دے کر یہ حکمِ رب — اسلام ہے رضائے خدا کا بڑا سبب

قیصر ترا خدا پہ جو ایمان لائے گا
سچی نجات وہ دو جہان میں وہ پائے گا

مطلع

چھبیسویں کی رات قیامت کی وہ سحر — وحشت بھی جس کے خوف سے کہتے تھی الحذر
تھا صبح میں سیاہی دیجور کا اثر — الٹا تو اتھا چرخ پہ خورشید سربسر

ہر تار تھا شعاع کا یا تیرِ آہ تھا
وہ نور تھا افق میں کہ دودِ سیاہ تھا

اس صبح کی شفق میں یہ وحشت کا تھا اثر — گویا دھوئیں سے اٹھتے تھے شعلے اِدھر اُدھر
موجِ سیاہ خون کی تھیں آسمان پر — بدلی کے ٹکڑے ماہیٔ بریان تھی سربسر

جو جرم تھا فلک کا وہ ظلمت نشان تھا
کالے لہو کا ایک محیط آسمان تھا

تھا ظلمتِ فلک کا زمین پر یہ انعکاس — چہرہ سحر کا مثلِ سرِ شام تھا اداس
اس انقلاب نو سے زمانہ کو تھا ہراس — پہنا تھا غم سے ارض نے بھی ماتمی لباس

کالی بلا سحر کو فلک سے جو آئی تھی
روئے زمین پہ ایک اداسی سی چھائی تھی

صحرا و دشت و کوہ گلستاں تھی سب اداس — ساکت تھے سب طیور دلوں میں تھا یہ ہراس
شاخوں پہ خوفِ صبح سے بیٹھے تھے پاس پاس — کالی بلا کو دیکھ کے جینے کی تھی نہ آس

چلتی تھی جب ہوا تو کلیجا دھڑکتا تھا
گرتے تھے پھڑپھڑا کے جو پتا کھڑکتا تھا

غنچے خموش اور گلوں کے اداس رنگ — پژمردگی یہ دیکھ کے تھیں بلبلیں بھی دنگ
وہ چہچہے نہ اُن میں طبیعت کی وہ اُمنگ — فرطِ الم سے پھول تھے نظروں میں اُنکی سنگ
ڈوبا ہوا جو دل تھا سحر غم کی چاہ میں
زخم وہیں تھا خندۂ گل بھی نگاہ میں

سکتے میں سرو تھا لب جو صورتِ الم — یا ہو سے قمریوں کی ہو یدا تھا درد و غم
پڑتا تھا عکس سرو جو پانی پہ دمبدم — تھی ماتمی لباس میں گویا کہ حوریم
آنکھوں نے سطح آب پہ دریا بہائے تھے
موج و حباب درد و فغاں نے دکھائے تھے

روز نشور کی تھی یہی صبح لا کلام — مسجد میں اس سحر کو ہوا قتل وہ امام
جس نے کیا تھا دین محمد کا انصرام — جس نے کیے تھے زیر سلاطین روم و شام
بعد از نبی عمر کی فضیلت میں شک نہیں
انکی لیاقتوں میں خلافت میں شک نہیں

لکھا ہے یہ کہ ایک مدینہ میں تھا غلام — فارس وطن تھا اور تھا فیروز اُسکا نام
گمنام کا تھا عرف ابولولو نمک حرام — بد اصل و بد مزاج و بد اطوار و بد لجام
دیوانہ سگ تھا غیظ میں گم کردہ راہ تھا
کینہ میں انتقام میں مارِ سیاہ تھا

تھا آدمی کی شکل میں شیطان نابکار — بے رحم و بد سرشت و بد اخلاق و بد شعار
مردودِ بارگاہِ خداوندِ کردگار — لعنت کا تھا اسی کے گلے میں ازل سے ہار
ہر مکر و ہر فریب میں شیطاں سے دونا تھا

بدخلقیون کا ایک مجسم نمونا تھا

دل کی جگہہ پہ سینہ مین تھا نفس کینہ ور | بندہ تھا خواہشون کا نہ تھا کچھ خدا کا ڈر
بہتر تھا اس پلید سے حیوانیت مین خر | دنیا کے نیک و بد کی نہ تھی اوسکو کچھ خبر

آنکھین تھین دل کی کور تو کچھ سوجھتا نہ تھا
اور جسم بھی تھا گور تو کچھ سوجھتا نہ تھا

یہ روسیاہ گبر مغیرہ کا تھا غلام | صنعت کو جانتا تھا کماتا تھا زر مدام
دیتا تھا اپنے آقا کو پیسے مین وہ چھدام | تھا بے وفا و روغ کا پتلہ نمک حرام

غیض و غضب کا اوسمین جہالت کا زور تھا
خائن بھی تھا بخیل بھی تھا گبر کا چور تھا

اک روز آیا خدمت اقدس مین بے حیا | کرنے لگا شکایت آقا وہ بر ملا
کی عرض مجھ پہ ظلم مغیرہ کا ہے بڑا | بھاری وہ کر ہے ہو نہین سکتی ہی جو ادا

دے مجھے کمائی آقا کو خود زہر کھائی
جو اٹھ سکے نہ بار وہ کیونکر اٹھائی

پوچھا امام وقت نے کیا جانتا ہی کام | کی عرض کتنے کام سے واقف ہی یہ غلام
نجار ہون لوہار ہون نقاش لا کلام | فرمایا تینون کامون کی ہر جا ہی قدر عام

ان صنعتون کی دہر مین ہر وقت قدر ہے
چرخ معاشرت کا تو صناع بدر ہے

فرمایا روز دیتا ہے آقا کو کیا رقم | بولا کہ سات آنے بڑا مجھ پہ ہے ستم
فرمایا تیری آمد روزآنہ سے ہے کم | خست ہے تیری اور ہے پھر اسپہ یہ الم

تجھکو تو استغاثہ کا کوئی سبب نہین
آقا کو گر ہو تجھ سے شکایت عجب نہین

یہ سُن کے وہ غلام گھر آیا بہت اُداس　　غیض و غضب سے صورتِ مخبوط بد حواس
سر پر تھا بھوت اور تھا شیطان دل کے پاس　　خنّاس قلب نجس میں سینہ میں تیز یاس
جوشِ غضب سے وہ سگِ دیوانہ بن گیا
قتلِ عُمر کا دل میں ارادہ ہی ٹھن گیا

مسجد میں رات کو وہ چھپا دشمنِ خدا　　جسطرح دل کے کونے میں شیطان ہو چھپا
وقتِ سحر جو آیا جماعت ہوئی بپا　　پڑھنے لگا نماز امامت کا پیشوا
صف بستہ سب تھے آگے عُمر خود امام تھے
حاضر خدا کے پاس نمازی تمام تھے

مسجد میں جب گیا وہ محمدؐ کا جانشین　　خنجر کا وار چل گیا کانپا تن زمین
کاری لگے تھے زخم پر اُٹھے امام دین　　تھے ابن عوف پشت شہنشاہ کی قرین
اپنی جگہہ پر اُن کو کھڑا کرکے گر پڑے
حق ثبات و صبر ادا کرکے گر پڑے

گھرا ہے زخم خنجر خونخوار الغیاث　　روو ے شکم جگر بھی ہیں افگار الغیاث
سب خونِ جسم بہہ گیا اکبار الغیاث　　غش میں پڑا ہے دین کا سردار الغیاث
فریاد ہے کہ شہر مدینہ اُجڑتا ہے
دنیا پہ آج غم کا فلک ٹوٹ پڑتا ہے

فرمایا غش سے چونکے قاتل کا کیا ہے نام　　کی عرض دوستوں نے کہ فیروز بدلجام
ہے قاتلِ جناب مغیرہ کا وہ غلام　　دوزخ میں تا ابد وہ پھکیگا نمک حرام
فرمایا حق کے دین پر ایمان تو نہیں
قاتل ہے میرا گر مسلمان تو نہیں

بعد اس کے تین دن رہی بیمار شاہِ دین　　کاری تھا زخم موت کا تھا آپ کو یقین

اس پر بھی تھا خیالِ ترقیِ مسلمین — فرمایا انتخاب سے میرا ہو جانشین
یہ سلطنت نہین کہ وراثت کا پاس ہو
زیبا ہے امرِ دین مین لیاقت کا پاس ہو

وارث نبی کا کون ہے جز اُمتِ نبی — اُمت مین بھی وہی ہے جو ہے مرد متقی
اور اتقا کے ساتھ لیاقت بھی ہو بڑی — واضح ہوا اس پہ سِرِ خلافت خفی جلی
ہر بات مین بڑا ہو جو تم مین آج ہے
زیبا اسی کے سر کو خلافت کا تاج ہے

فرما چکے تو بند ہوئے چشم اور لب — رونے لگے یہ دیکھ کے خویش و قریب سب
کلثوم بنت فاطمہ کا حال تھا عجب — سر پیٹ کر علی یہ پکارے کہ ہے غضب
حسنین سینہ کوٹتے تھے اور روتے تھے
سب اہل بیت اشک سے چہرہ کو دھوتے تھے

وا حسرتا جہان سے رخصت ہوئے عمرؓ — برپا ہوئی قیامت صغرا زمین پر
شہر مدینہ ہو گیا اندوہ و غم کا گھر — دشمن بھی اور دوست بھی ہر جا تھے نوحہ گر
روتے تھے اور عدل عمرؓ یاد کرتے تھے
سب اہل عدل نالہ و فریاد کرتے تھے

تاریخ پہلی تھی وہ محرم کی حسرتا — جب مہر عدل و داد بزیر زمین گیا
حاصل ہوا عمرؓ کو شہادت کا مرتبہ — ہر جا ہو یادگار مین اک مجلس عزا
ہر قوم پر ہے فرض جو ہو راہبر کا ذکر
اک دن تو سال بھر مین ہو تازہ عمرؓ کا ذکر

بس اے محب کہ بزم مین رقت کا جوش ہے — ماتم کا اہل بزم مین پیدا خروش ہے
بے ہوش سب ہین کسکو سماعت کا ہوش ہے — دریائے غم مین غرق ہر اک چشم و گوش ہے

اس حادثہ کو سنکے سب انسان روتے ہین
اور اہل عدل دو داد تو بس جان کھوتے ہین

مرثیہ شہدائے طغیانی رود موسیٰ

(واقعہ یکم رمضان ۱۳۲۶ھ)

جب صبح روز حشر نمودار ہو چکی
اور بجلی شعاع سحر کی تلوار ہو چکی
تیر بلا کی چرخ سے بوچھار ہو چکی
موسیٰ خدا کے حکم پہ تیار ہو چکی
سیلاب رود نیل کا سر سے گزر گیا
غفلت سے اہل کبر کا بیدار کر گیا

وہ صبح واقعی شب دیجور کی تھی شام
چہرہ تھا آفتاب کا غم سے سیاہ فام
خون سیاہ رنگ شفق بھی تھا لاکلام
دریائے قہر مطلع خورشید تھا تمام
ظلمت نے بڑھکے شمع فلک کو بجھا دیا
ابر سیہ نے نور سحر کو چھپا دیا

صحرا و باغ و دشت مین وحشت کا تھا سمان
ڈر سے طیور صبح درختون مین تھے نہان
سکتہ مین گل تھے بند تھی بلبل کی بھی زبان
جانکاہ خوف چشم سے نرگس کی تھا عیان
سنبل کے بال غم سے پریشان تھے دوش پر
ششدر تھے سرو بارش باران کے جوش پر

وہ خوفناک رات قیامت کی وہ سحر
پھٹتے تھے جسکے ڈر سے فرشتوں کے بھی جگر
کہتے تھے کانپ کر ملک الموت الحذر
جبریل زیر عرش کھڑے تھے برہنہ سر
جنبش تھی عرش حق کو یہ قہر الاتھا
کروبیان کی چشم مین عالم سیاہ تھا

بلدہ پہ قہر حق کا نمایاں ہوا اثر　　ندی چڑھی تو ہوش اوڑے سب کے سر بسر
طوفان نوح آ گیا ہر شخص کو نظر　　تھا ڈوبنے کا شہر کے ہر ایک کو خطر

ڈوبے جو پل تو شور قیامت بپا ہوا
بھاگڑ پڑی تو جان کا خطرہ سوا ہوا

بھاگے گھروں کو چھوڑ کے ہر سمت مرد و زن　　تھا کوئی ننگے پاؤں کوئی تھا برہنہ تن
بیٹے کو ماں پکارتی تھی بھائی کو بہن　　دولہا کہیں تھا اور کہیں اک رات کی دلہن

بھاگڑ میں عورتوں پہ مصیبت سوا ہوئی
سر ڈھانکنے کو بھی نہ میسر ردا ہوئی

اتنے میں سیل آب گھروں میں ہوا سوا　　گرنے لگے مکان وہ ادھر ہر ایک جا
سامان گھروں کا سیل میں بہہ کے سب چلا　　لاکھوں ہی آدمی بھی بہے وا مصیبتا

اسباب و جاندار تو تھے کس حساب میں
انسان مچھلیاں نظر آتے تھے آب میں

چمٹا تھا کوئی ناٹ سے کوئی درخت سے　　کوئی لپٹ کے بہہ رہا تھا چوب سخت سے
صندوق سے تھا وصل کوئی کوئی تخت سے　　پہنچا شجر کی شاخ پہ تھا کوئی بخت سے

ڈھانچے پہ کوئی سقف کے حیران بیٹھا تھا
بہتے ہوئے درخت پہ انسان بیٹھا تھا

بچہ چلا ہے بہہ کے کھڑی دیکھتی ہے ماں　　تکتی بہن ہے پیٹ کے سر ہائے بھائی جان
بیوی میاں کے سامنے پانی میں ہے رواں　　شوہر کی لاش سے کوئی لپٹی ہے نیم جان

پانی میں کوئی ماں کے بچانے کو گرتا ہے
بیٹے کو باپ کھینچ کے لانے کو گرتا ہے

کچھ چڑھ گئے تھے اونچے درختوں پہ جا بجا　　جڑ سے وہی اکھڑ کے بہے وا مصیبتا

پانی مین اُن درختون کا تھا کچھ عجب سما   شاخون مین پھل تھے آدمِ زندہ ہزار ہا
آئی جو موج غرق تہِ آب ہو گئے
دم مین وہ سب شجر شجرِ خواب ہو گئے

کچھ دور ہٹ ادون کا تھا مٹہ ایک پائدار   دیوار دور سے جسکے بلندی تھی آشکار
سنگین مثالِ قلعہ تھا جس کا کہ سب حصار   ندی کو جانتا تھا وہ پانی کی ایک دھار
طوفان و سیل اس نے کئی بار دیکھے تھے
کچے مکان غریبون کے مسمار دیکھے تھے

اس مٹہ کی سقف پر تھا زن و مرد کا ہجوم   ندی نے بڑھ کے چوم لئے اسکے بھی قدوم
ڈوبا حصار جب تو پڑی ڈوبنے کی دھوم   بچتے کہان کہ سر پہ اجل تھی مثالِ بوم
دم بھر مین مٹہ کے سب در و دیوار بہ گئے
سو آدمی اجل کے گرفتار ہو گئے

طغیانی عجیب کا کیا کیجئے بیان   پانی بلند ہو کے فصیلونسے تھا روان
دروازہائے شہر کے محراب تھی نہان   پانی پہ ہاتھ بھر تھین منڈرین فقط عیان
سر سے پلون کے آب سہ نیزہ بلند تھا
ڈھیلا عمارتون کا ہر اک جوڑ بند تھا

بحرِ محیط پاٹ تھا ندی کا لاکلام   ہر سمت زیرِ آب بلندی کے تھی مقام
ڈوبا ہوا تھا ہر در و دیوار سقف و بام   خشکی کا دور تک نہ نشان تھا کہین نہ نام
پتھر گھٹی سے گوشہ محل تک جو آب تھا
موسی کا پاٹ گنگ و جمن کا جواب تھا

گوشہ محل کے حوض تک آیا تھا سیلِ آب   تھا توپ خانہ سیل سے سب منہدم خراب
ڈوبا جو فیل خانہ بڑھا اور اضطراب   فیلانِ مست آب مین کھاتے تھے پیچ و تاب

چنگھاڑ ہاتھیون کی فلک تک بلند تھی
پھکتے تھے صور وحشت مردم دوچند تھی

ہاتھی ڈبا ڈو آب تھا سڑکون پہ بھی رواں — راہین تھین بند چار طرف جائین اب کہان
سقفون پہ چڑھ گئے کہ ملیگی وہان امان — آئی جو موج بہ گئے سب سقف و سائبان

دونو طرف سڑک پہ در و بام گرتے تھے
پختہ مکان مثل در خام گرتے تھے

تھا جانب جنوب بھی سیلاب پُرخطر — تھا برج پیشلہ تہ امواج سر بسر
بازار گھاسی کا نہ پتا تھا گیا کدھر — جز سطح آب سیل نہ آتا تھا کچھ نظر

چارون طرف فصیل کے موجون کا شور تھا
سیلاب مین نہین تو قیامت کا زور تھا

سنگ فصیل زور سے پانی کے بہ گئے — پتھر بڑے بڑے کہین گر گر کے رہ گئے
موجون سے جو مکان تھپیڑون کو سہ گئے — وہ بعد جزر کان مین زندون کو کھ گئے

سنگین عمارتون پہ تکبر نہ کیجیو
دامن مین نام حق کے امان جا کے لیجیو

وہ زور آب تھا کہ نئے پل بھی ٹوٹ کر — دیوارین نذر آب ہوئین رہ گئی تھے در
سنئے جدید پل کی بھی اب حالت تبر — محراب اور ستون گری جا کے دور پر

بحر می جدال مین قدم اُس کا جو گڑ گیا
بنیاد پل اکھڑ گئی اور غار پڑ گیا

ہے کہنہ پل کا حال بھی کچھ قابل بیان — پانی مین ڈوب کر ہوا آنکھون سے وہ نہان
دیوارین بہ کی دور گرین رہ گئین کمان — اس پر بھی پختگی تھی ہر اک سنگ سے عیان

باقی رہا پرانا نیا منہدم ہوا

ثابت پلوں سے خوب حدوث قدم ہوا

چادر کے گھاٹ کا جو ہے پل اک بہت بڑا
پانی کے زور و شور سے یہ بھی بہت لڑا
البرز کی طرح یہی پانی میں تھا کھڑا
غارِ عمیق ایک طرف اس میں بھی پڑا

آخر کو زورِ آب نے کس بل دکھا دیا
غارت گری کا اس پہ بھی سکہ بٹھا دیا

پوچھو نہ واقعہ پلِ مسلم کی جنگ کا
طوفانِ آب سے یہ لڑائی لڑا سوا
دیواریں بھگئیں تو عجب پل کا تھا سما
تھا دور تک ستونوں کمانوں کا سلسلہ

پل کی سڑک یہی تو خمیدہ ابھار تھے
تودے برنگِ پشت جمل بے شمار تھے

وہ پاٹ وہ بلندیِ آب اور وہ جوش موج
موجوں کی ہر طرف تھی روانہ ہزار فوج
ندی ہوئی تھی قلزم طوفان زدہ کی زوج
تھا بخت بد سے چرخِ چہارم پہ اسکا اوج

ڈرتا کہ آسمان کی کشتی نہ ڈوب جائے
کروبیان عرش کی بستی نہ ڈوب جائے

موجوں پہ ہر طرف تھے روانہ درخت دور
مثل حباب آب پہ تھے ڈوبتوں کے سر
تخت اور پلنگ کرسی و فرش آتے تھے نظر
دیگیں کہیں تھیں اور کہیں پیپے کہیں سپر

تائیں کواڑ چوکٹیں کھپریل بہتے تھے
گھوڑے گدھے غنم شتر اور بیل بہتے تھے

کھنچتے ہیں لوگ فیل بھی دو ایک بہہ گئے
چوہوں کی طرح ریت میں وہ دب کے رہ گئے
موجوں کی سختیاں تہ افلاک سہہ گئے
جانوں کو دے کے سب یہی بات کہہ گئے

تھا ناز ہم کو جسم کی قوت پہ زور پہ
آئی اجل تو بس نہ چلا کچھ بھی موت پہ

مطلع ثانی

غم سے بہت نڈھال ہون ساقی پلا شراب　　ہو جام مے مین اُس رُخ روشن کی آب و تاب

جس کے کمال حُسن سے شرمائے آفتاب　　جسکی نگاہِ لطف سے عاشق ہو بہرہ یاب

پیشِ نظر ہر آن تصور ہو یار کا

نام آئے خواب مین بھی نہ میرے خمار کا

وہ نشہ ہو کہ دونو جہان کا نہ غم رہے　　خوش ہو کے ہر مصیبت دنیا کو دل سہے

موج فنا سے کشتی عالم اگر بہے　　اس وقت بھی یہ مست نہ چونکے نہ اُف کہے

محوِ خیال یار رہون بعد مرگ بھی

جانان ہی سے دوچار رہون بعد مرگ بھی

ہان اے خیال یار مدد دل اُچاٹ ہے　　بحرِ غمِ فراق مین قلزم کا پاٹ ہے

سینہ پہ عاشقون کے کئی من کی لاٹ ہے　　دریائے عشق کا نہ کنارہ نہ گھاٹ ہے

ندی مین ڈوب کر تو ہزارون سنبھل گئے

غرقابِ عشق دونو جہان سے نکل گئے

ساقی شراب وصل کا اک جام دے مجھے　　مدت سے بیقرار ہون آرام دے مجھے

پھر روزِ عید فطر کا پیغام دے مجھے　　اس مرثیہ کا ایک یہ انعام دے مجھے

تا عمر پھر نہ خواہشِ دنیا و دین کرون

مایوس وصل یار سے ہو کر نہ مین مرون

بجتے ہی چار دن کے یہ طوفان کم ہوا　　نظرون مین سیل آب بھی آہوئے رم ہوا

ندی کے زور و شور کا پسپا قدم ہوا　　خشکی کا عین نہر مین برپا علم ہوا

اترا جو آب اور بھی وحشت سوا ہوئی

لاشون سے پٹ کے خشک زمین کربلا ہوئی

لاشین پڑی تھین خاک پہ اسطرح جابجا　　جیسے کہ فرش برگ ہو زیر شجر بچھا

لپٹے تھے ساتھ ریت پہ بیگانے آشنا　　تھے ایک دوسرے کے بہم وصل دست و پا
نامحرموں سے بعد فنا یہ ملاپ تھا
پر وہ کہاں کہ غیر بھی اسوقت باپ تھا

لاشہ کسی حسین کا تھا ریت پر پڑا　　مردہ کوئی دہانے میں موری کے تھا اڑا
کیچڑ میں کوئی تا کمر و ناف تھا گڑا　　کوئی شگاف میں تھا نگین کیطرح جڑا
چمٹا ہوا تھا کوئی تنے سے درخت کے
نازک بدن پہ زخم تھے ٹکری تھے درخت کے

تھی خاک پر برہنہ کسی مہ جبین کی لاش　　رگڑوں سے موجِ آب کی سب تن تھا پاش پاش
کانٹوں کا گل سے گالوں پہ تھا جابجا خراش　　تھا انقلاب دہر سے گنجِ نہاں بھی فاش
چہرہ جبین و صدر و شکم آشکار تھا
ساری کے بدلے جسم پہ ہلکا غبار تھا

لاشوں پہ لاشے مردوں پہ مردے تھے جابجا　　جو دب گئے مکانوں میں انکا نہ تھا پتا
ندی میں بہ گئے تھے جو مردے ہزارہا　　وہ کرگس اور زاغ و زغن کی ہوئے غذا
بہ بہ کے مردے ساحلِ مدراس تک گئی
ساتھ ان کے سب مکانوں کی اساس تک گئی

موسی کی دونو سمت تھے انبار خشت و سنگ　　تھے ریت میں دبے ہوئے سب دار خشت و سنگ
مسمار ہو کے بہ گئے بازارِ خشت و سنگ　　باقی تھی نام کو بھی نہ دیوارِ خشت و سنگ
چوبینہ کا پتا نہ کویلو کا نام تھا
در کا نشان نہ کچھ اثرِ سقف و بام تھا

سامان بہ گیا جو رہا زیر خاک تھا　　اس پہ بھی ہر مقام میں چوروں کا ہاک تھا
مردہ کا کھینچتا کوئی کان اور ناک تھا　　ہر عضوِ لاش قیمتی زیور سے پاک تھا

اترے لباس مردون کے ننگے بدن ہوئے
گرد و غبار جسم پہ ان کے کفن ہوئے

بے رحم لوٹنے لگے مردون کا مال و زر — تھا غم ہر ایک دل مین خوشی تھی انھین مگر
سمجھے نہ یہ کہ ہمکو بھی در پیش ہے سفر — اس حادثہ کا بھی نہ ہوا دل پہ کچھ اثر
سیلاب لطف زیست ہر اک سے نہ ہو گیا
لیکن یہی بُرون کے لئے جشن ہو گیا

کچھ حال اہل درد بھی اب کیجئے بیان — فوجین عدو کے واسطے ہر سمت تھین رواں
اٹھتا تھا اہل شہر کی آہون سے بھی دھوان — تھا ہر طرف سکوت کا چھایا ہوا سماں
صدمہ یہ تھا کہ اُف نہ زبان سے نکلتی تھی
سکتہ تھا رنگ صورت مردم بدلتی تھی

سب سے سوا تھا حضرت اعلیٰ کو رنج و غم — چہرہ تھا زرد لب پہ فغان اور چشم نم
کہتے تھے ہائے ٹوٹ پڑا مجھ پہ کیا الم — برباد شہر ہو گیا کیسا ہوا ستم
صدیون مین جو بنی تھی وہ بستی بگڑ گئی
دولت ہماری عہد کی ندی مین گڑ گئی

روئے اس حادثہ سے بہت دیر تک حضور — صدمہ سے ہو گیا دل نازک تھا چور چور
خدام دست بستہ کھڑے تھے جو دور دور — ششدر تھے دیکھکر غم و اندوہ کا وفور
دل مین دعائین حضرت اقدس کو دیتے تھے
ہمدردی بشر کا سبق ان سے لیتے تھے

رقت کو ضبط کر کے دیا حکم لاجواب — شاہی مکان ہر رعایا ہون انتخاب
کھنہ حویلی اور چوسے محلے کے کھولو باب — پوچھون گا مین جو میری رعایا ہوئی خراب
تکلیف کوئی ان کو ذرا بھی جو ہوئی گی

شامت سبھوں کی آ گئی تقدیر رو گئی

ہوتے ہی حکم ہو گیا مجلس کا انعقاد — شورے میں سب کے ساتھ ہوئی خود جناب شاد
دیتا ہر ایک رکن تھا رحم و کرم کی داد — آمادہ تھا مدد پہ کوئی آپ خوش نہاد
حکام وقت ٹوٹ پڑے انتظام پر
ماتحت بھی تھے ساتھ شب و روز کام پر

ہر جا ریلیف فنڈ کا اعلیٰ تھا انتظام — پک پک کے روز ملتا تھا ہر ذات کو طعام
ہر اک مقام پر تھی یہ تقسیم صبح و شام — روزوں کا ماہ واقعی شوال تھا تمام
بے خانمان تھے جتنے وہ مہمان شاہ تھے
مہمان نواز خود شہ بیکس پناہ تھے

کپڑے دوپٹے ساڑیاں بٹتی تھیں جا بجا — نقد اور اناج ملتا تھا کپڑے کے بھی سوا
تھا وقفِ بیکسوں کے لئے گنج شاہ رہ — صرف مدد تھے سکۂ عالی ہزارہا
فتنہ زدوں کی ہر طرح امداد کرتے تھے
ویران شدہ مقاموں کو آباد کرتے تھے

تھی پردہ والیوں کی جو حالت بہت خراب — ڈوبیں کہیں نہ بیٹھیں یہی افسوس بے حساب
مانع ہوا تھا جان بچانے کا وہ حجاب — جس کے سبب سے ننگ و لڑکیاں بچا کے آب
پردے سے ان پہ اور مصیبت سوا ہوئی
باقی بچیں تو فاقہ کی نازل بلا ہوئی

ان کی مدد کے واسطے پھرتی تھیں لیڈیاں — لیکن نہ بیگموں کا تھا انکا کہیں اتا پتا
اس وقت بھی یہ اپنے مکانوں میں تھیں نہاں — ورنہ ان میں اپنی حیثیت کا بتانا تھا کہاں
پردے سے سب اخوت اسلام مٹ گئی
نسوان کی قوم جب ہوئی گمنام مٹ گئی

ڈاکٹر کی اور حیدری صاحب کی بیویاں اور نائیڈو کی زوجۂ خوش طبع خوش بیان
آئین ریلیف فنڈ کی مجلس مین بے گمان ہمدردی بشر سے تھیں ہر گھر مین قدردان
محلون مین بیگمات تو مصروف خواب تھین
اقوامِ غیر طالب خیر و ثواب تھین

بس اے محب خموش زمانہ خلاف ہے اعمال بد سے بلدۂ آباد صاف ہے
ناحق یہ دردِ قوم کا لاف و گزاف ہے خدمت وطن کی سہل نہین کوہِ قاف ہے
عزلت مین بیٹھ بند زبان کو کیے ہوئے
مستِ خیالِ یار رہو ہر دم پیے ہوئے

نالۂ دردمند

جب پردۂ افق سے برآمد قمر ہوا پیدا جہان مین شام کو نورِ سحر ہوا
پُرنور چاندنی سے رخِ بحر و بر ہوا پھیلی یہ ضو کہ آئینہ ہر بام و در ہوا
افشان چنی ہوئی تھی فلک کی جبین پر
اک چاندنی کا فرش بچھا تھا زمین پر

جنگل کا وہ سمان وہ شبِ ماہ کی بہار چاندی گلی ہوئی تھی کہ جاری تھی آبشار
اوراق نقرئی نظر آتے تھے جویبار امواج مثلِ برق چمکتی تھین بار بار
چشمون مین عکس نورِ رخِ ماہتاب تھا
اک چاند تھا فلک پہ تو اک زیرِ آب تھا

پھیلا تھا آب پر یہ شعاعِ قمر کا نور گوٹے کا فرش بچھا تھا جنگل مین دور دور
دریا مین عکس بدر تھا یا غوطہ زن تھی حور خلاق مہر و ماہ کا پانی مین تھا ظہور
سارا سمان فلک کا غرض زیرِ آب تھا

ہر موج کہکشان تھی ستارہ حباب تھا

پورا وہ چاند اور پہاڑون کی وہ قطار
تکتا تھا نام چاندی کا ہر سنگ کوہسار
تھی اولے کی رخت پہ ہر کوہ کے بہار
شبنم کی ٹوپیون سے مزین سر حصار

بالائے کوہ نور کے اکھون ہی اگتے تھے
بادل تھے جو افق مین وہ چاندی کے تھکتے تھے

کیا دلفریب تھا یہ شب ماہ کا سمان
ہر شاخ و گل سے جلوۂ معبود تھا عیان
پہنے ہوئے درخت تھی سب حلہ جنان
ہر دم مثال برق چمکتی تھین پتیان

سبزے پہ تھا جو عکس صنوبر کھنچا ہوا
زیر شجر تھا فرش شجر سے بچھا ہوا

شفاف چاندنی وہ درختان سایہ دار
پتون سے نور آتا تھا چھن چھن کے بار بار
وہ چاندنی کے پھول چنبیلی کی وہ بہار
خوشبو سے جنکی باد صبا بھی تھی عطر بار

چلتی ہوا تو طائر شب بھی چہکتے تھے
جنگل بھی سارے پھولونکی بو سے مہکتے تھے

جھیلون کے گرد تھا کہین اشجار کا ہجوم
آتی تھی کان مین کبھی آواز جغد و بوم
جنگل مین گیدڑون نے مچائی تھی ایک دھوم
روتے تھے بار بار وہ ملکر علے العموم

مینڈک تھے حوض مین لب دریا چکورتھے
ان سب کے ساتھ چار طرف گرنیکے شور تھے

دلچسپ تھا نظارۂ قدرت یہ اسقدر
مجھکو نہ تھی ذرا بھی سر و پا کی کچھ خبر
اتنے مین اک مکان پڑا سامنے نظر
سقف فلک کو چومتا تھا جو اٹھائے سر

کیا دلفریب اسکی بلندی و پستی تھی
دیوار و در شکستہ پہ حسرت برستی تھی

کچھ رہگیا تھا گرنے سے باقی جو یہ مکان — معلوم اس سے ہوتی تھی اسکے مکین کی شان
ابتک ستون کھڑے تھے نہ تھا سقف کا نشان — برجوں سے اسکے عظمتِ تعمیر تھی عیان
سو جو کچھ نشان تھا ابھی تک سریر کا
یہ قصر بادشاہ کا تھا یا وزیر کا

پر اس کا ایک جزو ابھی تک تھا پائدار — آواز اس سے آتی تھی رونے کی بار بار
حیرت ہوئی یہ مجھکو کہ ہے کون سوگوار — اس درد کی صدا نے کیا دلکو بے قرار
صدمہ ہوا یہ دل کو کہ آنسو نکل پڑے
امنڈا کلیجہ آنکھوں سے چشمے ابل پڑے

دل میں کہا یہ میں نے کہ ہے کون خستہ تن — کیوں رات کو یہ روتی ہے کیا ہی اسے محن
لاتی ہے لب پہ کسلئے یہ یاس کے سخن — خاوند سر سے اٹھ گیا غالب یہی ہے ظن
مفلس ہے پاس کوئی بھی ہمدرد زن نہیں
مردہ پڑا ہوا ہے میسر کفن نہیں

یا مبتلائے درد جگر ہے کوئی غریب — افلاس کے سبب سے میسر نہیں طبیب
مفقود ہے علاج دوا بھی نہیں نصیب — ظاہر ہے یہ فغان سے کہ اب موت ہی قریب
لیجے خبر جو جان کا خوف و خطر بھی ہو
انسان وہی ہے جسمیں کہ درد بشر بھی ہو

بے درد آدمی سے تو بڑھکر ہیں دام و دد — غمخوار ہیں یہ اپنوں کے یاور ہیں دام و دد
انسان خود غرض کے برابر ہیں دام و دد — شہوت پرست قوم سے بہتر ہیں دام و دد
اعضا کو درد عضو گوارا کبھی نہ ہو
ہمدرد آدمی کا مگر آدمی نہ ہو

افسوس اس زمانہ میں ہمدرد ہیں کہاں — اپنی غرض سے کام ہے مرجائے سب جہان

گر خاندہ ہو کوئی تو حق کو کرین نہان　　باقی نہین ہے نام رفاقت تو اب یہان

لٹجائے ملک ان کو لٹیروں سے کیا غرض

آباد گھر ہوا اپنا تو اورون سے کیا غرض

دیکھین کسی پہ ظلم تو آنکھین چرائین یہ　　کاٹین گلے غریبون کے رشوت اڑائین یہ

جلسے مین لاکھ درد کی باتین بنائین یہ　　مشکل مین قوم کے نہ کبھی کام آئین یہ

سنگ حرم کو توڑ کے لاتون سے پھینکدین

کعبہ کو کھود کر انہین ہاتھون سی پھینکدین

یہ سوچتا ہوا جو چلا مین سوئے شمال　　آتا تھا ہر قدم پہ میرے دل مین یہ خیال

ہندوستان کی عورتون کا کیا بُرا ہی حال　　آہون سے انکے آیا ہی اس قوم پر وبال

مردون مین اس جگہ کے حمیت کی بو نہین

جس جا کہ عورتون کی کوئی آبرو نہین

پہنچا انہین خیالون مین جب اس مکانکے پاس　　دیکھا اوگی ہوئی در و دیوار پر ہے گھاس

کرتے ہوئے ستون سی ٹپکتی ہی ایک یاس　　تعمیر نو کی اب نہین باقی ہے کوئی آس

تعمیر کیا ہو کھانے کو دانہ نہین رہا

دولت نہین رہی وہ زمانہ نہین رہا

سننے لگا مین بیٹھ کے آواز دردناک　　ہوتا تھا سنگ دل کا کلیجہ بھی جس سی چاک

پیکان آہ توڑتے تھے سینۂ سماک　　شور فغان سے چونکتے تھے خفتگانِ خاک

زاری یہ تھی کہ جس سے دلِ یم لرزتا تھا

نالون سے بام عرش معظم لرزتا تھا

کہتی تھی کوئی زن یہی رو رو کے باربار　　تنہا ہے ایک جانِ حزین اور دکھ ہزار

جلتی تپ درون سے ہو مین صورت چنار　　مجھ سا نہ ہوگا کوئی زمانہ مین دلفگار

کیا بے بسوں کے دکھ تجھے بہاتے ہیں ای فلک
اتنا نہیں کسی کو ستاتے ہیں اے فلک

شوہر کا اپنے جاکے کروں کس سے میں گلا   پھر کر کبھی وہ دیکھتے نہیں صورت مری ذرا
بیوجہ مجھ سے ہوتے ہیں ہر بات میں خفا   لونڈی کا اور میرا برابر ہے مرتبہ
کاٹا جو دن کہیں تو کہیں تیر رات کی
مجھ سے تو آجتک نہ کبھی ہنس کے بات کی

وہ کسیو نہیں خوش ہیں تو ہوں گھر میں میں اداس   اون کے بہت جلیس ہیں تنہائی میری پاس
اب تو نہیں ہے مجھکو کسی کی بھی کوئی آس   امید جب ہو قطع تو کیونکر نہ ہو ہراس
تقدیر کے لکھے کا کوئی کیا گلا کرے
پیوند مجھکو خاک کا جلدی خدا کرے

شادی سے کون سی ہوئی راحت ہمیں نصیب   عزت کہاں ہے روز کی ذلت ہمیں نصیب
ہر طرح کی ہے اب تو مصیبت ہمیں نصیب   شوہر کی بھی ہوئی نہ رفاقت ہمیں نصیب
پردیس جائیں وہ تو رہیں ہائے گھر میں ہم
باہر وہ خوش ہوں اور مریں دردسر میں ہم

پردیس میں وہ رہتے ہیں گھر میں پڑی ہوں میں   گھبرا کی صحن میں کبھی در میں کھڑی ہوں میں
جیتے ہی جی مکان کے اندر گڑی ہوں میں   پتھر سے سخت جانی میں بڑھکر کڑی ہوں میں
بیوی نہیں ہوں میں جو انہیں مجھ سے کام ہو
موت آئے بھی کہیں مرا قصہ تمام ہو

لیتے نہیں خبر مری برسوں خدا گواہ   جھوٹوں بھی پوچھتے نہیں وہ حال میرا آہ
جب خودغرض ہوں مرد تو گھر کیوں نہ ہو تباہ   دنیا میں ایسے لوگوں سے ہم کرتے ہیں نباہ
لونڈی سے بڑھ کے مرد ہمیں جانتے نہیں

بیوی کا مرتبہ ہی وہ پہچانتے نہین

جانے کا اون کے ساتھ ارادہ کرون اگر — بے شرم مجھکو ہائے بتاتا ہی سارا گھر

کہتی ہی ساس غیظ مین یہ مجھ سے آنکر — مردون کے ساتھ کرتی ہین کیا عورتین سفر

باہر نکلکے ذات مین بٹا لگاؤ گی

انگریزون کی طرح سے کیا ساتھ جاؤ گی

لکھی پڑھی جو ہوتی تو لکھتی مین اونکو خط — اظہار حال اپنا تو کرتی کسی نمط

دو حرف لکھکے بھیجتی اونکو غلط سلط — اب تو ہے دوسرون کا بھروسہ مجھے فقط

سن لین جو غیر چار طرف بات جاتی ہے

اپنون سے بھی کہون تو مجھے شرم آتی ہے

افسوس باپ مان نے پڑھایا نہ ہمکو کچھ — خاوند نے بھی ہائے سکھایا نہ ہمکو کچھ

سسرال والون نے بھی بتایا نہ ہمکو کچھ — قسمت نے اس چمن مین دکھایا نہ ہمکو کچھ

عزت سے عورتون کو تو انسان کہتے ہین

ہندوستان مین ہمکو تو حیوان کہتے ہین

حالت ہماری وحشیون سے بھی ہی پست تر — آزاد وہ ہین قید مین کرتے ہین ہم بسر

اپنی ضرورتون سے ہین آگاہ جانور — دنیا و دین کی ہمکو نہین مطلقا خبر

خالق کو اور عبد کو پہچانتے نہین

اعمال نیک و بد کو بھی ہم جانتے نہین

ہے فرض کیا طریقۂ خیر الوریٰ ہے کیا — بتخانہ کیا ہے کعبہ ہے کیا کربلا ہے کیا

ہے کفر کیا ہدایت دین ہدیٰ ہے کیا — کیا چیز حشر و نشر ہے روز جزا ہے کیا

جاہل کو سنگ اور خدا دونون ایک ہین

راہ ثواب اور خطا دونون ایک ہین

کعبہ نماز و صوم ہے مردون کیواسطے　　سب وعظ و پند قوم ہے مردون کیواسطے
تخویف بخل و لوم ہے مردون کیواسطے　　ترغیب ترک نوم ہے مردون کیواسطے
ہم مین نہین ہین فہم کے شاید قوا کوئی
نسوان کے واسطے نہین حکم خدا کوئی

جنت مین جائین مرد تو نارِ سقر مین ہم　　مسجد مین وہ نماز پڑہین ہائے گھر مین ہم
داخل نہین ہین امتِ خیر البشر مین ہم　　کیسے ذلیل و خوار ہین سب کی نظر مین ہم
زینت کا غیر کف کو دکہانا حرام ہے
کیا عیدگاہ مین ہمین جانا حرام ہے

جاتے ہین مرد مسجد جامع مین ہفتہ وار　　پڑہتے ہین ہر نماز جماعت سے دیندار
سنتے ہین وعظ و پند جوانان ہوشیار　　محروم ان ثوابون سے پر ہم ہین کردگار
ان مردوُن کے واسطے ساری خدائی ہے
دوزخ ہمارے ہی لئے تونے بنائی ہے

ہر مرد کے لئے تو ہین جنت مین قصر و حور　　کھانے کو میوے پینے کو ہر دم مئے طہور
تفریح کو ہے باغ ارم نغمۂ طیور　　دیدار حق جو چاہین تو دیکہین خدا کا نور
لطف بہشت کیونکہ اوٹہائینگی عورتین
جنت بغیر علم بنائینگی عورتین

نادان ہمین سمجہتے ہین کم فہم مردوئے　　مغرور اپنی عقل پہ کیسے ہین یہ موئے
پیدا ہمارے پیٹ سے سارے نبی ہوئے　　تنہا یہ کھینچ سکتے ہین گاڑے کی دو جوئے
اپنی ترقیون کا تو ہر دم خیال ہے
بے عورتون کے مرد ہین کیا مجال ہے

کہتے ہین مرد عورتین رکہتی نہین دماغ　　اس بات کا بتائین ملا کسطرح سراغ

آدم کے ایک نور سے روشن ہین دو چراغ — آبا و اک درخت کے پودون سی ہے یہ باغ

نوعیتِ ثمر کی معرف ہے رنگ و بو

پھولون کا کس شجر کے مخالف ہو رنگ و بو

ہوتے نہ عورتون مین جو عقل و دماغ و سر — علم و ہنر مین کرتین ترقی نہ اسقدر

یورپ مین عورتون کی کتابین ہین معتبر — بیرسٹر ہے کوئی تو کوئی ہے ڈاکٹر

مشق جہاز رانی و کمپاس کرتی ہین

ایم اے ۔ بی اے ۔ تو لڑکیان اپاس کرتی ہین

چکی بھی پیسنی نہین آتی مگر ہمین — واﷲ اب تو زیست ہوئی درد سر ہمین

پردے نے کر دیا ہی جو بے بال و پر ہمین — قید فرنگ سے بھی یہ بدتر ہے گھر ہمین

بچون کو کیسے پالین جئین خاک کھا کے ہم

کسطرح مدرسون مین پڑہین ہائے جا کے ہم

کن کن مصیبتونکو کرین اپنی ہم بیان — ہوتا نہین ہے ہم سے تو اب سوز دل نہان

پھکتا ہے تن نکلتا ہے آہون سی بھی دہوان — ڈر ہے کہین نہ نالون سی جل جائے آسمان

دنیا مین اپنے درد کا چارہ نہین ہے اب

اے چارہ ساز ضبط کا یارا نہین ہے اب

مردون سے اپنے ہمکو تو کچھ بھی نہین ہے آس — انکو غرض نہین ہے کہ ہم خوش ہون یا اداس

مرجائین بھی تو یہ نہ کھڑے ہون ہماری پاس — بے اعتنائی انکی بڑھاتی ہے اب ہراس

بدخواہ عورتون کا جو ہو نیک خو ہی وہ

ہمدرد جو نسا کا ہے انکا عدو ہے وہ

سچا جو خیر خواہ ہے انکا وہ ہے شریر — دشمن کو اپنے سمجھے ہین یہ اپنا دستگیر

شیطان رہنما تو ضلالت ہے ان کی پیر — مکار کھینچتے ہین انہین سے زر خطیر

گو مفت دو کتاب تو سیتے نہین ہین یہ
کوڑی بھی قوم کے لیئے دیتے نہین ہین یہ

ظاہر ہمارا حال ہے سب تجھپہ اے خدا　　فاقون سے اب تو جسم مین طاقت نہین ذرا
اوٹھتی ہون جب تو کانپنے لگتے ہین ہت پا　　پنکھا سا ارسے ضعف کے ہلتا ہے دل مرا
تو جانتا ہے زیست بسر جیسے کرتے ہین
بے آب و دانہ ہمکو تو ہفتے گذرتے ہین

دن بھر کے بعد شام کو ہوتے ہین جو نصیب　　چکی مین پیستی ہون انہین آپ مین غریب
دو روٹیان پکاتی ہون مین رات کے قریب　　شدت کی اشتہا ہین یہ ہین نعمت عجیب
ملتی ہے جب غذا تو ترا شکر کرتی ہون
دوزخ کو ساگ پات سے مین اپنے بھرتی ہون

عریان تنی کا اپنے کرون کس سے مین گلا　　سر پہ ہے ماری کین کی بوسیدہ سی ردا
ٹانگون مین ٹاٹ کا ہے پاجامہ اک پھٹا　　جوتا نہین نصیب تو پھرتی ہون ننگے پا
سونے کو اس مکان کا بس ایک کونا ہے
بستر ہے خاک فرش زمین کا بچھونا ہے

پردے سے اور بڑھ گیا عسرت کا ہاے دکھ　　بے پردگی کا ڈر تو شرافت کا ہاے دکھ
نکلون جو گھر سے مین تو ملامت کا ہائے دکھ　　سر پہ ہمارے آیا قیامت کا ہاے دکھ
کٹ جائے ناک کنبے کی باہر جو جاؤن مین
سودا سلف خرید کے کس طرح لاؤن مین

پیسا بھی ہو جو پاس تو بازار جائے کون　　کھانے کی چیزین واجبی قیمت سے لائے کون
کپڑے کے دام پھر کے دکانین چکائے کون　　تکلیف میرے واسطے اتنی اٹھائے کون
آئے ترس کسی کو تو ہون جو کہین نصیب

ہمکو تو نون تیل بھی ہوتا نہین نصیب

پھرون پڑوسیون سے مین کرتی ہون التجا — تب جاکے کوئی لاتا ہے سو وا سلف مرا
کرتی ہون اونکے حق مین شب و روز مین دعا — گر وہ کرین نہ کام تو پھر زور میرا کیا

آبا کا عز و جاہ ملا خاک مین ہے اب
پردے کی سختیون سے تو دم ناک مین ہے اب

دنیا مین کوئی ہم سا نہین مبتلائے غم — بیہودہ ریت رسمون کے سہتی ہین ہم ستم
مردون کے ظلم و جور ہین اولاد کے الم — اللہ کا ہے حال پہ اپنے بہت کرم

آتی نہین ہے موت نہین مرد مرتے ہین
کیا زندگی ہے جینے کے دن تیر کرتی ہین"

سنکر محب یہ بین ہوا دل جو بے قرار — رو کر کہا یہ مین نے کہ اے رب کردگار
یہ باندیان ہین تیری مصیبت سے دلفگار — زندہ برائے نام تو مردون مین ہین شمار

مظلوم ہین غریب ہین مردون مین خوار ہین
رحم و کرم کی تیرے یہ امیدوار ہین

بیوگان ہند کی حالت

کہتی ہے بیوہ رو کے کہ اے خالق کریم — تیرے سوا نہ ہے کوئی والی نہ ہے رحیم
محتاج مین ہون اور ہین بچے مرے یتیم — فاقہ کشی سے حال ہمارا ہے اب سقیم

سوزش سے دل کے زخم نہان اُبلتے ہین
رو دیتی ہون جو بھوک سے بچے بلکتے ہین

کیا بیوگی کا صدمہ جانکاہ ہو بیان — تجھ سے نہین چھپا ہے دلونمین جو ہے نہان
جز قہر اس بلا سے کہین بھی نہین امان — بہتر ہے یہ کہ تن سے نکل جائے اب تو جان

کیونکر ستی نہ ہون تو بتا وے مین کیا کرون
کب تک مین اس رنڈاپے کے صدمے سہا کرون

کسکو غرض ہے جو کوئی بیوہ کا ہو معین
ہمدرد ہند مین کوئی رانڈون کا اب نہین
کرتے نہین ہین عقد بھی بیوہ سے اب کہین
رنڈوے بھی ڈھونڈتے ہین کوئی باکرہ حسین
معذور عورتین ہون یہی بندوبست ہین
اس ملک مین وہ جانورون سے بھی پست ہین

کس طرح سے پلین یہ یتیمان خورد سال
پردہ نشین ہون کس سے کرون جاکے مین سوال
نکلی نہین ہون گھر سے کبھی مین شکستہ حال
مانع حیا ہے اور ہے پردہ کا بھی خیال
اس درد کی بتائے کوئی کیا دوا کرون
کوئی ہنر بھی یاد نہین ہائے کیا کرون

کس طرح دون مین بچون کو تعلیم ایخدا
قایم نہین یتیمون کا یان کوئی مدرسہ
ان پڑھ رہین گے ہائے مرے اک یہ لقا
آوارہ ہو کے نام مٹائین گے باپ کا
اُستاد پاس ہے نہ میسر کتاب ہے
جاہل رہے اب انکی بھی مٹی خراب ہے

افسوس مین بھی تو نہین ذی علم ذی ہنر
ورنہ مین آپ ان کو پڑھاتی شکستہ پر
مان ہوتی خود مدرسہ مکتب جو ہوتا گھر
حاجت نہ تھی جو پھرتی انہین لیکے دربدر
ماؤن کی تربیت کے یہ اعلے نتیجے ہین
یہ عورتون کے علم کے ادنے نتیجے ہین

سوداگری کرون تو کہین گے یہانکے لوگ
بیوہ نے خوب اپنے میان کا لیا ہی جوگ
باطن مین اور بھید ہے ظاہر مین ہے یہ سوگ
باقی نہین رہے گی اب عصمت نہ یہ بروگ
بیپار کرکے عورتین عزت ڈبوتی ہین

مردون سے جو کمتین وہ کہین پاک ہوتی ہین

چرخا بھی کاتون گر تو نہین اسمین فائدہ — دن بھر تھکاؤن ہاتھ تو پاؤن کہین تھکا
آنکھون کا پھوڑنا ہے سلائی ہین اور کیا — کپڑے کی کل نے خاک مین ہمکو ملا دیا

معلوم ہے خدا کو ہمارا جو حال ہے
مشکل ہے زیست عمر کا کٹنا محال ہے

دو حرف جانتی تو نہ ہوتی مین یون تباہ — ہوتا کسی شریف کے گھر مین مرا نباہ
یا اپنا ہی مکان بناتی مین درس گاہ — پیشہ معلمی کا نہین ہے کوئی گناہ

تعلیم خاص سنت خیر الانام ہے
اس کام کی بزرگی مین کسکو کلام ہے

گر جانتی مین فن طبابت کے کچھ اصول — ہوتی معالجہ ہی سے دولت مجھے حصول
کر لیتی اسپتال کی یا نوکری قبول — راحت سے عمر کٹتی نہ ہوتی کبھی ملول

بچون کو علم کے لیے جرمن کو بھیجتی
اپنی کمائی سے انہین لندن کو بھیجتی

انسان وہی ہے آئے جو کچھ بھی کسیکے کام — طب کے شریف ہونے مین ہی قوم کو کلام
وارث ہین انبیا کے طبیبان نیک نام — ہین مستفیض ان کی تجارب سی خاص و عام

پیر و حکیم پیر و غرض ایک فن کے ہین
وہ روح کے طبیب یہ عالم بدن کے ہین

پردے نے کر دیا ہمین بے پر ہی اسقدر — ہم جانتے نہین کہ ہے دنیا کی کیا خبر
کیڑون کی طرح کرتے ہین ہم زندگی بسر — رہتے ہین تا بہ زیست گھرون مین شکستہ پر

مرنے کے بعد قبر مین سب جلکے سوتے ہین
ہم جیتے جی مکانون مین مدفون ہوتی ہین

یہ سوگ یہ درد یہ تنہائی بے کسی پردے کی سختی اور یہ افلاس بے بسی
جاؤن کہان کہ رسم کی چکی مین ہون پسی ناگن رواج کی مجھے ہائے غضب ڈسی
کس سے کہون جو ہند کی رسمون سے حال ہے
بچنے سے ان خبیثون کے چھٹنا محال ہے

اس بیوہ گی مین پردے کی آفت بھی ہے بڑی دیوار و در سے کرتی ہون باتین مین ہر گھڑی
سختی کو جھیلتی ہون اوٹھاتی ہون مین کڑی بستر پہ منہ چھپائے ہوے رہتی ہون پڑی
وہ اٹھ گئے جلیس مرا اب کوئی نہین
جز بے کسی انیس مرا اب کوئی نہین

ہوتا ہے رنج و غم کا مرے دل پہ جب ہجوم پھرتی ہون شب کو صحن مین گنتی ہوئی نجوم
بیدار رات بھر جو مین رہتی ہون مثل بوم مجھ سا نہ ہوگا کوئی زمانے مین اور شوم
ہمسائیان بھی میری نہین غمگسار آہ!
سائے سے میرے بھاگتے ہین رشتہ دار آہ

جاؤن اگر کسی کے مکان کو مین خستہ تن ہوتے ہین بدگمان سبھی مجھ سے مرد و زن
دیتی ہے ساس گالیان مان بھی ہے طعنہ زن ہمجولیان بھی لاتی ہین لب پر برے سخن
اپنون سے کچھ غرض ہے نہ غیرون سے کام ہے
ملنا بھی عورتون سے مجھے اب حرام ہے

انسان فطرتاً ہے جو ہمدرد و ہم جلیس وحشی بھی ڈھونڈ لیتا ہے اپنا کوئی انیس
دانا کے پاس بیٹھے تو نادان ہو فریس تنہا فرشتہ رہتا ہے یا جانور خسیس
دنیا مین پاؤن وہ مزے جن سے محظوظ ہم ہوے
آپس کے میل جول سے مایوس ہم ہوے

گر عورتون مین بیٹھین تو ہو دور رنج و غم دکھ اپنا ہم بیان کرین ان کا سنین الم

سنتے رہیں حوادثِ عالم جو روز ہم　　اپنی مصیبتوں کا بھی ہو دل پہ اثر ہو کم
پردہ جو حکم رب سے زیادہ نہ کرتے ہم
گھٹ گھٹ کے اسطرح سے گھروں میں نہ مرتے ہم

ٹھنڈی ہوا کو ہائے ترستے ہیں گھر میں ہم　　گھٹتے ہیں کوٹھڑیوں میں تو آتے ہیں در میں ہم
ہیں مبتلا بخار میں ضعفِ جگر میں ہم　　کرتے ہیں زیست اپنی بسر درد سر میں ہم
رہنے سے دم کے سارا بدن سنسناتا ہے
اٹھتا ہے ہول سینہ میں دل تھرتھراتا ہے

صحت کہاں ہزار مرض میں ہیں مبتلا　　کابوس و اختناق و جنون و درد و ست و با
خفقان دورہ گردہ ز امراض امتلا　　اوہام و تپ - گرانی سر - قلت غذا
ان آفتوں کے دام سے چھٹنا محال ہے
مرنا قبول ہے ہمیں جینا وبال ہے

امراض صعب اور یہ پردہ یہ مفلسی　　ممکن علاج ہی نہیں اللہ رے بے بسی
تیماردار کون ہے جز یاس و بے کسی　　آتی ہے اپنے حال پہ اب تو مجھے ہنسی
پیدل نہ جا سکوں جو سواری نہ پاؤں میں
کسطرح عورتوں کے شفاخانے جاؤں میں

جز موت اب کوئی نہیں یارب مرا علاج　　کیا ہو دوا کہ کھانے کو گھر میں نہیں اناج
جز تیرے کوئی والی و وارث نہیں ہے آج　　پیوند ہوں زمیں کی تو رہ جائے میری لاج
لاؤں جگر کہاں سے جو میں بد دعا کروں
بے شرم قوم کا میں بھلا کیا گلا کروں

اے قوم! کچھ تو بیوؤں کی حالت پہ کر نظر　　مرتی ہیں عورتیں نہیں اسکی تجھے خبر
غفلت میں کیا پڑی ہے اجڑتا ہے تیرا گھر　　ویران ہوا مکان تو پھیرے گی تو در بدر

تیرے محب ہین تیرا گلا کر رہے ہین ہم
اپنا جو فرض ہے وہ ادا کر رہے ہین ہم

واسوخت ہند

واہ اے ہند ہے کیا حسن خداداد ترا | رشک جنت ہے ہر اک قریۂ آباد ترا
خوشنما ہین تھا چمن دہر مین شداد ترا | کہین طوبے سے سر افراز ہے شمشاد ترا

باغ عالم مین کبھی پھول نہ پھولا ایسا
آسمان نے بھی نہ دیکھا کوئی تارا ایسا

دست قدرت نے عجب کھینچی ہے تیری تصویر | پائی جاتی نہین عالم مین کہین تیری نظیر
رخ خورشید مین ذرہ نہین تیری تنویر | باغ جنت مین نہین رنگ ترا عنبر عبیر

ہے کہان گلشن فردوس مین نکہت تیری
پوچھیے آدم و حوا سے لطافت تیری

ہے یہ زیبا جو کہون تجھکو عروس دنیا | لونڈیان تیری ہین یہ پیرس و لندن بخدا
ہین غلامون مین ترے مصر و بخارا خیوا | سامنے تیرے ہے کیا چین و ختن کا رتبہ

شام و ایران کو بھلا تجھسے کوئی نسبت ہے
حسن فطری کے برابر بھی کہین صنعت ہے

باغ فردوس جسے کہتے ہین اہل اسلام | وہ ترے خطۂ کشمیر کا نقشہ ہے تمام
تیری حورین ہین کنیزین ترے غلمان ہین غلام | گلشن خلد مین تجھ سا نہین کوئی گلفام

تجھکو ہم چھوڑ کے جنت مین نہ جائینگے کبھی
لاکھ حورین ہون حسین منھ نہ لگائینگے کبھی

تو ہی وہ گل کہ جو ہے گلشن ایجاد کی جان | مثل بلبل ہے ہر اک شاہ تجھی پر قربان
تو ہے وہ شمع کہ جس سے ہی منور یہ جہان | تجھ پہ پروانہ ہے ہر قیصر و زار و خاقان

تیرے ہی عشق کا دم شاہ و گدا بھرتے ہیں
تجھ پہ دنیا کے سلاطین بجان مرتے ہیں

تیرے ہی حسن کے چرچے ہیں اباتک ہر سو — تیری ہی زلف معنبر کی ہے پھیلی خوشبو
تیرے ہی دست حنائی نے بہایا ہے لہو — تیرے ہی ابرو خمدار نے کاٹے ہیں گلو

ہر ادا پر ترے عشاق کے دل قربان ہیں
تیرے ہی عشق سے شاہان زمن حیران ہیں

تیرے ہی چشم فسون ساز کا مفتون تھا جہان — لب میگون پہ ترے جم تھا بصد جان قربان
تیرے ہی تیر نگہ سے ہوا نادر بے جان — تیرے ہی ورد کا تھا احمد و سلطان غازی وربان

تیرے ہی دید کا مشتاق سکندر آیا
سر کے بل تیرے قدم چومنے باہر آیا

پاسبان تھی ترے دروازہ کے دارا فغفور — تیری دربانی کا پرویز کو تھا ناز و غرور
مئے الفت سے تری مست تھا شاہ طیمور — تیری ہی وصل سے تھا قلب ہمایون مسرور

جس نے اکبار بھی تیرا رخ تابان دیکھا
اوسنے پھر کر نہ کبھی مہر درخشان دیکھا

اہل یورپ ترے اوصاف سنا کرتے تھے — غائبانہ تری صورت پہ وہ سب مرتے تھے
تیرا ہی عشق و محبت کا وہ دم بھرتے تھے — بے دھڑک بحر ہلاکت میں قدم دھرتے تھے

تیری ہی صدمہ ہجران سے وہ سر دھنتے تھے
تیرے الفت میں تری قیس صفت بنتے تھے

تیرے عشاق کی حالت کو کوئی کیا جانے — تیری الفت میں کلمبس نے سمندر چھانے
اوج ترے شعلہ رخسار کے تھے پروانے — پرتگیزی بھی ترے عشق میں تھے دیوانے

تیرے ہی عشق و محبت کا تھا ہیجان سب کو

تیری ہی در کی گدائی کا تھا ارمان سب کو

تھا فرانسا کو تری زلف کا سودا بخدا
اور انگلینڈ بھی تھا ایک ترے در کا گدا
ہم بھی عاشق سے تھے کبھی تیرے ہی کرپا دو زرا
جان دیتے تھے ترے نام پہ ای شوخ ادا

جس جگہہ تیرا پسینہ میری جان گرتا تھا
خون سیلاب سا وان اپنا بھا پھرتا تھا

ہمنے تیرے لئے کیا کیا نہ مصیبت جھیلی
تیرے پیچھے مری جان کس سے نہ تلوار چلی
تجھپہ قربان کئے ہمنے سبھی دوست ولی
جان نثاری سے کبھی ہمکو تو فرصت نہ ملی

سچے عاشق تھے او اون پہ تری مرتے تھے
جان ابرو کے اشارے پہ فدا کرتے تھے

چھوڑ کر ملک عرب ہم تری خاطر آئے
جنگ گجرات مین کیا کیا نہ ہنر دکھلائے
ہمنے تیرے لئے اپنون کی گلے کٹوائے
آب شمشیر پیا برچھیون کے پھل کھائے

سامنے اپنے ہزارون کی بھی کچھ ہستی تھی
سر برس جاتے تھے تلوار جہان کھنچتی تھی

تیرے ہی واسطے ہم سندہ مین ای شوخ لڑے
رن کہین ایسے تو ابتک نہین واللہ پڑے
سر کے انبار لگے پاؤن جہان اپنے گڑے
کوہ ٹل ٹل گئے جب ہم سر میدان اڑے

تیغ تولے ہوئے جب فوج مین ہم چلتے تھے
فیل چنگھاڑتے تھے شیرون کی دل ہلتے تھے

اپنے منہ سے کرین خود آپ صفت اپنی کیا
ہم ہی لڑتے تھے ہزارون سے اکیلے بخدا
زندگی اپنی سمجھتے تھے وغا مین مرنا
نقش پا پہ ترے ہم کرتے تھے سر اپنا فدا

تجھپہ اے ستلہ ہوئے لاکھون ہی قربان افسوس
پر ہوئی تو نہ کسیکی بھی مری جان افسوس

اپنی جان بازیان کیا یاد دلائین تجھکو　　قصّے کیا اپنی شجاعت کی سنائین تجھکو
کسطرح چیر کے دل اپنا دکھائین تجھکو　　فائدہ کیا جو تعشق بھی جتائین تجھکو

تیری الفت نے کہین کا نہین رکھا ظالم
ہمکو بے موت ادا نے تری مارا ظالم

ایک دن وہ تھا کہ تو پاس بلاتی تھی ہمین　　اپنے پہلو مین جگہ دیکے بٹھاتی تھی ہمین
روٹھ جاتے تھے کبھی ہم تو مناتی تھی ہمین　　دلدہی کرتی تھی چھاتی سے لگاتی تھی ہمین

ہم جو آتے تھے تو تو اٹھ کے قدم لیتی تھی
اپنی محفل سے رقیبون کو اٹھا دیتی تھی

ہم بھی رکھتے تھے تجھے اپنے دل و جانسے عزیز　　تیری ہر بات تھی ہر آیۂ قرآن سے عزیز
ترا کوچہ تھا ہمین روضۂ رضوان سے عزیز　　بت پرستی بخدا تیری تھی ایمانسے عزیز

کفر کو دین ہدیٰ بت کو خدا سمجھے تھے
نقش پا کو ترے ہم سجدہ کی جا سمجھے تھے

دین و ایمان کو ترے عشق مین چھوڑا ہمنے　　دیر کو رخ کیا منھ کعبہ سے موڑا ہمنے
پہنا زنار کو تسبیح کو توڑا ہم نے　　بت کے آگے بخدا ہاتھونکو جوڑا ہمنے

جو کہا تو نے اُسے ہمنے مری جان کیا
کفر پر مذہب اسلام کو قربان کیا

ہمنے تیرے لئے تعمیر کئے بت خانے　　سب تری ملت و مذہب کی عقیدہ مانے
ریت رسمون کے تری ہم ہی تو تھے دیوانے　　شمع دیدانت پہ ترے تھے ہم ہی پروانے

ہر پجاری کو ہمین نے تو یہ سب سیرین دی
تری خاطر سے شوالون کو بھی جاگیرین دی

جو نکرنا تھا کیا عشق مین ہمنے تیرے　　دین ایمان بھی دیا عشق مین ہمنے تیرے

بت بھی پوجے بخدا عشق میں ہمنے تیرے — نام تیرا ہی جپا عشق میں ہمنے تیرے

تیرے دروازے پہ دھونی جو رمائی ہمنے

چھوڑ دی تیرے لئے ساری خدائی ہمنے

چھوڑا گھر بار وطن سب تری خاطر ہمنے — ایک برتاؤ کیا باطن و ظاہر ہم نے

تیرے ہی کوچہ میں بنوائے مقابر ہمنے — اور مدفون کئے ان میں اکابر ہم نے

جیتے جی تو نے ہمیں لاکھ ستمگر چھوڑا

بعد مرنے کے بھی ہمنے نہ ترا در چھوڑا

ہمکو تھا کوئی عرب سے نہ عجم سے مطلب — نہ مدینہ سے تعلق نہ حرم سے مطلب

نہ خلافت سے کسی جاہ و حشم سے مطلب — در سے تیرے ہی تھی غرض اور قدم سے مطلب

بت عیار تھی تو غارت ایمان تھی تو ہی

اپنی تو جان تھی تو روح تھی ارمان تھی تو ہی

جو کمایا وہ ترے ہاتھ پہ ہمنے رکھا — ہاتھ اٹھا کر جو دیا تو نے وہی ہمنے لیا

خرچ جو کچھ کیا وہ سب ترے گھر ہی میں ہا — ایک پیسا بھی تو باہر نہ کہیں اور گیا

تو جو دیتی تھی ہمیں وہ بھی لٹا دیتے تھے

تیرے کنبے ہی کو ہر پھر کے کھلا دیتے تھے

تیری اولاد کو کس ناز سے پالا ہمنے — ہم سے جب بگڑے تو ہر بار سنبھالا ہمنے

ملک میں ان کے کبھی ہاتھ نہ ڈالا ہمنے — مرتبہ اور کیا آگے سے بالا ہمنے

کرسی خدمت اعلیٰ پہ بٹھایا ان کو

اپنی افواج کا افسر بھی بنایا انکو

ہمنے توڈر کو کیا اپنا مشیر دربار — مان سنگھ راجہ تھا سب لشکر دین کا سالار

ایک تھے اپنی نظر میں جو مسلمان کفار — مالی خدمات پہ تھے ساری برہمن ہشیار

فرض اپنا جو دل و جان سے بجا لاتی تھی
تیری اولاد ہی انعام و صلے پاتی تھی تُو

تیرا دل جانتا ہے ہم نے کئے ہیں جو سلوک
اپنے برتاؤ کے شاہد ہیں زمانہ کے ملوک
ایک سے تھے اپنی نگاہوں میں جو مالک مملوک
فرقِ ہندو و مسلمان کا تھا بالکل متروک

تیری ہر چیز سے اے ہند محبت تھی ہمیں
جو عدو تیرا تھا اس سے تو عداوت تھی ہمیں

اس اطاعت پہ بھی تو نے نہ وفا کی افسوس
ہمسے آخر کو بڑی ہائے دغا کی افسوس
صدمے سب ہم پہ بہت جور و جفا کی افسوس
اپنے عاشق کو کیا ذبح خطا کی افسوس

خونِ ناحق تری گردن پہ رہے گا ظالم
حشر تک تجکو ہر اک شخص کہے گا ظالم

مٹ گئے خاک میں ہم تجکو خبر ہے کہ نہیں
ہو گئے ہم پہ ستم تجکو خبر ہے کہ نہیں
آ گیا ہونٹوں پہ دم تجکو خبر ہے کہ نہیں
جاتے ہیں سوئے عدم تجکو خبر ہے کہ نہیں

بیوفائی کا تری حال کہیں ہم کس سے
کوئی غمخوار نہیں کیجیے بیان غم کس سے

ہجر میں تیرے اوٹھائی ہیں وہ صدمے ظالم
آسمان پر بھی جو پڑتے تو نہ رہتا قائم
اپنا دل دیکھ کے تجھے آپ ہوئے ہیں نادم
اپنے حالات سے واقف ہے خدائے عالم

ہم سا رنجور کوئی اور تو خلقت میں نہیں
کون وہ درد ہے ایسا کہ جو قسمت میں نہیں

ہم سا دنیا میں نہیں کوئی ذلیل و رسوا
دیکھتی ہمکو حقارت سے ہے سب خلقِ خدا
پھرتے ہی تیری نظر ہم سے زمانہ بھی پھرا
سایہ سے بھاگتے ہیں اپنے تو اب شاہ و گدا
ایسا بدنام جہاں میں تو کوئی اور نہیں

داغ ذلت کے مٹانے کا کوئی طور نہیں

اب نہ گھر میں کوئی وقعت ہے نہ باہر عزت　　ختم سب ہو چکی اسلاف کے اوپر عزت
کوئی شہرت ہے ہماری نہ ستمگر عزت　　تیرے پیچھے ہوئی برباد سراسر عزت
اب نہ وہ بزم طرب اور نہ وہ ساقی ہے
خاک میں مل گئے ہم نام فقط باقی ہے

سب کی نظروں میں کیا تو نے بہت ہمکو حقیر　　اب نہ تعظیم ہماری ہے نہ کوئی توقیر
سر سے تا پا ہمیں مجنوں کی ہیں پوری تصویر　　عبرت انگیز ہے دنیا میں ہماری بھی نظیر
عشق میں تیرے مجسم ہوئی وحشت اپنی
بھاگے وحشی بھی جو دیکھے کہیں صورت اپنی

سر پہ ٹوپی ہے پھٹی پاؤں میں ٹوٹا جوتا　　میلا کرتا تو انگرکھے میں نہیں جان ذرا
دھجیاں سارا گریبان تو دامان پھٹا　　چیتھڑے تن پہ ہیں ٹانگوں میں نہیں پاجاما
رشک جو کرتے تھے دولت پہ ہماری اعدا
اب وہ رو دیتے ہیں حالت پہ ہماری اعدا

زرد رنگت ہے بدن خشک ہے چہرہ ہے اداس　　منتشر ذہن تو دل سر پریشان حواس
ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں پہ برستی ہے ہراس　　رخ سے ظاہر ہے کہ جینے کی نہیں کوئی آس
ناتوانی سے کمر چلنے میں بل کھاتی ہے
پسلیاں نکلی ہیں شہ رگ بھی نظر آتی ہے

ضعف سے جسم میں اٹھنے کی نہیں ہے طاقت　　روز کے فاقوں سے پہنچی ہے غشی کی حالت
مردنی چھائی ہے کیسی ہے بھیانک صورت　　اب تو مردوں سے بھی بدتر ہے ہماری حالت
کچھ حرارت ابھی باقی ہے یہ بیجان ہیں ہم
اب تو دنیا میں کوئی آن کے مہمان ہیں ہم

دیکھکر حال ہمارا یہی کہتے ہین طبیب　　خاک اچھا ہو دوا بھی تو نہین اسکو نصیب
یہ تو ممکن ہی نہین پہلو مین پھر آئے وہ حبیب　　جان بھی جائے تو آنے نہین دیگی رقیب

ایک ہچکی جو لگے سینہ مین دم گھٹ جائے
سانس اوکھڑ جائے تو تکلیف سے یہ چھٹ جائے

کوئی کہتا ہے یہ مردہ ہے نہین دم اسمین　　نبض ساقط ہے حرارت ہے بس کم اسمین
دفن اسکو کرو چھپایا ہے بہت سم اسمین　　دیر لازم نہین جلدی ہے مقدم اسمین

جسم بے جان ابھی مٹی مین ملا دو اسکا
اوڑھنا اور بچھونا بھی جلا دو اسکا

کوئی کہتا ہے کہ باقی ہے ابھی جسم مین جان　　ضعف سے آیا ہے غش بند ہین لب چشم و زبان
نبض چلتی ہے ذرا خون ہے آہستہ روان　　گرمیِ تن سے ہین کچھ زیست کے آثار عیان

ہو شفا جائے اگر منھ مین دوا سے پینے کی
سانس جاری ہے تو ہے آس ابھی جینے کی

کوئی کہتا ہے یہ بیمار جہالت ہے غریب　　ابھی اچھا ہو جو ہو دارو تعلیم نصیب
مردے جی اوٹھتے ہین پاتے ہین جو ہمدرد طبیب　　اسکا غمخوار ہے کوئی نہ مددگار و حبیب

تلخ ہوتی ہے تو شکر مین کھلاتے ہین دوا
باپ مان جبر سے نادان کو پلاتے ہین دوا

کوئی کہتا ہے یہ ہے اپنے ہی ہاتھون سے تباہ　　کاہلی اور تغافل سے ہوا ہے گمراہ
ایسے ضدی کا کسطرح سے دنیا مین نباہ　　خیر خواہون کو سمجھتا ہو جو اپنا بدخواہ

جہل و خود داری و غفلت سے اسی رغبت ہے
عقل کی بات کے سننے سے بڑی نفرت ہے

اس کے اطوار سے عادات سے واقف ہے جہان　　عیش و عشرت پہ یہ کمبخت ہے دل سے قربان

غفلت و کاہلی و جہل پہ دیتا ہے یہ جان — آشنا بارِ تعصب کا یہی ہے نادان
گرگ اسراف کو تن اپنا کھلایا اس نے
گژدمِ رسم کو خون اپنا پلایا اس نے

عیش نے نفس پرستی نے کیا اسکو تباہ — ہے گرفتارِ غرور حسد و عزت و جاہ
جز خدا اسکی ہے اب دولتِ دنیا پہ نگاہ — اپنے ہی وہم و وساوس سے ہوا ہے گمراہ
اس نے توحید سے قرآن سے منہ پھیرا ہے
شرک اور کفر کی آفت نے اسے گھیرا ہے

دخترِ رز کے پسینے پہ بہاتا ہے لہو — دن کو خم پیتا ہے پھر شب کو لونڈھاتا ہے سبو
چانڈو افیون مدک بانبو کی ہے خوئے نکو — سیندھی پیتا ہے تو آتی ہے دہن سے بدبو
رخنے تیزاب سے اتنے ہیں کہ جالی ہے دماغ
سر میں بھیجا تو ہے پر عقل سے خالی ہے دماغ

اسکی صحبت ہے بری اسکے ہیں اعمال خراب — بد کو یہ نیک سمجھتا ہے خطا کو یہ ثواب
دردِ انسان نہو جسمیں وہ بشر ہے قصاب — ظلم سے آتا ہے ہر شخص پہ خالق کا عتاب
اچھے افعال کا اچھا ہی صلا ہوتا ہے
آخر انجام برائی کا برا ہوتا ہے

سب پہ ظاہر ہے کہ دنیا ہے مکافات کا گھر — خار بونے سے کہیں ملتے ہیں گل اور ثمر
پوتھ کے وانے سے ہوتے ہیں کہیں لعل و گہر — کونسا فصل ہے ایسا کہ نہو جسکا اثر
گوشِ گل میں یہ صبا آ کے کہہ جاتی ہے
بات جو منہ سے نکلی ہے وہ رہ جاتی ہے

مسدس نسوان

نہین نوعِ انسان سے خارج ہے عورت وہ ہے داخلِ حدِّ افرادِ ملت
یہ تصدیق ہے کچھ نہین اس مین حجت کہ ہین مرد و زن دونون خالق کی قدرت
ملائک سے برتر ہے دونون کا رتبا
خدا کی خلافت ہے دونون کو زیبا

جو ہے مرد کبریٰ تو عورت ہے صغریٰ مگر اک قضیّہ کے دونون ہین اجزا
فقط فرق ما بین ہے صنفیت کا حقیقت مین کوئی بڑا ہے نہ چھوٹا
دلائل ہین یہ کبریائی کے دونو
نتیجے ہین ساری خدائی کے دونو

یہی دو ہین نورِ خدا و ندِ یکتا نہین کوئی خلقت مین ثانی ہے انکا
کوئی تیسرا شش جہت مین ہے ان سا یہی دو نو عالم مین سب سے ہین بالا
خدا کے خلیفہ یہی دو ہے باہم
موخر ہے حوّا مقدم ہے آدم

گلستانِ حکمت کے دو نو شجر ہین درختِ صناعت کے دو نو ثمر ہین
یہی کانِ عصمت کے لعل و گہر ہین سپہرِ شرافت کے شمس و قمر ہین
جہان مین ہے رونق انہین دو کے دم کر
یہ آباد ہے گھر انہین کے قدم سے

تو لے دماغی مین دونون ہین یکسان نہین جسم نسوان مین کوئی ہے نقصان
نہ وہ ناقص العقل ہین اور نہ نادان بنائی گئی ہین جہالت سے حیوان
خدا نے انہین بھی دئے ہین وہ جوہر
کہ ہے جن سے آدم فرشتون سے برتر

وہ کہتی ہین دل عقل و ہوش و طبیعت　　　دماغ و عصب اور ادراک و قوت
ذکاوت ذہانت حمیت شجاعت　　　تفکر تدبر محبت مروت

خدا نے ادھر ہر کام کی سے لیاقت
امور تمدن ہون یا ہو عبادت

محبت مین محنت مین کچھ کم نہین وہ　　　تحمل مین جرارت مین کچھ کم نہین وہ
کرم اور حدت مین کچھ کم نہین وہ　　　وفا اور عفت مین کچھ کم نہین وہ

دھنی بات کی اور وعدے کی پکی
چلے جیتے جی وہ ارادے کی پکی

وہ جھانسی کی رانی کی بڈھب لڑائی　　　لرزتی تھی ہیبت سے جسکی خدائی
ہلا کر وہ برچھے کو جس رخ پہ آئی　　　کوئی دم مین کر دی صفون کی صفائی

نبرد آزما جتنے افسر وہان تھے
وہ دہشت سے خیمون مین اپنے نہان تھے

وہ اکبر کی وہ چاند بی کی لڑائی　　　شجاعت عجب ایک زن نے دکھائی
وہ نور جہان کی نبرد آزمائی　　　رضیتہ کی وہ دشمنون پر چڑھائی

وہ جنگ جمل عائشہؓ کی وہ جرارت
ہے تاریخ اسلام مین جسکی شہرت

نساء عرب کی وہ شیرانہ جرارت　　　لرزتی تھی جس کے مقابل مین ہیبت
لڑائی مین وہ ان کی مردون پہ نصرت　　　وہ ان کے بڑھاوے وہ انکی حمیت

لڑی ہین وہ مردون سے جنگون مین اکثر
اگر شک ہو دیکھو تواریخ پڑھکر

وہ وکٹوریہ قیصر ہند اعظم　　　تدبر کا جس کے مقر سارا عالم

جہان مین ہے جس کی عدالت مسلّم　　سلاطین یورپ مین ممتاز و اکرم
کتابون مین پاؤگے تم یہہ مکرر
کہ عورت ہے مردون کے بالکل برابر
ہر اک علم وفن کی ہے یورپ مین عورت　　کسی کو ہے علم ادب مین لیاقت
عدالت مین کرتی ہے کوئی وکالت　　کسی کی ہے مضمون نگاری مین شہرت
مسیحا صفت ہے طبابت مین کوئی
فلاطون دوران ہے حکمت مین کوئی
علوم تمدن مین ہے کوئی ماہر　　کوئی خانہ داری مین بے مثل ونادر
کوئی درس اطفال کے فن پہ قادر　　کوئی عالم علم دین وعناصر
کوئی شہسواری مین فرد زمان ہے
کوئی نیزہ بازی مین برق تپان ہے
غرض ہر طرح کی لیاقت ہے ان مین　　فصاحت ہے ان مین بلاغت ہے انمین
بہی خواہی ملک وملت ہے ان مین　　قیامت کی قومی حمیت ہے ان مین
مگر اپنی نسوان کے مثل قوا ہین ڈ
ہر اک علم وفن سے وہ ناآشنا ہین
دیے ہین خدا نے وہ انسان کو جوہر　　خدائی مین جن کا نہین کوئی ہمسر
مگر تربیت کی ضرورت ہے اکثر　　زمین بھی نہ جوتین تو ہوتی ہے بنجر
شجر گرچہ ہے ایک دانہ مین پنہان
نہ بوئین تو ہوتا ہے کب وہ نمایان
زمین مین ہے گو خود اگانے کی قوت　　گڑے بیج کو پھر جلانے کی قوت
ذرا سے شجر کو بڑہانے کی قوت　　بنون کو گلستان بنانے کی قوت

مگر جوتی بوئی نہین جب وہ جاتی
سوا خار و خس کے نہین کچھ اُگاتی

یہی ہے دماغِ بشر کی بھی حالت
بڑی جس مین نشو و نما کی ہے قوت

مگر تربیت ہے وہ قلبی زراعت
کہ ثمرے ہین جس کے سعادت شقاوت

لگایا جو باغِ علوم اس زمین مین
تو گویا بنا قصرِ خلدِ بریں مین

زمین جب نہین جوتی اور بوئی جاتی
تو سے گھاس کانٹون کو خود وہ اُگاتی

یہ جھاڑی و رندون کو ہے خوب بھاتی
یہ گلشن کو بھی ہے نیستان بناتی

نہین دل مین گر تخمِ تعلیم بویا
تو وہ مار و گژدم کا جنگل ہے گویا

یہی اپنی نسوان کی حالت ہے یارو
دماغ اور دل کی بری گت ہے یارو

مکان گو بہت خوبصورت ہے یارو
مکین سے مگر اسکی زینت ہے یارو

نہین زیورِ علم سا کوئی گہنا
غضب ہے سنگھارون مین ونرات رہنا

خدا نے تو نسوان کو انسان بنایا
مگر جس نے ان کو حیوان بنایا

بری ریت رسمون نے بے جان بنایا
انہین ہم نے بیکار رونا دان بنایا

کیا ظلم نسوان پہ گو ہم نے لیکن
بچین ہم سزا سے یہ ہے غیر ممکن

وہ کرتی نہین قوم ہرگز ترقی
کہ جس کی ہین سب عورتین نیم وحشی

لحد تک رہے گا اثر ماں کا باقی
کہ مائین ہین مردون کی پہلی مربی

مگر ہائے افسوس اے قوم غافل

تمہارے مربی ہوں ناداں و جاہل

ہے آغوش مادر وہ اسکول پہلا جہاں تربیت پاتے ہیں سارے اعضا
جہاں لوح سادہ پہ کھنچتا ہے خاکا اُترتے ہیں ماں کے خیالوں کا چربا

لکیریں ہیں پتھر کی یہ پہلے دن کے
مٹانے سے مٹتی نہیں پھر کسی کے

یہ گویا زمیں بوئے ہوئے بیج ماں کے ہیں اسباب نشو و نما جسم و جان کے
یہ اصل تمدن ہیں پیر و جوان کے انہیں سے ہیں سب خار و گل بوستاں کے

نہیں کوئی بچتا ہے ماں کے اثر سے
نہیں جاتے اس کے خیالات سر سے

اسی مدرسے میں زباں سیکھتے ہیں یہیں روزمرے یہاں سیکھتے ہیں
یہاں بس طرزِ بیاں سیکھتے ہیں فصاحت بلاغت یہاں سیکھتے ہیں

اگر ماں ہے اَن پڑھ تو غارت زباں ہو
نہ طرزِ سخن ہے نہ طرزِ بیاں ہو

اسی گھر میں پڑتی ہے بنیاد عادت کہ بنتی ہے جس پر سعادت شقاوت
یہیں بوئے جاتے ہیں تخمِ شجاعت یہیں سے ہے آغاز عقل و حماقت

اگر عورتیں گھر کی سب پارسا ہیں
تو بچے بھی باعفت و باحیا ہیں

یہی گھر ہیں اخلاق کی درسگاہیں دکھاتی ہیں مائیں بد و نیک راہیں
غضب تازیانے ہیں ماں کی نگاہیں یہ بچوں کو لائق بنائیں جو چاہیں

حکومت ہے عورت کی مردوں پہ قائم
رہے گا اثر اس کا تا حشر دائم

ہین افراد قومی یہی مرد و عورت — انہین دو سے بنتی ہے قومی عمارت
اگر عورتون مین ہے پستی جہالت — تو باطل ہے دعویٰ قومی شرافت
کسوٹی ہے قومون کی تہذیب نسوان
جو عورت ہے وحشی تو ہے مرد حیوان

اگر عورتون مین ہے علمی لیاقت — تو وہ جانتی ہین ہدایت ضلالت
سمجھتی ہین معنی پاکی و عفت — زنا کی مضرت حیا کی شرافت
نہین چشم بینا تو گرتے ہین اندھے
بڑی ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہین اندھے

یہ سب سے بڑا ہے جہالت کا نقصان — کہ جاہل پہ ہوتا مسلط ہے شیطان
شب و روز اندھون کو دونو ہین یکسان — برابر ہے داغ سیہ مہر تابان
نہین خیر کی کچھ امید اس بشر سے
جو واقف نہین نفس کے خیر و شر سے

مگر علم حکمت سے ہے خیر مجسم — فرشتون سے برتر ہوا جس سے آدم
ہوا علم ہی سے تو فخر دو عالم — خدا کی خدائی مین ممتاز و اکرم
نہین کوئی عالم مین انسان سے بڑھکر
اور انسان مین ہے عقل ہی سب سے بہتر

یہی علم حیوان کو عاقل بنائے — یہی علم ناقص کو کامل بنائے
یہی علم وحشی کو قابل بنائے — یہی علم جاہل کو فاضل بنائے
اسی علم سے آدمی آدمی ہے
فضیلت یہی اور شرافت یہی ہے

جو اقوام ہین آج دنیا مین نامی — کیا جن کو تعلیم نے ہے گرامی

نہین ان مین پردہ نہ قیدِ دوامی   وہ دل سے ہین تعلیمِ نسوان کے حامی

وہ رکھتی نہین اپنی نسوان کو جاہل

جو ہین مرد اکمل تو عورات سے کامل

گناہون کی جڑ اور اصلِ شقاوت   جہالت سے بڑھکر نہین کوئی آفت

زمانے کی کلفت ہے اسکی بدولت   بنی نوعِ انسان کی قلبی مصیبت

مگر ہائے افسوس نسوان ہماری

جہالت کے دریا مین ہین غرق ساری

نہ تہذیب ان مین نہ کچھ اہلیت ہے   نہ تعلیم ان کی نہ کچھ تربیت ہے

فقط نام کی ان مین انسانیت ہے   وقار و ادب حلم سب خیریت ہے

وہ ہین اس قدر علم و فن سے معرا

کہ مٹی کی ہون مورتین جیسے گویا

نہ تاثیر آب و ہوا جانتی ہین   نہ اولاد کا پالنا جانتی ہین

نہ امراض و صحت و دوا جانتی ہین   نہ خواب و لباس و غذا جانتی ہین

سکون و ریاضت سے واقف نہین وہ

قوانین صحت سے واقف نہین وہ

جو کھاد اور پانی سمجھکر نہ ڈالے   پڑین پیڑ گر ایسے مالی کے پالے

کرے جہل و قسمت کے انکو حوالے   اصولِ غلط پر درختون کو پالے

تو کیا خاک نشو و نما ان کا ہوگا

کوئی بے ثمر کوئی مرجھایا ہوگا

تو بچون کے حق مین ہین زہرِ ہلاہل   اگر مائین بے عقل ہین اور جاہل

گھٹے جس سے سب قوم کے جسم جان و دل   بری پرورش کا اثر بھی ہے قاتل

نہین تربیت ہے شکایت اسی کی
ملے خاک مین ہم بدولت اسی کی

ذرا قوم کی اپنی حالت تو دیکھو
بدن دست و پا زور و قوت تو دیکھو
طبیعت مزاج اور عادت تو دیکھو
خیالات و احساس و ہمت تو دیکھو

یہ افسوس ہوگا تمہین اس یقین پر
کہ ہم واجب الرحم ہین اس زمین پر

کوئی عہدِ طفلی سے روگون کا گھر ہے
جوانی مین کوئی خمیدہ کمر ہے
کہین ضعفِ معدہ کہین دردِ سر ہے
کہین ناتوانی فسادِ جگر ہے

نہین سنتے ہین وہ کو بھی حاصل ہو صحت
دماغون کی اس سے بھی بدتر ہے حالت

کسی کے ہین سر مین خیالات فاسد
کسی کے دماغون مین باطل عقائد
فقیرون کی قبرین کہین ہین معابد
کہین ہین مساجد سے بڑھکر مشاہد

کوئی شرک و بدعت مین ڈوبا ہوا ہے
کوئی بت پرستی پہ دل سے فدا ہے

کہین شانِ اسلام ہے بت پرستی
کہین ہے ہزارون سے آباد بستی
کہین نیستی سے ہے امیدِ ہستی
سمجھ پر حماقت ہے عقل ہنستی

نہین عقل سے اپنی کچھ کام لیتے
عقیدون پہ افسوس ہین جان دیتے

خیالون پہ مبنی ہین اقوالِ انسان
عقیدون کے تابع ہین اعمالِ انسان
نتیجہ ہین عادت کے افعالِ انسان
بدلتا ہے صحبت سے احوالِ انسان

وہ ہے ریت رسمون کا پابند ایسا

کہین اسکو عادت کا انجن توزیبا

یہی عادتین ہین ترقی کے سامان تنزل کے اسباب پستی کے سامان
ثواب و نجات و معاصی کے سامان عبودیت و قہر باری کے سامان

کسی قوم پر جب ہے ادبار آتا
بگڑتے ہین اخلاق اس کے سراپا

یہی عادتین ہین وہ جبلاّد اظلم کہ جن کی جفاؤن کا گھائل ہے آدم
لرزتا ہے جن کے مظالم سے عالم سہے جن کے مخلوق نے جور پیہم

ٹھکانا نہین ان کی خونخواریون کا
ستمگاریون کا جفاکاریون کا

انہین نے بہت خونِ انسان بہایا بلا جرم نسوان کو زندہ جلایا
معابد کو مقتل انہین نے بنایا انہین نے بہت شیرخوارون کو کھایا

برہم پتر ساگر جگنا تھ گنگا
بتائین گے تم کو نشان قتل و خون کا

ستی اور دختر کشی کی وہ رسمین ابھی تک تھا ہندوستان جن کے بس مین
ہزارون ستی ہوتی تھین ہر برس مین نہ بچتی تھی لڑکی کوئی ایک دس مین

جلاتے تھے زن کو اُدھر بے محابا
ادھر قتل کرتے تھے بچون کو ہر جا

کیا ہند کی قیصرہ نے وہ احسان بجا لائین ہم شکریہ جس کا ہر آن
اُسی کے کرم سے بچی جانِ نسوان اُسی نے کیا ان کے دردون کا درمان

انہین موت کے منہ سے چھینا ہے اس نے
بھنور سے نکالا سفینا ہے اس نے

قلم غم سے نم ہے بعید آہ و زاری　　اور اسی سے حرفون کی صورت پہ طاری
یہ سطرین ہین صف بستہ ماتم مین ساری　　لکھون کیا کہ آنکھون سے آنسو ہین جاری

نہین ضبط غم کی بس اب تاب دل مین
لہو ہو گیا رنج سے آب دل مین

نئے طرز کی اک مصیبت رقم ہے　　کہ لکھنے سے جس کے دو پارہ قلم ہے
جگر شق ہے دل پر ہجوم الم ہے　　کہ ان عورتون پر بڑا ہی ستم ہے

نصیبون مین ان کی نہین کوئی راحت
یہ دنیا ہے ان کے لیے دار کلفت

گھرون مین مقید ہین تا زیست نسوان　　زمین مین ہون جس طرح سے بیج پنہان
انہین گور۔ گھر۔ بطن مادر ہے یکسان　　نہ مرنے کی دہشت نہ جینے کا ارمان

لحد تک نہین ایک دم بھی رہائی
چھوٹین قید سے جب انہین موت آئی

یہ پردا نہین بلکہ قید گران ہے　　مصیبت ہے آفت ہے درد نہان ہے
جہالت کا ثمرہ تعصب کی جان ہے　　ہمین جس نے میٹا یہی بے گمان ہے

نہین ایسا پردا کہین بھی روا ہے
اگر ہے تو آنکھون کی شرم و حیا ہے

مکان انکے ہین قید خانون سے بدتر　　احاطے بلند اور پہرے ہین در پر
پرندا نہین مار سکتا جہان پر　　گذر روشنی کا نہین جس کے اندر

درندون سے بڑھکر حفاظت ہے انکی
بہائم سے بھی پست فطرت ہے انکی

نہین قید سے سخت کوئی سزا ہے　　کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے

ہر اک جانور حریت پر فدا ہے
جو اہر گا پنجرا بھی دام بلا ہے
مگر عورتوں کی خدا داد وصنعت
غضب کی ہے مردوں نے بازور وقوت

عرب ۔ شام ۔ ایران ۔ روم اور حجاز اور مصر اور کوفہ بخارا
عراق اور کابل دمشق اور خیوا
مدینہ میں اور بغداد و بصرہ
نہیں ان میں کوئی بھی عورت مقید
شریعت نے پردے کی باندھی ہے اک حد

مدارس ہیں نسوان کے ٹرکی میں قایم
جہان جا کے پڑھتی ہیں عورات باہم
کوئی ہے ادیب اور کوئی معلم
کوئی ہے طبیب اور کوئی ہے ناظم
ترقی ہے تعلیم نسوان کی ہر جا
حلب ۔ مصر ۔ بیروت ۔ بغداد و کوفا

وہ کعبہ جو گھر ہے خدائے جہان کا
کہاں ہند کا اس میں ہے سخت پردا
یہاں مرد و عورت کا مجمع ہے ہر جا
رگڑتا ہے دونو کا شانہ سے شانا
نہیں ستر چہرے کا لازم کہیں ہے
مصدق اسی کا کلام مبین ہے

وہ بے روک نسوان کا جنگوں میں جانا
نمازوں کی خاطر مساجد میں آنا
لڑائی میں مردوں کو غیرت دلانا
صف جنگ میں جراتوں کو بڑھانا
وہ جلسوں میں برجستہ تقریر ان کی
دلوں کو ہلاتی تھی توقیر ان کی

نہیں قید نسوان کی تاکید دین میں
نہ قرآن میں ہے اور نہ شرع متین میں
نہ تھا حبس نسوان کبھی مسلمین میں
یہ سختی تھی کچھ ہند کے مشرکین میں

یہان راجپوتون مین یہ رسم بد تھی
انہین عورتون کو چھپانے مین کد تھی

وہ اسلام خیر المذاہب ہمارا — جو مبنی ہے حکمت پہ فطرت پہ سارا
کئے جس نے قدرت کے راز آشکارا — ہین ممنون جس کے یہود و نصارا

اسی نے غلامی سے زن کو چھوڑایا
تمدن کا دنیا کو رستہ بتایا

وہ اسلام اور اسکی سچی ہدایت — مصدق ہین جس کے قوانین فطرت
وہ شیدائے علم اور عدو جہالت — وہ معقول دین اور خداداد حکمت

یہان آکے اس کی ہوئی یہ خرابی
نشان قدم تک نہین جس کا باقی

وہ آزاد مذہب وہ اس کی صفائی — مسخر ہوئی جس کی ساری خدائی
گنوائی گئی ہند مین وہ کمائی — رواجون کے بت پر ہمین نے چڑہائی

جلاتے تھے عورت کو ہندو مگر ہم
اسے حبس دائم مین رکھتے ہین ہردم

کسیکو بھی اس کی نہین کوئی پروا — کہ ہے قوم کا حال ابتر کہ اچھا
نہ ہمدردی قوم کا ہم مین چرچا — نہ اصلاح ملک اور ملت کا چسکا

نہ قومی حمیت نہ غیرت ہے باقی
سلف کی فقط ایک عزت ہے باقی

جو ان پڑھ ہین نسوان تو اپنی بلا سے — جو بچے ہین بے جان تو اپنی بلا سے
جو مرتے ہین انسان تو اپنی بلا سے — جو بیوہ ہے نالان تو اپنی بلا سے

نہین درد قومی سے دل مین ہمارے

بھرا ہے خودی آب و گل مین ہمارے

سمجھتے نہین قوم کے ہم معانی — کہ ہے قوم سے عزت جاودانی
سکھاتے ہین ہم کو یہ بات مکے بانی — رہو قوم کے دل سے تم یار جانی

محب اسکا محبوب رب العلی ہے
عدو اسکا بے شک عدوے خدا ہے

شجر مین گل و شاخ و برگ و ثمر ہین — بڑے فرق صورت مین انکی مگر ہین
ہرے ہین جو پتے تو گل سرخ تر ہین — جو خاکی ہے جڑ زرد و پھل سبز ہین

رگ و ریشہ ہر ان کا باہم ملا ہے
نہین کوئی ٹکڑا بھی جڑ سے جدا ہے

جو دیتے ہین تھوڑا سا پانی شجر کو — پہنچتا ہے وہ اصل ہر شاخ تر کو
ہر اک شاخ گل برگ گل اور ثمر کو — ہر اک گل کو اور اسکے داغ جگر کو

نہین کوئی کونپل بھی بے آب رہتی
نہین پیاس کا دکھ کوئی شاخ سہتی

ہر اک قوم باغ جہان مین شجر ہے — کہ جس کے لئے آب علم و ہنر ہے
قیامت ہے بے علم عورت اگر ہے — خرابی سے جڑ کی شجر کو خطر ہے

نہ گل برگ پانی سے سیراب ہونگے
نہ پھل خشک پودون کے شاداب ہونگے

نہین کچھ بھی اپنی خبر ہم کو اصلا — کہ ہم کیا تھے اور ہو گئے ہائے اب کیا
کیا ہم نے علم و ہنر سے کنارا — نہین زیست کا کوئی اب تو سہارا

نہ طاقت بدن مین نہ قوت دلون مین
مٹے پر بھی ہے ایک جرات دلون مین

معطل ہین یکسر قوائے دماغی | کہ گویا نہین سر قوائے دماغی
وہ ان مول گوہر قوائے دماغی | ہوئے ہائے پتھر قوائے دماغی

نہ فکر آج کی ہے نہ اندیشہ کل کا
تعیش ہے کام ایک اہلِ دول کا

نہین وقت کی کچھ ہمین قدر و قیمت | عبث دی ہے ہمکو خدا نے یہ نعمت
گھڑی دے رہی ہے خود اسکی شہادت | کہ ہے وقت ہی گنجِ آرام و راحت

مہ و مہر وانجم طیور و بہائم
ہین پابندِ اوقات باکار دائم

نکلتا ہے سورج ہمیشہ سحر کو | سکون ایک ساعت نہین ہے قمر کو
بلاوقت کس نے اگایا شجر کو | بلافصل دیکھا ہے کس نے ثمر کو

بہار و خزان اور گرما و سرما
ہر اک وقت پر اپنے کرتے ہین دورا

نہین کوئی عالم مین بیکار ہم سا | نہین کوئی درماندہ ناچار ہم سا
نہین کوئی غفلت کا بیمار ہم سا | نہین کوئی مجبور و بے یار ہم سا

ہمین ہین جو رستے کو بھولے ہوئے ہین
ضلالت حماقت پہ پھولے ہوئے ہین

نہین ڈھونڈتے راہِ منزل مگر ہم | گئے کاروان اور جاتے ہین پیہم
چراغون سے نقشِ قدم کچھ نہین کم | نہین گرچہ رہبر نہ ہمراہ و ہمدم

زمین پر ہین نجمِ فلک لانے والے
رکے ہین کسی سے کہین جانے والے

خدا نے دیا ہے وہ مشکل کشا دل | کہ ہم آپ خود حل کرین اپنی مشکل

سہارا نہین ڈھونڈتے مرد عاقل
وہ اغیار کو کرتے نہین اپنے عاطل

مگر ہم نہین کام لیتے قوا سے
مصیبت کے شاکی ہین ہردم خدا سے

نہین اس سے بڑھکر کوئی کفر نعمت
کہ انسان خدا کی کرے کچھ شکایت
نہ سوچے مرض اور نہ دیکھے علامت
نہ ڈھونڈے کبھی کوئی اسباب صحت

کرے اپنی تقدیر ہی پر بھروسہ
کہ گویا ہین بیکار سب اس کے اعضا

بہائم سے بدتر ہے انسان ایسا
جو کرتا ہے بیکار سب اپنے اعضا
فراغت نہین جانور کو بھی اصلا
بڑی جستجو سے وہ پاتا ہے دانا

نہین وہ مقدر پہ کچھ جم کے بیٹھا
بھروسہ خدا کا ہے کوشش کی آسا

مگر عقل سے ہم نہین کام لیتے
تدبر کا ہر گز نہین نام لیتے
جو کرتے مشقت تو ہم دام لیتے
اوٹھاتے صعوبت تو آرام لیتے

یہ دنیا مکافات کا اک مکان ہے
ہر اک رنج و راحت کا سامان یہان ہے

ہر اک فعل کا اک نتیجہ بیان ہے
ہر اک بیج مین ایک پودا نہان ہے
ہر اک شاخ مین ثمرہ جاودان ہے
ہر اک پھول پھل مین اثر بے گمان ہے

ہر اک چیز کے جب سبب ہین نتیجے
تو ہر کام مین عقل سے کام لیجئے

خدا نے بنایا نہین ہم کو پتھر
کہ بے حس و حرکت رہین ایک جا پر
جہان چاہین پھینکین رہین سب اوٹھا کر
مگر خود نہ ہم ہل سکین ایک جو بھر

نہین ایسا مجبور انسان ہرگز
نہین وہ جماد اور بے جان ہرگز

خدا نے دیا ہے وہ انسان کو جوہر   خدائی مین کوئی نہین جس کا ہمسر
زمین۔ آسمان۔ مہر و مہتاب و اختر   نہین عقلِ انسان کے کوئی برابر

زر و گوہر و لعل و الماس و مرجان
یہ سب ہین مگر سب سے اشرف ہے انسان

ذرا اپنی نسوان کی حالت بھی دیکھو   دماغ و قوا جسم و ہیئت بھی دیکھو
خیالات و افکار و عادت بھی دیکھو   طبیعت مزاج اور خصلت بھی دیکھو

نہین عقل نسوان مین در اصل باقی
کہان ان مین انسان کی ہے فصل باقی

وحوش و بہائم سے بتر ہے حالت   غرض کر چکی کام اپنا جہالت
فنا کر چکی جسم و جان سب حجابت   مٹا کر رہی دین و ایمان ضلالت

نہ واقف خدا سے نہ آگاہ دین سے
نہ قرآن سے مطلب نہ شرع متین سے

نہین کچھ بھی اسلام کی بو ہے انمین   نہ اسلامیون کی ذرا خو ہے ان مین
نہ پابندئی دین سر مو ہے ان مین   بہت کم ہے خوشخو جو خوشرو ہے انمین

نہین انکو کچھ کام علم و ہنر سے
تمدن سے اخلاق سے خیر و شر سے

نہین جانتین وہ کسی شے کی فطرت   نہ انسان کی خو بو نہ حیوان کی خصلت
انہین ایک ہی سے ہے جہالت بصیرت   فوائد سے مطلب نہ خوفِ مضرت

وہ ہین اس قدر کور دل اور جاہل

سمجھتی ہیں امرت کو زہر ہلاہل

نہیں ان کو علم شریعت ذرا ہے　　نبیؐ کون ہے اور اللہ کیا ہے
خدا انکا اور ان کا مذہب جدا ہے　　غرض شرک و بدعت انہیں سب روا ہے

نہیں جانتیں عورتیں کفر و ایمان
فقط گائے کے گوشت سے ہیں مسلمان

کوئی زین خان کو سمجھتی ہے قادر　　کوئی شیخ سدو کی کرتی ہے خاطر
کوئی جانتی ہے ہٹیلے کو قاہر　　کسی کے ہے دلمیں بڑا خوف ساحر

کہاں انکو خوف خدا اسقدر ہے
کہ جتنا انہیں ان جنیشون کا ڈر ہے

دہڑلے سے کرتی ہیں قبرونکو سجدے　　مقابر مساجد ہیں معبود بندے
گلے میں ہیں انکے وہ شیطان کے پھندے　　کہ ورزات ہیں انکو نذرون کے دہندے

علم - تعزیے - نال - جھنڈے - مقابر
یہ ہیں انکے حاجت روا اور قادر

نہیں جانتیں وہ کلام خدا کو　　طریقت کو سنت کو روز جزا کو
فرائض نہ احکام رب العلیٰ کو　　نہ ارشاد و فرمان خیر الوریٰ کو

خدا ہی سے جب انکو مطلب نہیں ہے
تو کیا ان میں ہمدردی اہل دین ہے

عجب عورتون کے عقیدے ہیں باطل　　فقیرون سے اولاد و دولت کی سائل
سمجھتی ہیں عالم انہیں جو ہیں جاہل　　نہیں جانتیں وہ فضائل رذائل

انہیں عقل و ادراک سے کیا غرض ہے
رواجون کی پابندیون کا مرض ہے

چڑھاتی ہین قبرون پہ وہ جا کے چادر　　سمجھتی ہین بندون کو خالق کا ہمسر
نہ ڈر ہے خدا کا نہ خوف پیمبر　　کہ مانگین مرادین وہ مردون سے جاکر
جو تھے زندگانی مین بے زور و قوت
ہوئی انکو مرتے ہی حاصل حکومت

ہزارون زناکار و مکار و جاہل　　ٹھگون کے گرو اور شیطان خصائل
سرون پر عمامے گلون مین حمائل　　مگر زر زمین زن پہ سو جان سے مائل
بظاہر تو ہے زال دنیا سے نفرت
مگر دل مین ہے نوجوانون سے الفت

وہ ریش دراز اور وہ تہہ بند جبا　　بسنتی عمامہ ملاگیری کرتا
وہ پیری مریدی وہ ہفتون کا چلّا　　وہ تعویذ گنڈے دعا وہ فلیتا
وہ تہلیل و تسبیح و ورد و وظائف
عمل پر ہین ایسے کہ شیطان ہی خائف

وہ کرتے ہین عیش عورتون کی بدولت　　خدا ہی بچائے تو بچتی ہے عصمت
سعادت سمجھتی ہین جو ان کی خدمت　　نہین ان کو دنیا کی کوئی بصیرت
جہالت سے ایسے اٹھاتی ہین نقصان
تدارک کا ان کے نہین کوئی امکان

اگر گھر مین ہو جائے بیمار بچا　　یقین اس پہ سایہ کا ہوتا ہے ہرجا
طلب ہوتے ہی جلد آتا ہے ملّا　　بتاتا ہے وہ کوئی صدقہ اتارا
نہین عورتون کو غرض کچھ دوا سے
فقط کام ہے فال نقش و دعا سے

کوئی فال کھلواتی ہے یہ سمجھ کر　　کہ معلوم ہو کون ہے اس کے سر پر

کہ بچے کو ہے سایۂ جن مقرر
یہ کہتا ہے ملّا نہ ہووے گا جان بر
نکالا تھا بچے کو جب تم نے باہر
تو اسوقت اوڑتا تھا اک جن ہوا پر
نظر آیا آغوشِ مادر مین تارا
قضارا زمین کی طرف اس نے دیکھا
ہوا تیرے بچے پہ وہ دل سے شیدا
جو مدت سے فرزند کی تھی تمنا
نہین دی تھی خالق نے اولاد اسکو
بنایا تھا گلشن مین شمشاد اوسکو
تصدق کرو کچھ ابھی سیم و زر تم
اتارو بہت جلد جا کر نظر تم
پلانا یہ تعویذ وقتِ سحر تم
کھلاؤ فقیرون کو حلوائے تر تم
دوا کا نہ لینا مگر نام ہرگز
نہ ہوگا اسے اس سے آرام ہرگز
ستارے کی گردش بتاتی ہے کوئی
نجومی کو گھر مین بلاتی ہے کوئی
برہمن کو صدقہ دلاتی ہے کوئی
کھڑے ماش جو تیل لاتی ہے کوئی
کوئی پوچھتی ہے نجومی سے آکر
برے ہین کہ بچے کے طالع ہین بہتر
کہ اب ہے قمر برج عقرب مین آتا
وہ پوتھی مین یہ دیکھکر ہے بتاتا
کرو دان پُن اس سے ہے روگ جاتا
کٹھن ہے گھڑی پر کرے سہل داتا
سنیچر متھن راس مین آگیا ہے
اسی سے ترا چاند گہنا گیا ہے
کہ ہے جان کا جس مین بچے کی دھوکا
ابھی ڈیڑھ دن ہے سنیچر کا پھیرا
کہ جلدی سے دو تم برہمن کو صدقا
اتارا فقط ہے یہی اس بلا کا

کھڑے پاس ہے جو تیل کچھ سونا رو پا
کرو گر تصدق تو سمجھو ہو چنگا

ادہر تو اترتے ہین صدقے برابر
اُدہر شاہ صاحب کی آمد ہے اندر
کوئی چومتی ہے قدم ان کے آکر
کوئی پاؤن پر رکھے ہی دیتی ہے سر
کوئی ہاتھ جوڑے کھڑی ہے مؤدب
کہ گویا وہ بر لائین گے دل کے مطلب

کوئی شاہ صاحب سے کہتی ہے رو رو
خدا کے فقیرون کے قائل ہین ہم تو
نہین رکھتے دل مین عقیدہ ذرا جو
انہین فائدہ پھر دعاؤن سے کیا ہو
ہمین تو تمہارا ہی بس آسرا ہے
کہ نیچے ہو تم اور اوپر خدا ہے

جو چاہو تو مردے کو زندہ کرو تم
قضا و قدر سے نہ ہرگز ڈرو تم
پہاڑون کو جھولی مین اپنی بھرو تم
قدم آسمانون پہ اوڑ کر دھرو تم
زمین سے فلک تک تمہارا عمل ہے
تمہین ہے خبر اُسکی ہونا جو کل ہے

یہ ہے عقلِ نسوان کی افسوس حالت
ٹپکتی ہے ہر فعل سے اسکے وحشت
نہین ان سے مردون کو کوئی بھی راحت
نہ گھر کی صفائی نہ حفظانِ صحت
سلیقہ نہین خانہ داری کا ان کو
نہ کچھ یاد گر غم گساری کا ان کو

نہ علمی مشاغل نہ کچھ شغلِ صنعت
لڑائی کی یا پان کھانے کی عادت
کوئی دم نہ بیکار باتون سے فرصت
نہ دنیا کا کھٹکا نہ عقبےٰ کی دہشت
نہین کوئی بے کار مخلوقِ عالم

زر سب ہے لیکن یہ اک صنف آدم

مکان ان کے تاریک بدبو بھرے ہیں غلاظت نجاست کثافت کے تودے
نہ پھولون کے گملے نہ سبزون کے پودے جو سبزہ کہین ہے سو وہ بے اراوے

نہین پر گل لالہ پانون کی پیکین
کہین شاخ مرجان ہین جھاڑو کی سیکین

پڑا ہے کہین منتشر گھر کا سامان کہین دست بقچہ کہین جیب و دامان
کہین پاندان عطردان اور قلمدان کہین میلے کپڑے کہین کہنہ وریان

غرض ہر طرف جہل و وحشت عیان ہے
بتاؤ تو ترتیب سامان کہان ہے

لباس ان کا رنگین باریک بھاری مگر سر سے تا پا متانت سے عاری
لگا ہے بہت جس مین گوٹا کناری نہین وہ بھی عورت کی کچھ دستکاری

لباس ایسے ہوتے نہین جلوتون کے
حقیقت مین کپڑے ہین یہ خلوتون کے

پرانے زمانے کے سارے ہین زیور وہی بالیان سپتے نتھ اور جھومر
کٹے بوجھ سے کان اور ناک اکثر چھدانے کی تکلیف اللہ اکبر

مکانون مین جھنکار ہے وہ چھڑون کی
کہ محبس مین ہے بیڑیون کی کڑکڑونکی

ادھر ناک زخمی ادھر کان چھلنی بگاڑا تکلف نے سب حسن فطری
بلاق اور لٹکن سے ناپاک بینی ہے زیبا کہے کوئی اٹنی کی پھبتی

یہ زیور بتاتے ہین تہذیب وحشت
ہمارے مذاق اور تنزل کی حالت

کہاں تک لکھوں میں جہالت کی رسمیں حقیقت میں ہیں سب یہ وحشت کی رسمیں
عرب کی نہ ہیں شریعت کی رسمیں نہ انسانیت آدمیت کی رسمیں
انھیں ریت رسموں نے میٹا ہے ہمکو
خوشی کو نکالا بسایا ہے غم کو

غرض عورتیں اہل یورپ کی ساری معطل نہیں ہیں کہ جیسی ہماری
کوئی بجز تعلیم کرتی ہے جاری سکھاتی ہے مذہب کوئی دستکاری
غریبوں کی خدمت میں مصروف کوئی
سخاوت میں مشہور و معروف کوئی

کوئی پند دیتی ہے سڑکوں پہ جاکر کوئی بزم میں آکے دیتی ہے لکچر
گدا کی طرح کوئی پھرتی ہے گھر گھر کہ منوائے چندے سے مکتب کہیں پر
کوئی مانگتی پھرتی ہے اس غرض سے
کہ بیمار جان بر ہو مہلک مرض سے

کوئی آپ اپنی مدد کر رہی ہے مشقت میں محنت میں کد کر رہی ہے
کوئی وعظ باشد و مد کر رہی ہے کلیسا میں حمد احد کر رہی ہے
نہیں رائیگان وقت کرتی ہیں اپنا
خزانہ کمائی سے بھرتی ہیں اپنا

وہ ہیں اپنے شوہر کی مونس سفر میں پہاڑوں میں میدان میں بحر و بر میں
رفیق اور غمخوار خوف و خطر میں معلم ہیں وہ اس کے بچوں کی گھر میں
مصیبت میں کام آئیں مردوں سے بڑھکر
غریبوں کا غم کھائیں مردوں سے بڑھکر
بٹاتی ہیں وہ اپنے مردوں کی محنت گھروں کو بناتی ہیں وہ رشک جنت

انھین سے ہے مردون کو آرام و راحت قدم دھرتے ہی گھر مین جاتی ہے کلفت

لباس مکلف ہین سب کے پردون مین

ہین لیڈیان ہین یہ حورین گھرون مین

مکان ان کے دنیا کے جنت ہین گویا لطافت نزاکت نفاست سے ہے چربا

کہین بج رہا ہے خوش آواز باجا کسی کی ہے آواز جیسی پپیہا

گلون کی وہ گملیان وہ پھولون کی بیلین

وہ دلچسپ تختے وہ اون کی کلیلین

ہوا وار کمرے تو سامان مکلف ہر اک چیز پاکیزہ نادر مالُف

کہین آئینے وہ محدب مجوف نظر جن مین آتی ہین شکلین مخوف

لگی ہے قرینہ سے میز اور کرسی

تپائی پہ ہین کچھ کتابین بھی درسی

لباس ان کے سادہ ہین اور وضع پیاری فدا جس پہ قدرت کی ہے دستکاری

تکلف بناوٹ سجاوٹ سے عاری بنت ہے نہ جس مین نہ گوٹا کناری

عجب سادگی ہے سنگارون مین انکے

قیامت ہے لیکن نکھارون مین ان کے

وہ ڈفرن کی لیڈی کے کارنمایان کیا عورتون پر بڑا جس نے احسان

مہیا کیا جس نے درد و دوا و درمان مرض کی دوا تندرستی کا سامان

بلا سے چھوڑایا ہے بیماریون کو

اجل سے بچایا ہے آزاریون کو

بہت ہین وہان ایسی ہمدرد نسوان جو ہین قوم پر اپنی سو جان سے قربان

سمجھتی ہین قومی ضرر نفع و نقصان عمومی ترقی کی ہین دل سے خواہان

وہ ہین اسقدر ملک پر اپنے شیدا
کہ ہے اسکی خاطر انہین ہر دکھ گوارا

ہین امداد کے ڈھنگ بھی کچھ نرالے — جو گرتے ہین دیتی ہین ان کو سنبھالے
وہ پالین انھین جن کو مان بھی نہ پالے — کھلاتی یتیمون کو ہین خود نوالے

سمجھتی ہین تکلیف کو عین راحت
اگر قوم کو ان کی ہو اس سے عزت

وہ ہین اسپتالون مین غیرونکی مونس — لڑائی مین زخمی دلیرون کی مونس
مصیبت مین مجبور شوہرون کی مونس — غریبی مین سوچی کسیرون کی مونس

غرض اپنے اہل وطن پر فدا ہین
عمومی خیانت سے نا آشنا ہین

یہ دنیا ہے اصلی کتاب حقیقت — کہ ہے جس مین منقوش ہر شی کی فطرت
نہان ذرے ذرے مین اسرار حکمت — جو آنکھون کو کھولین تو پائین یہ دولت

غلط علم پڑھتے ہین لڑتے ہین ناحق
کہے سچ جو کوئی بگڑتے ہین ناحق

خدا نے ہمین دی ہین آنکھین کہ دیکھین — دیا دل کہ دیکھین جسے خوب سمجھین
حواسون سے اپنے خواصونکو سیکھین — جو سیکھین اسے خوب محفوظ رکھین

تجارب سے جو علم آتا ہے ہم کو
وہی سیدھا رستہ بتاتا ہے ہمکو

اگر کوئی بچہ مقید ہو گھر مین — نہ دیکھے کوئی چیز وہ عمر بھر مین
رہے اسطرح جیسے کیڑا حجر مین — نہان تخم ہو جسطرح سے ثمر مین

تو کیا عقل وادراک کا حال ہوگا

وجوش و بہائم کا احوال ہوگا

وہ انسان کی سچی خوشی اور فرحت وہ قدرت کا نظارہ اور وہ مسرت
وہ دلچسپ بے حد تماشائے فطرت وہ دنیا کا ناٹک کہ ہو جس سے عبرت

نہین اپنی عورات کی قسمتو نمین
مقید ہین رسمون مین اور وحشتو نمین

غرض واجب الرحم حالت ہی ان کی توجہ کے قابل ہلاکت ہے ان کی
ہمین جس نے میٹا جہالت ہی ان کی نہین فرض کیا کچھ ہدایت ہے ان کی

خدارا ذرا اپنے دل سے تو پوچھو
یہ انصاف ہے ان کو حیوان رکھو

یہ تاکید ہے اہل قرآن کو دین مین کہ باعلم ہون عورتین مسلمین مین
کرین علم حاصل جو ہو ملک چین مین اگر شک ہو دیکھو حدیث متین مین

فریضہ پیمبر نے جسکو بتایا
اسے ہم نے افسوس دل سے بھلایا

محب مانگ اب یہ دعا تو خدا سے رہائی ہو نسوان کی دام بلا سے
تعصب کے پھندے سے حرص و ہوا سے جہالت سے مردون کی جور و جفا سے

جو مشکل ہمین ہے وہ آسان خدا کو
وہ چاہے کرے مستجاب اس دعا کو

مقدس شراب خوری

گذشتہ زمانہ کے مذہبی لوگون کی حالت اور ایک گرجا کی شرابخوری اور تھہ بازی

جب آفتاب خون شفق مین نہا چکا　　دن کے لہو کا چرخ بھی دریا بہا چکا
شب کا سمان جو گنبد گردون پہ چھا چکا　　روئے روز زیر زمین منھ چھپا چکا
ظلمت بڑہی تو نور نے چھوڑا خیام کو
شاہ حبش نے چھین لیا ملک شام کو

زنگی شب کے تخت مین آیا جو ملک روم　　ڈوبا زمین مین مہر برآمد ہوئے نجوم
انجم کا بام چرخ پہ ہر جا ہوا ہجوم　　ہیرے چمک رہے تھے فلک پر علی العموم
تارون کا آسمان پہ عجب ازدحام تھا
کیا مخمل سیاہ پہ سلمے کا کام تھا

بام فلک پہ غرب مین زہرہ تھی جلوہ گر　　تابندہ اس قدر کہ خجل جس سے تھا قمر
غالب تھی اوسکی ضو جو ستارونکے نور پر　　اختر بھی پاس پاس کے آتے تھے کم نظر
پرتو جو ماہتاب کا زہرہ دکھاتی تھی
کچھ چاندنی فلک سے زمین پر بھی آتی تھی

کیا مشتری کا شرق مین بازار گرم تھا　　مریخ سرخ جامہ سے نوشاہ تھا بنا
سر پہ زحل تھا گوشۂ مغرب مین تھا سہا　　چھوٹے بڑے ستارونکی کثرت تھی جابجا
گو منتشر نجوم فلک بے شمار تھے
پر چشم اہل نجم مین ترتیب وار تھے

تابندہ کچھ جنوب مین تھے اختر کلان　　گویا جڑی تھین تختۂ نیلم مین چنیان
قوس قزح کے رنگ چمکنے مین تھے عیان　　نیرنگیان دکھاتا تھا ہر آن آسمان
تیر قضا سے کون سا محفوظ گھر ہوا
تارون کے ٹوٹنے سے یہ ثابت مگر ہوا

جلوے تھے حق کے نور کے بالائے آسمان　　غافل بہت تھے اور تھے بیدار بھی یہان

دن کے پرند و بچے درختوں میں تھے نہاں — شب کے طیور اپنے مکانوں سے تھے رواں
ظلمات و نور ایک سے تھے حیرت کی بات تھی
دن تھا کسی کو اور کسی کو یہ رات تھی

ٹوٹی عمارتوں سے اُڑے بھیڑ بھڑ کے بوم — چمگادڑوں نے سقف فلک پر کیا ہجوم
جنگل میں جھینگروں نے مچائی تھی ایک دھوم — شاخوں پہ چیختا ہوا پھرتا تھا چغد شوم
مینڈک جو بولتے تھے تو مرچنگ بجتے تھے
پانی میں جل ترنگ کے سو رنگ بجتے تھے

کتوں کے بھونکنے کی وہ آواز جاں گزا — وہ شب کے پاسبانوں کی اونچی کڑی صدا
ان سب پہ پر بلند تھا مستوں کا قہقہا — گھر میں خدا کے نعرۂ ہو حق کا شور تھا
پیتے تھے جب شراب تو مے گدگداتی تھی
ہر قہقہے کی چرخ پر آواز جاتی تھی

اس رات کچھ عجیب کلیسا میں تھی بہار — تھی بیچ میں بچھی ہوئی اک میز زرنگار
تثلیث پر جو سارے عقیدوں کا تھا مدار — اس میز سے بھی شکل صلیبی تھی آشکار
عیسیٰ کو حق نے چرخ پہ زندہ اٹھایا تھا
شیطان نے صلیب کو لا کر بچھایا تھا

بیٹھے تھے گرد میز کے جو ساٹھ پادری — کرتے تھے جو مسیح سے ہر دم برابری
ڈرتے نہ تھے خدا سے یہ تھی ان میں خود سری — گھر میں تھی ان کے دولت کسریٰ و قیصری
قاروں کی کیا بساط تھی یہ وہ غریب تھے
دنیا کے سارے عیش انھیں کو نصیب تھے

روشن تھے ان کے سامنے کافور شمعدان — تھا مشک اور عود کا پھیلا ہوا دھواں
سرخ و سفید چہروں سے ان کی یہ تھا عیاں — دنیا کا سارا عیش انھیں کو ہے بیگماں

آسودگی تھی لطف بھی دونون جہان کا تھا
کچھ خوف تھا یہان کا نہ کھٹکا وہان کا تھا

کھا کھا کے مال مفت وہ موٹی تھی اسقدر — بھینسے تھے یا کہ گینڈے تھے کرسی پہ جلوہ گر
سب فربہی سے دیو سفید آتے تھے نظر — نقارے پیٹ ہو گئے تھے انکے پھولکر
دین مسیح پاک سے زر ہاتھ آیا تھا
دنیا کو ترک کرکے عجب عیش پایا تھا

بیٹھا مقام صدر پہ تھا پیر پادری — دنیا و دین کی فکر سے تھا مطلقاً بری
عیسیٰ کے دین کی کرتا تھا یہ ست رہبری — اس کے ستم سے کانپتے تھے ظلم ناوری
عیسیٰ تو کیا خدا کے غضب سے نہ ڈرتا تھا
لاکھون کو ایک آن مین یہ قتل کرتا تھا

بیٹھا تھا اس کے سامنے اک اور بادہ خوار — کہتا تھا جھوم جھوم کے نشہ مین باربار
اے اتو وا پیو کہ نہین ہم کو خوف نار — گر جرم بھی کروگے نہ ہوگے گناہ گار
مین رند ہون نہ قائل روز الست ہون
وہ غسل مجھکو مے سے کہ مین مے پرست ہون

ایبٹ سے پھر وہ بولا کہ فادر شراب دے — اے میرے باپ خوک کے لا کر کباب دے
عیسیٰ کے واسطے قدح آفتاب دے — ساقی جواب دے مرے فادر جواب دے
اٹھون کبھی صلیب کے اوپر کبھی گرون
وہ تیز مے پلا دے کہ مین ناچتا پھرون

سجدے مین اسقدر مین جھکاؤن پھر اپنا سر — ماتھا کوئین کی تہ مین لگے جا کے سر بسر
اٹھون تو پہنچون لے کے صلیب آسمان پر — چھلک کر پیون شراب مقدس خدا کے گھر
مے سے بچے فلک پہ کوئی جب مین جاؤنگا

لہ ایبٹ پادریون کا افسر
لہ [illegible]
عہ [illegible]
[illegible]

عیسیٰ کو بن پلائے ہوئے مین نہ مانونگا

مانگون گا یہ دعا کہ مرا حلق ہو دراز   پہنچے سما سے تا بہ سمک بڑھ کے بے نیار
ہو پیٹ میرا کوہ ہمالہ سا کارزار   دریا شراب کے مین پیون کر کے منھ کو باز
برسے فلک سے روز یہ باران شراب کا
برپا جہان بھر مین ہو طوفان شراب کا

یہ کہہ کے اس حریص نے پھر جام مے بھرا   کانپے جو ہاتھ رعشہ سے لب تک نہ وہ گیا
جبہ پہ سب شراب گری جام جب ہلا   دامن سے فرش تک عرق آتشین بہا
چنگاریان سی آتش مے کی چمکتی تھین
بنت عنب کے خون کی بوندین ٹپکتی تھین

امرس کا حال دیکھہ کے اک منک نے کہا   بیٹھا تھا اس کے سامنے کرسی پہ جو ڈٹا
دیکھو تو پادری کو بھی کیسا نشہ چڑھا   کرتا نہین وہ فرق کوئی بت ہو یا خدا
پیتے ہین جب شراب تو سب رنگ لاتی ہین
انسان فرشتے دونون یہان سر جھکاتی ہین

امرس نے سن کے تلخ سخن یہ دیا جواب   بیٹا یہ مے ہے حضرت ہارون کا خضاب
ڈاڑھی مین اپنی ملتے تھے یہ تیل وہ جناب   کپڑون پہ اون کے گرتا تھا یہ پاک سرخ آب
خطرے ہمین نہین ہین عذاب و ثواب کے
بندے ہین ہم تو مست خدائے شراب کے

بیٹا پیو شراب کرو رات دن خوشی   دولت جہان کی ہمکو خداوند نے ہے دی
قربانی مسیح ہمین پاک کر چکی   پھر کس لئے اوڑائین نہ ہم چین جیتے جی
ہم تو اسی پری کے سہارے سے جیتے ہین
بابا ہمارا پیتا ہے اور ہم بھی پیتے ہین

غصے سے آگ ہو کے یہ ایسٹ نے تب کہا　　امرس شراب کرتا ہے برباد ہے یہ کیا

خون مسیح پاک گراتا ہے بے حیا　　پی تھوڑی تھوڑی حرص سے جاتا ہے کیوں مرا

آتش نگل رہا ہے تماغٹ نہیں وہاں

یہ پیٹ ہے کہ دیگ ہے پیپا ہے یا کنواں

سن اب گرا زمین پہ اگر قطرۂ شراب　　نازل کرے گا تجھپہ خداوند پھر عذاب

جو تون کا تیرے سر پہ برس جائیگا سحاب　　عیسیٰ کا باپ تجھکو کرے گا بہت خراب

[illegible] تری منہ میں ڈالونگا

گردن پکڑ کے پیچ سے باہر نکالونگا

کبڑی کو ڈال کر تری گردن میں او خبطی　　مینڈھے کی طرح کھینچتا لیجاؤنگا ابھی

لو لو کہیں سے گے پیچھے ترے سب یہ پادری　　سر سے ترے اتار دون کیا سایہ پری

بگڑوں کا ہیں تو ارض و سما کانپ جائینگے

روح القدس مسیح نہ پھر کام آئینگے

امرس نے مسکرا کے بصد عجز یہ کہا　　پاپا کوئی بھی ہوتا ہے بچوں سے یوں خفا

میری تو ہے شراب ہی دن رات کی غذا　　میں شیر دختِ رز ہی کو پی پی کے ہوں پلا

خالق نے روح خمر سے یہ جان بنائی ہے

گھٹی میں میری ماں نے مجھے مے پلائی ہے

پاپا وہ لال لال چمکتی ہوئی شراب　　ہے جام مے کہ ہاتھ میں ساقی کے ہے گلاب

نکلا ہے آج ارض کلیسا سے آفتاب　　جاتی ہے تا بہ چرخ ضیائے رخ شراب

گھر میں خدا کے رحمت حق کا ورود ہے

ہے صبح تو فلک پہ یہاں عین نمود ہے

پاپا میں جب مروں مجھے دینا نہ تو کفن　　ہو بعد مرگ تاک کے پتون کا پیرہن

پہلے شراب ناب سے دھونا مرا بدن　　انگور کے گلون سے بنانا مجھے دلہن

کافور ہو نہ پھول نہ خوشبو سے بُرادہ ہو

تابوت میرا تاک کے تختون کا بنا ہو

پاپا مری لحد ہو تہ دار بست تاک　　انگور بو کے تاکہ ہو پھر بادہ میری خاک

خوش ہون گے اس شراب کو پیکر جو سینہ چاک　　وہ جو جہان کی فکر سے ہو جائینگے وہ پاک

دنیا و دین کے غم سے واللہ پاؤنگا مین نجات

زاہد کی زندگی سے تو بہتر ہے یہ ممات

مرنے کے بعد لاش میری دفن ہو وہان　　شاداب کوئی تختۂ انگور ہو جہان

مین خاک مین بھی ملکے پیون آب ارغوان　　ہو قبر مین بھی روح مری مست و شادمان

برزخ مین جا کے میکدہ پاپا بناؤن مین

قبل از نشور مردون کو مے سے جلاؤن مین

پاپا مجھے بنا کوئی پھر پیر یا ولی　　ہو مست شاہ نام میرا بعد مرگ بھی

ہر سال میری قبر پہ ہو عرس پیر جی　　بنت عنب کے ساتھ کرین رقص پادری

عیسیٰ پلائین گے جو پیالہ شراب کا

مستون کو خوف ہوگا نہ روز حساب کا

پاپا پسند طبع نہ ہو یہ اگر سخن　　رنگنا مرا شراب ہی سے سُرخ پھر کفن

دولہا بنا کے گاڑنا خم مین یہ میرا تن　　بھٹی مین مے کی یا کہ جلانا مرا بدن

مر کر بھی روح میری یہ پیر مغان بنے

مٹی سے میری جام مئے ارغوان بنے

تھی پیر پادری کی عبث ڈانٹ اور ڈپٹ　　چت کوئی تھا کلیسا مین کوئی پڑا تھا پیٹ

دیتا تھا ایک دوسرے کو زور سے اُکٹ　　جاتا تھا کوئی نشہ مین خود آپ ہی پلٹ

بندر کی شکل کو وے تے پھرتے تھے کچھ الگ
و بکا تھا کوئی میز کے نیچے مثال سگ

گرتے تھے کرسیون سے دہا دہم جو بادہ خوا
شیشون کے ٹوٹنے کی تھی جھنکار بار بار

گر گر کے چور ہوتے تھے ساغر جو بیشمار
فرش زمین پہ انجم تابان کی تھی بہار

مستی مین منہ کھلے تھے مگر کان بند تھے
ہپ ہپ کا شور ہرون کے نعرے بلند تھے

ٹوپی اچھالتا تھا کوئی مست بار بار
اتری تھی زیر ران کسی ہوش کی ازار

پتلون کوٹ ایک نے ڈالا تھا سب اُتار
کرتا تھا کوئی جیب و گریبان کو تار تار

ڈگ چلتے تھے کہین کوئی روتا تھا ہنستا تھا
سر پر کسی کے جوتیون کا مینہ برستا تھا

حد سے سوا جو بڑہ گیا طوفان انتشار
ایبٹ کو جز سکوت نہ تھا کوئی چارہ کار

نزدیک تھا کہ اوسکو بھی ہیٹین یہ بادہ خوار
عیسیٰ کا خر سمجھہ کے ہون پھر اسپہ بھی سوار

خوف خدائے پاک تو وسلے مٹایا تھا
آمرس کا رعب و داب مگر سب پہ چھایا تھا

قوت مین ڈیل ڈول مین تھا سب سے وہ زیاد
انسان نہ تھا یہ فیل تھا یا کوئی دیو زاد

طفلی ہی سے جو مشق ستم مین تھا اوستاد
کرتا تھا بات بات مین یہ فتنہ و فساد

خونخوار دل تھا اسکی تھی گو چال بھیڑ کی
پہنی تھی بھیڑیے نے مگر کھال بھیڑ کی

غرّایا صوت سخت سے وہ گرگ مثل سگ
آواز مے سے بیٹھی تھی پھولی تھی شاہ رگ

ہیبت سے اسکی ہٹ گئی پشت ورسی لگ
کونون مین و بکے جاکے کئی پادری الگ

ہوتا ہے سنگ آگ اگر گرم ہوتا ہے

لوہا تو گھن کی ضرب ہی سے نرم ہوتا ہے

بولا وہ اپنا پیٹ ہے یہ مسجد حرام قربانیان چڑھاتے ہین سب جسپہ صبح و شام
بیت الحرم یہی یہی جبرئیل کا مقام روح القدس مسیح تو ہین پیٹ ہی کی نام
پیتا نہین شراب کا مین خون بہاتا ہون
قربان گھہ پہ بنت عنب کو چڑھاتا ہون

قربان جان و دل سے ہون نام مسیح پر مجھہ سا شہید دین مسیحا ہی کون خر
یہ جام مے ہے جام شہادت کرو نظر کرتی ہے دخت رز مجھے ہر دم لہو مین تر
ٹکڑے کلیجہ جس سے ہو وہ زہر پیتا ہون
سو بار قتل ہوتا ہون سو بار جیتا ہون

یہ سن کے قہقہون کا ہوا شور پھر بلند رینکنے گدہے تو گونج اٹھی سقف سنگ بند
گرجا مین ہن ہنانے لگے ہر طرف سمند حیوان تھے سارے دین مسیحی کے ہوشمند
ایبٹ ذرا جوان کے تمسخر کو روکتا
یہ مست پادری اسے پھر خوب ٹھوکتا

چڑھتا ہے بھوت خمر کا سر پر کسی کے جب کرتے ہین کوچ ہوش و خرد و عقل و فکر سب
رو کے خدا بھی آ کے تو وہ باز آئے کب رہتی نہین نشے سے شرم و حیا پھر نہ خوف رب
نشہ مین عقل و دین کی کہان مانتا ہی وہ
ناصح کو اپنے دشمن جان جانتا ہے وہ

امرس شراب پی کے جو ہوتا تھا بدحواس عیسی کے باپ کا بھی نہ تھا کوئی اسکو پاس
ڈاڑہی کو پوپ کی وہ سمجھتا تھا خشک گھاس نرم و سفید بال تھے گویا نئی کپاس
چپتین گھٹے سرون پہ کبھی مار جاتا تھا
ریش دراز پوپ مین آتش لگاتا تھا

پھر کر سو ہیر سے کیا اوسنے یہ کلام میری حسب نسب سی تو واقف ہین خاص عام
بیٹا ہون بادشاہ کا ہے فخر کا مقام اورون کی طرح مین نہین کم ذات یا غلام
راہب ہوا ہون مین نہ امیری کیواسطے
چھوڑا ہے سلطنت کو فقیری کیواسطے

ثروت کو مین نے ترک کیا لی گدا اگری عیسی کے انکسار پہ قربان ہے قیصری
کرتی ہے دور راہ خدا سے جو خودسری دولت عدو ہے میری تو ہی وحشت بیزری
پیمان خدا سے ترک امیری کا باندہ ہے
عیسی سے مین نے عہد فقیری کا باندہ ہے

تو جانتا ہے نفس کشی کا ہے مجھکو شوق ہے ذکر و شغل و زہد و ورع کا بھی دلکو ذوق
گرون مین میری بندگی حق کا ہی جو طوق شیطان میرے تحت ہی روح القدس ہی فوق
واقف ہین سب کہ نصف شکم جو مین کہاتا ہون
خود آپ اپنے جسم پہ کوڑے لگاتا ہون

فاقون سے دیکھہ جسم ہے کیسا مرا نحیف سبکی مین تن ہے وزن پرکاہ سی خفیف
مین مارتا ہون نفس لعین کو جو ہے حریف رکہتا ہون مین سیچ سے روزے بھی تا خریف
مطلق لہو نہین ہے تو اطراف سر مین
مردہ ہون مین یہ گال مرے زرد زرد ہین

دبلے نحیف لوگ جو موجود ہین یہان ضعف بدن سے جنکی نمایان ہین ہڈیان
زردی رخ سے جنکی ہے فاقہ کشی عیان روزے پہ روزہ رکھنے سے یہ سب ہین نیم جان
میری طرح جو خوف خدائے زمن کرین
پھر جیتے جی یہ پیراہن اپنا کفن کرین

بیٹھے ہین یہ جو تارک الدنیا خدا نما دیتے ہین یہ فریب خدا کو بھی برملا

کھاتے ہین مال مفت کماتے نہین ٹکا　　یہ زہد یہ ورع یہ عبادت ہی سب ریا
سولی پہ چڑھ کے قہر خدا سے امان دی
ناحق خرون کیواسطے عیسیٰ نے جان دی

مکر و فریب و کذب و دغا مین ہین سب یطاق　　ابلیس ان سے سیکھے ابھی کینہ و نفاق
نیکی مین سست اور بدی مین ہین چست و چاق　　ہر امر مین حسد ہے تو ہر بات مین شقاق
عقبیٰ فروش قاتل عیسیٰ یہی تو ہین
کتے ہین پیٹ کے سگ دنیا یہی تو ہین

انکا خدا ہے زر تو تعیش ہے انکا دین　　گھر مین خدا کے بھی یہ حرامی کرین لعین
اطفال کے لہو سے ہے معبد کی تزئین　　انسان کا خون ہوتا ہے کفارہ بھی کہین
دنیا کا چھوڑنا بھی حصول جہان ہے یہ
کہتے ہین ترک نفس جسے وہ کہان ہے یہ

امرس یہ بک رہا تھا کہ تھرا یا آسمان　　سوئے زمین غضب کے فرشتے ہوئے روان
دوزخ ہوا کلیسہ روما کا سب مکان　　دم بھر مین قہر حق کا نظر آگیا سمان
دشمن اگر جہان ہو تو کوئی ضرر نہین
لیکن کہین بھی قہر خدا سے مفر نہین

اٹھا شمال و شرق کیجانب سے ابر تار　　بادل نہ تھا فلک پہ پہارون کی تھی قطار
دم بھر مین سقف گنبد نیلی تھی کوہسار　　تارون کی جا تھے سنگ کے انبار بےشمار
کوسون کہین فلک پہ نہ اختر نہ ماہ تھا
یہ شیشۂ بلور تو سنگ سیاہ تھا

ابر سیہ مین برق چمکتی تھی دم بدم　　کرتا تھا چرخ تیغ شرربار کو علم
بادل جو جھوم جھوم کے بڑھتی تھی ہر قدم　　فیلان مست مارتے تھے ٹکر باہم

کڑکے تھے رعد و برق کی آغاز ہر طرف
زنجیرین ٹوٹنے کی تھی آواز ہر طرف
جنگ و جدالِ فوج عناصر تو تھی اودہر — تھا اسطرف کلیسہ مین ستون کا شور و شر
غافل نزولِ قہرِ خدا سے تھے بے خبر — بجلی گری تو رہ گئے سب سہم سہم کر
جوش و خروش قلزم مستی گذر گیا
دم بھر مین بھوت خم کا سر سے اتر گیا
بجلی صلیب پر جو تڑپ کر گری وہان — گرجا یہ رعد گونج گئی سقف آسمان
سکان روم چونک پڑے کہکے الامان — دیوار شق ہوئی تو لرزنے لگا مکان
اکبار گی صلیب زمین پر جو گر گئی
تصویر مرگ سامنے آنکھون کی پھر گئی
اسوقت سومعہ مین قیامت کا تہا سمان — ہر پادری کے تن مین نہ تھی خوف سے حق جان
سجدے مین کوئی کوئی پس پشت و رنہان — اوندھا پڑا تھا روئے زمین پر کوئی وہان
آنکھون سے اپنی شعلۂ دوزخ جو دیکھا تھا
ہاتھون سے منہ چھپائے ہوئے کوئی بیٹھا تھا
خاموش مثل بت کوئی کو نیمین تھا کھڑا — بے ہوش کوئی میز کے نیچے ہی تھا پڑا
تختے کی طرح کوئی تھا دیوار مین جڑا — کوئی خم شراب مین تھا تا کمر گڑا
کرسی سے سر کے بل کوئی نیچے الٹ گیا
ڈر کر کسی کی پیٹھ سے کوئی چمٹ گیا
قہر خدا کو دیکھ لیا جبکہ روبرو — بولی قضا عبث ہے امان کی جستجو
نار جہنم آتش دوزخ ہی دو بدو — اس آگ مین پیو گے بس اب پیپ اور لہو
دیکھو محب شراب کو در اصل آگ ہے

شربِ خمر سے آتشِ دوزخ کو لاگ ہے

ہمارے زمانہ کی شاعری

کیا لکھین شعر کہ دل مین نہین کچھ جوش و خروش | اب زمانہ شادی کی خوشی ہی نہ کسی جشن کا ہوش
درد ہم قوم سے ہے اب تو یہ دل ہم آغوش | کنج عزلت مین پڑے رہتے ہین ہم خاموش

ہجو لکھین کہ ہمارے جریدے لکھین
مرثیئے قوم کے لکھین کہ قصیدے لکھین

اب تو کانون کو بری لگتی ہی جھوٹی تعریف | اس سے ممدوح بھی ہوتا ہی بہت دل مین خفیف
وہ سمجھتا ہے بناتا ہے کوئی مجھکو ظریف | پر وہ مدح مین یہ تو ہے مری ہجو لطیف

قد ہے چھوٹا مرا اور ضعف سی ہی جسم نڈھال
زور مین مین تو نہ رستم ہون نہ سہراب نہ زال

کچھ عجب بگڑا ہے اب مدح سرائی کا بھی رنگ | ہجو اور مدح کے لکھنے کا ہی بس ایک ہی ڈھنگ
جس نے دیکھی نہ ہو آنکھون سی کبھی توپ تفنگ | اور نہ مرغون کی لڑائی نہ بٹیرون کی جنگ

کرتے ہین اوس کی جو تعریف ہمارے شاعر
کہتے ہین رستم و سہراب اُسی سارے شاعر

ایک مفلس کی جو آجاتے ہین مداحی پر | اُسکو کر دیتے ہین قارون کا دم مین ہمسر
جم و دارا کو بنا دیتے ہین اوس کا چاکر | کہتے ہین اُس سے یہ دربان کو کہ ہی اسکندر

اپنے ممدوح سے گر ایک درم لیتی ہین
سلطنت دونو جہان کی اوسے دیدیتی ہین

کرتے ہین جاہل و ناوان کی جو تعریف بیان — کہتے ہین اس کو خوشامد سے کہ ہے یہ لقمان
سامنے اس کے ارسطو بھی ہے طفل نادان — اور سقراط و فلاطون مین یہ دانش ہی کہان
عالم گر ہو تو کوئی مدح کی حد مین ہو تمیز
خود ہی جاہل ہون تو کیون جہل و خرد مین ہو تمیز

ایک ظالم کی جو تعریف پہ آجائین کبھی — تو کہین شمر بد اختر کو حسین ابن علے
ذم پہ آجائین تو عاصم کو کہین یہ عاصی — اور شیطان کو خوشامد سے بنائین یہ ولی
مٹ گیا قوم سے فرق حق و باطل دونو
ایک ہین شاعرون کو فضل و رذائل دونو

خاین و مرتشی و فاسق و فاجر میخوار — ان کے ممدوح و معرف ہین یہی سب بدکار
عابد و زاہد و واعظ جو ہین انکے اغیار — ان پہ کیا پھبتیون کی ہوتی ہے ہر دم بوچھار
مدحت و ختر رز و صف کمر ہوتے ہین
عیب سب شعر ہی مین آکے ہنر ہوتے ہین

فحش و بدکاری و ہذیان و جنون عشاق — ہین یہ موضوع سخن جن مین ہو شاعر مشاق
عشق مین شہرۂ آفاق جنون مین ہو طاق — شوخی و ہزل و تمسخر سے بھی ہو اسکو مذاق
کس کی شامت ہے جو ان باتون مین باہر ہو کوئی
آج کل ہون یہ کمالات تو شاعر ہو کوئی

پاک شہدا ہو کوئی تب ہو تغزل مین کمال — قابل داد ہے ہر رنگ کا ناپاک خیال
لب پہ تہذیب کے جن بات تو نکلا آنا ہی محال — وہ نہ ہون پھر تو نہین شعر مین کچھ حسن و جمال
وہ خواہش کہ کبیران سے کبھی بڑھ نہ سکے

بے حیا بھی انھیں محفل میں کوئی پڑھ نہ سکے

تختۂ مشق جفا ان کی فقط ہیں عورات — جن کی تذلیل میں باقی نہیں انکو کوئی بات
ان کی اعضا کی وہ تشریح کہ جراح ہی مات — کوئی سرجن بھی نہیں کرتا ہے یون بد حرکات

شعر میں ان کے رُخ و کاکل و بیچان ہیں نہ بحر
زلف و چشم و کمر و ابرو و پستان ہیں نہ بحر

قیس و فرہاد کا ہر ایک ہی شاگرد رشید — کوئی وامق کا ہے اور کوئی ہی مجنوں کا مرید
ان کی دیوا نگی اشعار میں ہی قابل دید — تیغ ابرو کا ہے گھایل کوئی اور کوئی شہید

کہیں پھرتا ہے ہتیلی پہ لیئے سر کوئی
زہر کھائے ہوئے ہے سنبر و خطا پر کوئی

چیر کر سینہ دکھاتا ہے کوئی زخم جگر — پس دیوار کوئی پھوڑتا ہے اپنا سر
دشت و کہسار کا ہے کوئی لگاتا چکر — کوچۂ یار میں پھرتا ہے کوئی آٹھ پہر

روزن در سے کھڑا آنکھ لڑاتا ہے کوئی
دھجیاں جیب و گریبان کی اوڑاتا ہی کوئی

تیغ ابرو سے کوئی کاٹتا ہے اپنا گلا — کھینچتا دل سے کوئی تیر مژہ سے خستہ
مرغ بسمل ہے کوئی کشتۂ انداز و ادا — دم بدم کرتا ہے ہجور کوئی آہ و بکاہ

ہجر جانان میں کھڑا کرتا ہے ماتم کوئی
بستر غم پہ پڑا توڑتا ہے دم کوئی

کچھ ورندون سے بھی بڑھکر ہو مگر رشک و حسد — رشک عاشق کو جو لازم ہے تو معشوق کو کد
عشق کی راہ میں حایل ہو رقابت کی بھی سد — لطف ہے عشق میں جتنا ہو رقیبوں کا عدد

رشک کو جاتے ہیں جان سی گذرنیوالے
ایک معشوق کے ہون لاکھوں ہی مرنیوالے

کوئی چھپا ہے کہ ہوتا اک پردہ نشین پہ عاشق | سیکڑون نفس پرست عیش طلب اور فاسق
چار دیواری مین گھٹنے سے ہوئی اسکو دق | گھر کے پردے مین رقابت کی ہے کیسی شق
سخت پردے سے بھی گو خوف رقابت نہ گیا
دست نسوان سے مگر دامن عفت نہ گیا

وہی شاعر ہے جو عاشق ہو کسی کسبی پر | یاد واسوخت امانت کا ہو جس کو ازبر
رتبہ مومن کی دواوین پڑھے ہون اکثر | لذت عشق کے پڑھنے مین ہو یا عمر بسر
گو ہر اک علم و معارف سے مبرا یہ ہے
پر سخن سنج ہے اور شاعر غرا یہ ہے

علم و حکمت سے تو اذہان ہین انکے خالی | شان مین ان کے یہ فرماتا ہے شاعر حالی
"اڑتے ہین باغ سے اورون کی لگا کر ڈالی | قحبہ چون پیر شود پیشہ کند دلالی"
اب نہ دولت ہے نہ شمشیر و سپر ہے اپنی
شاعری بھی تو عجب پوچ لچر ہے اپنی

آئینۂ قوم

بلائے جہل مین یا رب نہ مبتلا ہو قوم | نہ پھوٹین قلب کی آنکھین نہ بیحیا ہو قوم
ذلیل و خوار نہ مفلس نہ بے نوا ہو قوم | نہ کبر و عجب و تعلی سے آشنا ہو قوم
دنائت و حسد و بغض کی نہ عادت ہو
یہ ذلتین ہون تو پھر قوم ہی وہ غارت ہو

بچا تو جہل و تعصب سے اے خدائے کریم | کہ ان کے سامنے کیا چیز ہے عذاب الیم
یہ آگ وہ ہے کہ دوزخ کو بھی ہے اسکا بیم | اسی کو جانتے ہین اہل علم نار جحیم

جلاؤ. گاڑو پس از مرگ جسم بیحس ہے
عذاب روح پہ ہے جسم خاک یا لبن ہے

قیام روح کے قایل ہین اہل حکمت و دین ‏ ‏ عذاب روح پہ ہوگا یہی ہے سب کو یقین
بتاؤ جہل سے بڑھ کر بھی ہے عذاب کہین ‏ ‏ نجات جسکی نہین ۔ ہے وہ جاہل بددین

جو شک ہو دیکھ لو قرآن مین کیا ہدایت ہے
ثنا ہے علم کی اور جہل کی مذمت ہے

حسد ۔ نفاق و غرور و تعلی و نخوت ‏ ‏ فریب کذب و خوشامد و دنائت و خست
شقاوت ۔ ازلی ۔ بزدلی ۔ عبودیت ‏ ‏ فساد نیت و خود مطلبی انانیت

ہر ایک شئے کی جہان مین سبب نتیجے ہین
یہ ایک جہل و تعصب کی سب نتیجے ہین

زوال[1] قوم مسلمان کے ہین یہی اسباب ‏ ‏ یہ اپنے جہل و تعصب سے ہین جہان مین خراب
خدا نے بھیجا ہے انپر عبودیت کا عذاب ‏ ‏ یہودیون پہ جو نازل کبھی ہوا تھا عتاب

مثال سنگ سوئے غار جہل گرتے ہین
جہان مین مارے ہوئے در بدر یہ پھرتے ہین

نہ[2] انمین خوف خدا ہے نہ پاس ملت و دین ‏ ‏ دھرا ہے طاق مین بت کی طرح کلام مبین
عمل کہ واسطے اتری تھی یہ کتاب نہین ‏ ‏ مرے جو کوئی تو پڑھنے کی نوبت آتی کہین

سبب عقوبت و ذکر نجات یہ نہ سنین
عتاب کیون نہ ہو جب حق کی بات یہ نہ سنین

قریب تر ہے کہ یہ قوم ہو جہان سے فنا ‏ ‏ کہ اسمین باقی ہے غیرت نہ عبرت اور نہ حیا
غرور قوم ہے دل مین نہ حب ملک ذرا ‏ ‏ غرض سے کام ہے اپنی کسی سی مطلب کیا

یہ اپنے عیش مین سرمست ہین جہان مرجائے

[1] عتاب بعذاب
[2] اس عتاب کا سبب خدا سے [illegible] عمل سے [illegible] بیزار

بلائے قحط ہو نازل کہ قہر طاعون آئے

سنین اب اہل نظر ایک قوم کی روداد — کہ جسکی عظمت و شوکت ہے سبکو ابتک یاد
کہ جسکی ڈہائی ہے طوفان جہل نے بنیاد — ملایا خاک مین غفلت نے جسکو ہی فریاد
جگر خراش بیان واقعات ہوئین گے
سنین گے حال جو اوسکا وہ خوب روئین گے

گذر ہوا جو مرا ملک ہند مین یک بار — تو دیکھا قوم مسلمان کا ہر طرف ادبار
بلائے جہل و تعصب کے ہر جگہہ آثار — ہر ایک سمت گدائی و فقر کا بازار
اٹھا ہے ہند سے یہ غیرت و حیا کا خیال
کہ بھیک مانگ کے کہانا ہمین ہے کسب حلال

ہر ایک جا ہین ہزارون ہی شیخ و پیر و ولی — جو مفت خواری کو سمجھے ہین پیشۂ ازلی
کمائی اورون کی ان کو بغیر کسب ملی — فریب دیتے ہین دنیا کو خفی و جلی
ملے شکار تو پھر اوس کے پیچھے لگتے ہین
ہزارون طرح سے یہ احمقون کو ٹھگتے ہین

سبق فریب کا شیطان کو دین وہ ہین کیاد — فنون مکر و حیل کے ہین وہ بڑے استاد
خدا رسول سے کب چوکتے ہین یہ آزاد — خدا پرستی کی دراصل ڈہاتے ہین بنیاد
خدا سے پھیر کے بندون کو گھیر لاتے ہین
یہ اپنے آپ کو انکا خدا بناتے ہین

یہ دین پاک کو توحید پر تھا فخر و ناز — کہ لا شریک لہ کی ہوئی بلند آواز
بتایا خلق کو توحید کا نبی نے جو راز — تو بت پرستی کے کاٹے گئے پر پرواز
نبی نہ ہوتے بتون کا عمل ہی سب رہتا
خدا کا نام بھی بندون کو یاد کب رہتا

ہزار حیف وہ شیخ و رند و رو مکار — دراز ریش ہے جس کی ستارہ اک دمدار
ہے جس کے فرق مبارک پہ گنبد دستار — ہے جس کا جبہ تو نیچا مگر اُٹنگی ازار

موحدون کو وہ بت پوجنا سکھاتا ہے
جہان سے نام وہ توحید کا مٹاتا ہے

سمجھتا پیر کو اپنے نہین خدا سے کم — کہ اس کی قبر کو وہ جانتا ہے بیت حرم
سر نیاز کو کرتا ہے اس کے در پر خم — سجود کر کے بصد عجز چومتا ہے قدم

مٹا کے نام احد بتکدہ بناتا ہے
وہ راہ شرک پہ سب قوم کو چلاتا ہے

ہوا ہے ہند مین تعلیم کا یہ اس کی اثر — کہ لاکھون مین نہین آتا موحد ایک نظر
مزار بکتے ہین دیکھو نظر اُٹھا کے جدھر — طواف کرتے ہین قبرون کا سجدے بھی اکثر

ہے دین حق سے تو اسلام اہل ہند جدا
مزار کعبے ہین ان کے ولی ہین انکے خدا

وہ ہر مزار کی تعظیم اور وہ عرس و نیاز — وہ حال قال کی مجلس وہ گانے کی آواز
وہ رقص شیخ وہ مستانہ چال وہ انداز — ہزار جان سے جس پر نثار ہو خود ناز

تھرکنا ڈھول کی تھاپون پہ وہ ہر احمق کا
وہ عاشقانہ غزل اور وہ شور ہو حق کا

جو اہل دل ہین نہین ناچتے وہ ڈھولک پہ — سرور وجد کا ہوتا ہے اون کے دل پر اثر
جو حال آئے تو کرتے ہین ضبط وہ اکثر — حدود شرع سے رکھتے نہین قدم باہر

تصوف اب تو ہے بس روٹیان کمانے کو
یہ ناچ کود ہے سارا فقط دکھانے کو

عجیب تارک دنیا ہین یہ گدا صورت — کہ ان کے گھر مین ہے قارونکی بھری دولت

وظیفہ۔ منصب و جاگیر اور ملکیت　　محل سرا و عماری۔ خدم حشم۔ نوبت

یہ نعمتین ہین میسر تو اہل جاہ ہین یہ

گدا تو نام کو در اصل بادشاہ ہین یہ

غرور و نخوت و کبر و ریا نہین کچھ کم　　جو بادشاہ بھی آئے تو بڑھ کی چوے قدم

وہ بارگاہ رفیع اور وہ اون کا جاہ و حشم　　کہ جس مین باندھکے دست ادب کھڑا ہو جم

حضور شاہ کھڑی ہین صفین امیرون کی

پہنچ نہین ہے وہان تک مگر فقیرون کی

نیاز و عرس مین پہلے ہو دعوت امرا[1]　　جنہین کھلانے سے ہوتا ہی شاد انکا خدا

ملے جو زر تو یہی ہے ثواب عقبےٰ کا　　کھلائین سبھو کون کو تو اسمین فائدہ ہے کیا

پھر اس کے بعد کھلاتے ہین یہ فقیرونکو

بچے جو اپنون کی جھوٹن تو دین غریبونکو

[1] اس ان کی انسانی ہمدردی ہے

خدا کا قہر ہو گر ملک پر کبھی نازل　　پلیگ قحط سے ساری خدائی ہو بسمل

گران آناج ہوا ایسا کہ زیست ہو مشکل　　بہا لے دانہ گندم ہو گل رخون کا تل

تڑپ کے قوم مصیبت سی ساری مرجائے

ہمارے شاہون کے دلمین ذرا نہ رحم آئے

یہ درو قوم یہ پیر و ولی ہزار افسوس　　یہ حب جاہ خفی و جلی ہزار افسوس

یہ دعوے جھد کا یہ کاہلی ہزار افسوس　　علیؑ کے شیرون کی یہ بزدلی ہزار افسوس

دراز ریش ہے۔ تسبیح ہے۔ مصلےٰ ہے

یہ اس زمانے کے پیرون کا زہد و تقویٰ ہے

عجیب[2] واقعہ کرتا ہون اک یہان پہ رقم　　کہ جس کے لکھنے سے تھرا رہا ہی جسم قلم

کھڑی ہے حرفون کی قرطاس پہ صف ماتم　　سیاہ پوش ہین سطرین یہ قوم کا ہے الم

[2] عجیب ... نہایت ہی بزدلی ...

ہین سوز غم سے یہ نقطے سپند کا ندر پہ
الف ہین آہ کے نعرے بلند کا غذ پہ

بھر آئی ایک مسلمان نے شیخ کی جب دیگ — پلاؤ اور مزعفر سے پُر ہوئی سب دیگ
نیاز ہو چکی جب لوٹ لی گئی تب دیگ — بھڑون کا چھتا فقیرون سی تھی بنی ہے دیگ

حیا کا شرم کا غیرت کا خون تھا سر پر
بلند آدمیون کا ستون تھا اس پر

گدون کی طرح سے وہ اونکا ٹوٹ کر گرنا — زمین پر اوپچے سے وہ دیگ الٹ کر گرنا
وہ اضطرابی مین رومال چھوٹ کر گرنا — وہ ان کے کاسون کا ٹکرا کے پھوٹ کر گرنا

لڑائین آدمیون کو یہی حمیت ہے
یہ اپنی قوم کی خیرات ہی کہ وحشت ہے

وہ گرم گرم پلاؤ و دیگ آتش پر — وہ اُن کا کودنا اس مین بغیر خوف و خطر
وہ ہاتھون پاؤن مین گدڑی بندھی ہوئی یکسر — وہ چڈیان و برہنہ بدن و ننگا سر

وہ ریل پیل غضب کی وہ شور کھٹ پٹکا
جماؤ بھوتون کا ہے اور سما ہے مرگھٹ کا

کھڑے ہین دیگ کے چارونطرف مسلمان سب — کہ جن پہ آیا ہے اللہ کا یہ قہر و غضب
کیا یہ جہل و تعصب نے انکو اندھا اب — کہ وہ سمجھتے ہین اک بندۂ خدا کو رب

کیا ہے پیر پرستی نے جاہلون کو خراب
ثواب ایسی نیازون کا قوم پر ہے عذاب

ادہر یہ مردون کی تعظیم نذر اور نیاز — ادھر غریبون کا یاور کوئی نہ ہے دمساز
وہ اون کے ہڈیان وہ پست ضعف سے آواز — وہ اون کا مانگنا ہر شخص سے وہ دست دراز

یہ بھوکے مرتے ہین اور قوم خوب سوتی ہے

اب ان کے حال پہ خود بیکسی ہی روتی ہے

پڑے ہوئے ہین سر راہ مثل سگ محتاج　　بٹورتے ہین زمین سے کہین گرے جو اناج
یتیم بچون کی حالت کو کوئی دیکھے آج　　کیا قضا نے انکی گرسنگی کا علاج

یتیمون کو بھی نہین ہائے یہ کھلاتے ہین
ملین جو لڑکیان تو لونڈیان بناتے ہین

کہین ہین سڑکون پہ بیٹھے ادھر ادھر بیمار　　کسی کو ضیق کسی کو جذام کا آزار
کسی کے پاؤن ہین مفلوج ہاتھ ہین بیکار　　برہنہ پھرتے ہین مجنون بھی کہین دو چار

ٹٹولتے ہوئے راہون کو پھرتے ہین اندھے
ہر ایک گام پہ اٹھ اٹھ کے گرتے ہین اندھے

یہ یتیم بچون کی حالت ہے

یتیم بچون کا کیا کیجئے بیان احوال　　نہین ہے قوم مین کوئی جو انکا پوچھے حال
پڑا ہے غیرت و شرم و حیا کا اب تو کال　　مرین جو قوم کے بچے نہ ہو کسی کو ملال

یتیم نزع مین ہون اور یہ خواب ہستی مین
مرین یہ ڈوب کے اب ایک چلو پانی مین

نہ بھولین گے کبھی عیسائیون کا ہم احسان　　دلو نمین جن کے ہے ہمدردی بشر پنہان
ہر ایک فعل سے انسانیت ہے جنکے عیان　　بنایا رحم و کرم کو جنہون نے ہے ایمان

وہی تو جان یتیمون کی اب بچاتے ہین
مرض مین ہاتھ سے اپنے دوا پلاتے ہین

وہ پالتے ہین یتیمون کو اور پڑھاتے ہین　　پڑھا لکھا کے انھین کام پر لگاتے ہین
وہ اپنا مذہب و ملت انھین سکھاتے ہین　　اور اپنی قوم کی تعداد کو بڑھاتے ہین

ہے جان رحم و کرم دین ایک قالب ہے
یہی وہ گر ہے کہ جس سے یہ قوم غالب ہے

یتیم لڑکیان وہ جنکی ہے بری قسمت　　ازل سے جن کے نصیبون مین لکھی ذلت　[illegible]
ہے جن کے ثبت مقدر مین جنس کی آفت　　وہ رسم پردہ جہل و تعصب و وحشت سے [illegible]

وہ بدنصیب مسلمان کے ہاتھ آتی ہین
عدد وہ لونڈیون کا قوم مین بڑھاتی ہین

ہوئی جو اُنمین سے کوئی حسین خوش صورت　　ملی خواصی کی پھر تو اُسے بڑی عزت
سیاہ بختی سے کوئی ہوئی جو بد ہیئت　　تو اُس کے واسطے ماماگری کی ہے خدمت

چھوٹین نہ تادم آخر کبھی یہ پھندے مین
شریک یہ بھی ہوئین بکریونکی مندے مین

زیادہ ان سے بھی وہ لڑکیان ہین بدقسمت　　جنہین نصیب ہے دونون جہانکی ذلت
جو بیچتین سر بازار اپنی ہین عفت　　خریدتے ہین مسلمان جسے بصد عزت

مزار و محفل و دربار بے ضیا کب ہے
کہ ان کی شمع شب افروز کسبیان سب ہین

ہزار حیف یہ اسلام اور یہ بدکاری　　یتیم لڑکیان ہون ہائے کسبیان ساری
گئی ہے قوم کی اللہ کیسی مت ماری　　کہ ہے حیا و شرافت سے اب تو وہ عاری

زمین سے اس کے ہین اسباب یہ اٹھا نیکے
وہ قابل اب نہین دنیا مین منھ دکھانیکے

ہزار حیف یہ لاکھون امیر اور نواب　　شراب پیتے ہین جو رات دن بجائے آب　[illegible]
گھرون مین جن کے مہیا ہین عیش کے اسباب　　کھلے ہین جن کے لئے مفت مال کے ابواب

یتیم خانہ کوئی بھی نہین بناتے ہین
حرام کاری مین سب مال و زر لٹاتے ہین

یتیم لڑکیون سے بڑھ کے اور ہین بدبخت　　کہ جن کو سر پہ پڑی بیوگی کی آفت سخت

ہوئے ہین رزق کے در بند جن پہ اب یک لخت　　نہ جن کے پیٹ کو روٹی نہ جن کے تن پر رخت

وہ حبس دائمی پردے مین بھوکی مرتی ہین
جہان سے بیکس و مظلوم وہ گزرتی ہین

بتائیے قوم مین ہے کوئی فنڈ بیوہ کا　　کہ جس سے پردہ نشینون کی کچھ مدد ہو ذرا
گرانی کا پڑتا ہے ان پہ سب سے سوا　　تمھین خبر ہے کہ پردے مین مر گئی بیوہ

وہ بھیک مانگنے باہر نہین نکلتی ہین
قفس مین رنجون سے دن رات آپ جلتی ہین

ادھر یہ مستحق خیر اور ادھر وہ گدا　　ہے سات پشت سے جنکا گداگری پیشہ
وہ درست بدن انکا وہ قوی اعضا　　بنایا مفت کے کہانے نے جن کو ہے بھینسا

وہ صورت سخت کہ جس سے مکان بھی گرتے ہین
صدائین دیتے ہوئے دربدر یہ پھرتے ہین

کریہہ صورت وہ ان کی وہ بولیان اونکی　　وہ بیچ راہ مین صف بستہ ٹولیان انکی
بھرین وہ مفت کے پیسے سے جھولیان انکی　　نہ دے جو بھیک کوئی سہیں وہ گالیان انکی

بلائین سر سے ٹلین پر یہ آدمی نہ ٹلین
اڑین پہاڑ سے ایسے کہ پھر کبھی نہ ٹلین

وہ ناگوار صدائین کہ جن سے پھوٹین کان　　درست معنی نہ جن کے نہ جنکی ٹھیک زبان
و لغو شعر وہ مہمل عجب طرح کا بیان　　بڑین ہین پاگلون کی یا مریض کا ہذیان

گلی مین کوچون مین ہر جا اکڑتے پھرتے ہین
ہر ایک در پہ خرافات بکتے پھرتے ہین

ہر ایک جا انھین سنڈون کو ملتی ہے خیرات　　انھین کے پانچون ہین گھی مین اگر کہین ہو ممات
غمی کہین ہو تو شادی انھین کو ہو ہیہات　　امیر کا یہ جنازہ سمجھتے ہین برات

پلاؤ کھاتے ہین یہ کوئی گر امیر مرے
وہ عائین مانگتے ہین روز ہر امیر مرے

وہ ساتھ ساتھ جنازے کے مجمع فقرا
وہ گرد با تحسین کے انکا شور اور غوغا
وہ انکی بانس مین جھولی وہ بھیک دیکی صدا
وہ ان کا ٹکڑون پہ روٹی کے ٹوٹ کر گرنا
نمود و نام کی خیرات سب خطا یہ ہے
کمال وحشت و ادبار کا سمایہ ہے

یہ طرز خیر وہی ہے نتیجہ جسکا ہے شر
ہوا ہے قوم کو محسوس اب تو اسکا ضرر
اگرچہ کرتے ہین خیرات اہل قوم اکثر
وہی ہے اسمین بھی جہل و تعصب انکا مگر
ہر ایک بات مین رسم و رواج عادت ہے
ہمارے ملک کو تعلیم کی ضرورت ہے

یہ خیر کرتے ہین پر کچھ نہین ثواب انھین
ملا ہے قوم کے ادبار کا عذاب انھین
فقیر ہو ینگے ابھی اور پیچ و تاب انھین
کرے گی طرز یہ خیرات کی خراب انھین
رہ مشقت و محنت سے سب کو موڑے گی
یہ ساری قوم کو محتاج کر کے چھوڑے گی

ہوا ہے قوم پر اس طرز خیر کا یہ اثر
کہ بھیک مانگ کے کھانا ہوا ہے اب تو ہنر
ہر اک لباس مین ملتے فقیر ہین اکثر
پہن کے جبہ و دستار پھرتے ہین در در
حسب نسب پہ بزرگون کے کوئی تنتا ہے
رسول پاک کی اولاد کوئی بنتا ہے

کسی کو فخر ہے اسپر کہ ہون شریف نجیب
کسی کو ناز ہے پردادا پر کہ تھا وہ خطیب
کوئی یہ کہتا ہے تھا جد اعلیٰ میرا ادیب
ہوا ہون گردش افلاک سے مین اب تو غریب
ملا نہ علم و ہنر ان کو کچھ وراثت مین

جو ان گداؤن کے کام آتا اس مصیبت مین

شریف جیسے ہین پوشاک بھی ہے پاکیزہ — مگر حرام کے کہانے کا ہے پڑا چسکا
ہوئی ہے قوم بہت ان کی ذات سے رسوا — ہے اپنی قوم کا ان کا نہین ہے کوئی گلا
درست خیر کے بدہوتے کب نتیجے ہین
فضول داو و دہش کے یہ سب نتیجے ہین

محب خموش کہ سنتا ہے کون تیری صدا — نہ تو امیر نہ حاکم نہ واعظ و ملا
بنا ہے قوم کا ناصح ہوا ہے تجھکو کیا — کھری کہے جو کوئی اوس کو جانتے ہین برا
عبث یہ گالیان کھاتا ہے رنج سہتا ہے
سنے نہ قوم تو کیون حق کی بات کہتا ہے

عروج وزوال سلطنت مغلیہ

زمانہ روز نیا روز انقلاب نیا — زمین و چرخ نئے خاک و باد و آب نیا
چمن نیا نئی فصل خزان سحاب نیا — بڑھاپا پیر گیتی کا ہے شباب نیا
جو شاد کل تھا وہی آج ہاتھ ملتا ہے
فلک کا رنگ یہان دم بدم بدلتا ہے

کبھی خزان ہے چمن مین کبھی ہے فصل بہار — بچھے ہین خار وہان گل کے تھے جہان انبار
کھڑے تھے قصر سلاطین جہان بعز و وقار — وہان کھنڈر کے بھی باقی نہین کوئی آثار
سمان خرابہ کا فصل خزان دکھاتی ہے
صدائے بوم ہر اک سمت سے آتی ہے

وہ شہر کل جو تھا آباد آج ہے ویران — محل سرا کا پتہ ہے نہ مقبرون کا نشان

بجائے باغ و چمن جا بجا ہیں خارستان — زمین میں دفن ہیں سب قصر ہائے عالیشان
وہ شان بلدۂ اکبر آباد ذرا بھی نہیں
رہِ عدم کے مسافر کا نقش پا بھی نہیں

یہ آگرہ ہے وہی تھا کبھی عروس بلاد — عمارتوں میں جہاں تھی نئی نئی ایجاد
خطا و چین و ختن جس کی لونڈیاں آزاد — یہ روم و لندن و پیرس تھے جس کے خانہ زاد
ہر ایک شاہ و گدا تھا اسی کا دیوانہ
یہ شمع بزم جہاں اور خلق پروانہ

وہ تاج گنج کہ جسکی نہیں جہاں میں نظیر — ہر ایک سنگ ہے جس کی ضیا میں بدر منیر
نہ دیکھی پیر فلک نے بھی یہ کبھی تعمیر — یہی زمین پہ ہے باغ بہشت کی تصویر
لب چمن یہ عمارت ہے کوہ طور کوئی
کھڑی ہے نور کا جوڑا پہنکے حور کوئی

اسی میں دفن ہے شاہ جہاں کی وہ بیگم — کہ جس کے در کے گدا ان دنوں تھے سکندر و جم
فروغ حسن سے جسکے ضیائے مہر تھی کم — حیا و علم و ہنر میں تھی ثانی مریم
یہ خوش سلیقہ تھی نظم جہاں وہ کرتی تھی
وہ عاقلہ تھی ارسطو کو بھی سبق دیتی

جو عورتوں کو سمجھتے ہیں عقل میں کمتر — انہیں نہیں ہے خواتین مغلیہ کی خبر
جو ڈالتے کبھی تاریخ پر وسیع نظر — تو حال کھلتا کہ پردے میں تھے چھپے جوہر
اگرچہ مثل گہر در صدف میں پنہاں تھیں
مگر وہ علم و لیاقت میں سب سے بالا تھیں

جہاں کے اہل خرد جانتے ہیں سب یہ بات — کہ زن کے ہاتھ میں ہے قوم کی حیات و ممات
کہیں اگی بھی ہے بنجر زمین میں کوئی نبات — تو مرد خاک چلیں گے بنے نہ کہیں بات

جو مائین پست ہین اولاد بھی ہی پست ضرور
کسی نے کھائے ہین جھبیر یونسے بھی انگور

عروج پر جو تھا یونان و ہند و ملک عرب — تو ان کی عورتین بھی بام اوج پر تھین سب
وہ سیکھتی تھین علوم و فنون علم ادب — وہ جان بزم تھین اور رزم مین بھی خنگ طلب

زوال آیا مقید قفس مین ہین نسوان
کہان ہین خولہ و اسما کہان ہین نور جہان

کہان ہے آج وہ ساقی فیض و جام شراب — کہ دل ہوا ہے مرا ضبط غم سے جلکے کباب
وہ آیا رحمت باری کا آسمان پہ سحاب — زمین ہند ہوئی علم و فضل سے سیراب

خدا کا شکر ہے وہ دور امن آیا ہے
کہ مے کشون کو نہین محتسب کا کھٹکا ہے

ہے یہ حکومت انگریز رحمت باری — زمین ہند ہوئی گلشن ارم ساری
تمام ملک مین نہرین ہین ہر طرف جاری — ہوئی ہے ریل سے راحت سفر کی دشواری

خیال صحت و تعلیم ہند دائم ہے
ہر ایک گاؤن مین بھی اسپتال قائم ہے

اب اس زمانہ کے کیا سامنے ہی عہد قدیم — یہ جیتی عدل کی تصویر کہنہ وہ تقویم
مگر ہے خاطر احباب کیجئے ترقیم — عروج سلطنت مغلیہ بصد تعظیم

فلک عروج ہمین اور کچھ دکھائیگا
ترقیون کا زمانہ کبھی تو آئے گا

وہ عہد اکبر اعظم نہ تھا عروج مین کم — کہ اس کے دور حکومت مین ہند تھا خرم
گدا بھی اس کے زمانہ کے تھے سکندر و جم — نہ دیکھا چشم فلک نے بھی یہ خدم یہ حشم

ہر ایک شخص تھا خوش حال تھی نہ فکر معاش

تونگروں سے بھی برتر تھے ہند کے قلاش

جہان میں ہند کی دولت کی تھی کہین بھی نظیر
ثواب خیر کو ملتا نہین تھا کوئی فقیر
گدا وہ تھے کہ جو کرتے تھے مسجدین تعمیر
نجوم کی طرح تعداد چاہ و پل تھی کثیر

جو کار خیر مین کرتا تھا کوئی صرف اک دن

وہ آج ملکے ہزارون سے بھی نہین ممکن

عروج سلطنت مغلیہ کا تھا یہ سبب
کہ ذات اکبر اعظم مین وہ صفات تھی سب
کہ جس سے ملک مین تھے جمع اہل علم و ادب
وہ علم دوست عدوے تعصب مذہب

مصاحب اس کے تھے نصرانی و مجوس و یہود

جو سید ہی آنکھہ مسلمان تو بائین آنکھہ ہنود

یہی تعصب مذہب تو ہے بنائے فساد
کہ جس سے بعض ممالک ہین آج کل برباد
بلائے عقل و خرد کشت و خون کی بنیاد
مدرس عمل زشت۔ ظلم کا استاد

نفاق اور تعصب کا جب قدم آیا

تو ان کے پیچھے تنزل کا پھر علم آیا

جلال دین تھا بڑا عادل و وسیع خیال
یہ چاہتا تھا کہ ہو ملک ہند سب خوشحال
نہ آئے تا بہ ابد اس کی سلطنت مین زوال
نہ جائے ملک سے اسکو کوئی بھی اہل کمال

جہان سے فرق مذاہب اگر یہ اٹھ جائے

تو اتحاد کا نوع بشر مزا پائے

وہ اہل ملک کو دیتا تھا عہد ہائے جلیل
یہی کمال تدبر کی واقعی ہے دلیل
کوئی کہے تو سمجھتا تھا ہندوؤن کو ذلیل
اسی کی سیف و قلم کے تھے اہل ہند کفیل

نہ ہوتی ہند مین یہ ہندوؤن کی آبادی

خدا پرستون مین ہوتی اگر نہ آزادی

یہ جاہلون مین ہے بیشک تعصب مذہب — بری ہین جہل و تعصب سے اہل علم تو سب
اصول مذہب اسلام مین ہے جہل یہ کب — وہی سکھاتا ہے ادیان غیر کا بھی ادب
خدا کے دین کو تو کافر بھلا نہین کہتے
مگر کسی کو مسلمان برا نہین کہتے
دیا اسی نے ہے دنیا کو حریت کا سبق — اسی کو کرتے ہین بدنام مدعی ناحق
تعصب اسمین نہین نام کو بھی ہے مطلق — سند نہین جو مسلمان کوئی ہو احمق
خدا پرست ہین سب خیر خواہ انسان کے
محب ہین تو ہین ہر کافر و مسلمان کے

ڈراما

نکاح بیوہ سے کر گرچہ وہ چڑیل سہی

پہلا پردہ فاطمہ ایک بیاہی عورت اور بدر النسا بیگم ایک بیوہ عورت دالان مین

بیٹھی ہوئین آپسمین باتین کر رہی ہین

(فاطمہ) مزاج اچھا ہے؟ خیریت ہے بہن کہو تو یہ کیا ہے حالت — بدن تمہارا ہوا ہے کانٹا ہے گل سے گالونکی زرد رنگت
وہ گوری گوری کلائیان اب کہ جنمین چڑہتی تھین پھنسکے چوڑیان — ہوئی ہین پتیل کے تار ہے ہے یہ پہنچی ضعف بدنکی نوبت
بھرے بھرے وہ تمہارے بازو کہ جنمین پڑتی تھی نقش جوشن — اب انمین آتی ہین چوڑیان بھی غضب کی افسوس ہے نقاحت
بہن خدا کے لئے تو بولو کہ کیون یہ چپ تم کو لگ گئی ہے — نہ وہ ہنسی ہے نہ وہ خوشی ہی ہوئی ہے یا تو نے تمکو نفرت
(بدر النسا بیگم) نہ پوچھو ہم سے ہماری حالت بیان کی کس مین رہی ہے طاقت — جگر بھی پتھر کا ہو گا پانی سنے گا اپنی اگر مصیبت
کہون مین کیا درد بیوگی کو کہ جس سے راحت نہین ہے جی کو — جگر مین سوزش زبان پہ نالہ ہجوم اندوہ غم کی شدت
کہان کی رنگت کہان کی صورت جوانی اپنی بھی خواب آیا — ہے کسکو جینے کی آرزو اب جو موت آئے تو ہو فراغت

ہماری قسمت میں یہ لکھا تھا کہ جائیں حسرت بھرے جہان سے — نہ نکلنے کوئی بھی ہائے ارمان کروں خدا کی میں کیا شکایت

(فاطمہ) بہن خدا نے تو یہ کہا ہے کہ کرو دو بیویوں کا عقد ثانی — جو رکھے بیوہ کو اپنے گھر میں پیو نہ اسکے مکان کا پانی

ہوئے ہیں حضرت کی بیٹیوں کے نکاح ثانی نکاح ثالث — مگر یہاں تو حدیث و قرآن پر اسنے قصے ہیں یا کہانی

نہ اس میں دین کا قصور ہے کچھ نہ اسمیں الزام ہے خدا پر — نبی کریں کیا ولی کریں کیا کہ جب ہوں اپنی ہی خصم جانی

(بدرالنسا بیگم) بہن کریں کیا نکاح ثانی کہ اب جوانی بھی ڈھل چلی ہے — وفور غم سے نڈھال جی ہے بدن کی رنگت بدل چلی ہے

شباب اپنا تھا اک مصیبت کہ جس کو کاٹا ہے ہمنے رو کر — رہی ہے آنکھوں کی اک سوئی اب بہن سو وہ بھی نکل چلی ہے

مثال شمع کی جل رہے ہیں ہم اس سہاگ میں جو سر سے تا پا — ہر ایک ہڈی ہمارے تن کی تپ دروں سے پگھل چلی ہے

بخار جی کا نکل چکا ہے بہی ہے آنکھوں سے خون کی ندی — ہوئی ہے اب تو ذرا تسلی طبیعت اپنی سنبھل چلی ہے

بہن نہ چھیڑو ہمیں خدارا کہ یاد آتے ہیں گذرے صدمے — تھمے گا ہم سے نہ جوش رقت کہ غم کی ہانڈی ابل چلی ہے

(فاطمہ) خدا رواجوں سے پا نکے سمجھے جنہوں نے غارت کیا ہے ہمکو — کبھی تو مارا کبھی جلایا کبھی ہے پردے میں گھونٹا دم کو

تمام دنیا کی نعمتیں تو ازل سے مردوں کو مل چکی ہیں — خدا نے پیدا کیا ہے ہمکو کہ جھیلیں رسموں کے ہم ستم کو

مرے جو بیوی اگر کسی کی تو بعد چہلم کرے وہ شادی — نکاح ثانی کو گر کہیں ہم تو ماں ملا دے غذا میں سم کو

(بدرالنسا بیگم) بہن نصیبوں کو اپنے کوسو کرو نہ مردوں کا کچھ گلا تم — مرض تو مہلک ہیں اپنے سارے نہ ڈھونڈو انکی کوئی دوا تم

ہماری حالت کو دیکھ کر اب بہن کڑھو کچھ نہ اپنے جی میں — چھٹیں کہیں درد بیوگی سے کرو ہمارے لئے دعا تم

نہ شب کو سوتی ہوں وہ گھڑی ہیں نہ دن کو لگتا ہے جی کسی میں — چھپائیں کیا دل کا حال تم سے بہن ہو بچپن کی آشنا تم

دوسرا پردہ سین ایک دالان

صغری بیگم اور آبادی بیگم آتی ہیں۔

(صغری بیگم) بہن ہا بدرا کا حال اچھا نہیں ہے — سدا غم کا آل اچھا نہیں ہے

تپ دق ہی ہوئی آخر کو اسکو — جئیے وہ خاک جو جینے سے دق ہو

(آبادی بیگم) بچاری کا ابھی سن بھی نہ تھا کچھ — نہ چکھا ہائے دنیا کا مزا کچھ

یہ جان لیوا ہے دکھ اسکی دوا کیا | کوئی دیکھا ہے تمنے اس سے بچتا
صغری) میاں تو مر گئے یہ بھی ہے حیران | نہ نکلا ہائے کوئی اس کا ارمان
ہوا ہے بیوہ گی کا اسکو صدمہ | نہین اس درد کی دارو ہے پیدا
مصیبت اس پہ ہے یہ سخت پردہ | ذرا سا غم بھی ہے جس مین زیادہ
خدا حافظ ہے اب بدر کے جی کا | بھروسہ کیا ہے ایسی زندگی کا
آبادی بیگم) جو کر دیتے کسی سے عقد اسکا | تو ہوتا کا ہیکو پھر حال ایسا
خدا غارت کرے رسمون کو آپا | انھون نے تو ہمین بن موت مارا
ہماری جان کٹھل سکے برابر | ہوا اس زیست سے مرنا ہی بہتر
وہ آتی ہے بہن اب مس فریدون | علاج اسکا وہ کیا کرتی ہے دیکھون

مس فریدون اور نصیبا والدہ بدر النسا بیگم آتی ہین

مس فریدون) مرض جب کام کر چکتا ہے اپنا | بلانے سے ہمین پھر فائدہ کیا
خراب انکا ہوا ہے پھیپڑا سب | دوا سے فائدہ ہوگا نہ کچھ اب
سمندر کی ہوا ان کو کھلاؤ | ہوا خوری برابر اب کراؤ
نہ پردے مین مقید انکو رکھو | کھلے میدان مین کچھ تو دن کو دھو
نصیبا) ہوا خوری نہین پردے مین ممکن | نہین جینا مناسب آبرو بن
سمندر کی ہوا اسکو کھلاؤن | یہ بہتر ہے کہ مٹی مین ملاؤن
گئی عزت نہین آنے کی پھر ہاتھ | یہ پردہ ہے ہماری جان کے ساتھ
دوا پینے کی کچھ اس کو بتاؤ | کوئی پھر لیپ سینہ پر لگاؤ
جو موت آئے تو کرتی ہے دوا کیا | ہمین ہین اپنی قسمت پر بھروسہ
مس فریدون) نہین ممکن علاج انکا کسی سے | ہے پردہ کیا ضروری انکے جی سے

مسلمانون ہی مین بیوی ہے عزت　　نہین ہم مین کوئی باقی شرافت
کسی سے ہم نہین کرتے جو پروا　　ہمارا کوئی کر لیتا ہے پھر کیا
جوان لڑکی ہے رحم اسپر کرو تم　　بوا پردے کو چھیڑو پہرہ　تم

تیسرا پردہ سین ایک بیمار کا کمرہ

صغری بیگم:) بہن! ہے آج کیسے آپکا جی　　دوا کس کی بتاؤ تم نے ہے پی
دوا دیتی ہے اچھی مس فریدون　　جو پوچھو راے میری صاف کہدون
حکیمون سے تو یہ اچھی ہے عورت　　تمہین اسکی دوا سے ہوگی صحت

بدرالنسا بیگم:) (آنکھون مین آنسو بھر کے)

علاج اس قید مین ممکن نہین ہے　　جو شب گذری تو گھٹتا دن نہین ہے
دوا اس درد کی جز موت ہے کیا　　مرا مرنا ہے جینے سے تو اچھا
کوئی دم کے بہن! ہم تو ہین مہمان　　نہین جینے کا ہے ہم کو کوئی ارمان
یہ پردہ ہے ہماری جانکا دشمن　　نچھوڑے گا ہمین یہ تا بہ　مدفن
صغری:) نہ گھبراؤ بہن! اتنا خدارا　　کہ ہر مشکل کا ہے انجام اچھا
گذر جاتے ہین سب رنج و مصیبت　　اگر ہو صبر کی انسان کو عادت
بُرا ہے رات　دن اس غم مین رہنا　　خوشی سے چاہیئے ہر رنج سہنا
بدرالنسا بیگم:) مصیبت ایک ہو تو اسکو جھیلین　　یہی بہتر ہے اب ہم جان پہ کھیلین
منگاتی ہون مین افیون اب کسی سے　　بہت بیزار ہون اس زندگی سے
نہین احمق جو رگڑون ایڑیان مین　　نہ توڑون جان کی کیون بیڑیان مین
عبث ہے درد بے درمان کا سہنا　　مکان و قبر مین یکسان ہے رہنا
نہین ہمکو ہوا کھانا ہے　ممکن　　جلینگے خاک ہم پھر آبرو　بن

صغرا بیگم- بوا ! سوجھی مجھے ہے ایک تدبیر | نہین مشکل اگر سیدھی ہو تقدیر
منگاتی ہون مین مس میری کی پوشاک | نہ ہوگا اسکو دینے مین کوئی باک
وہ میرے گھر مین آتی ہی پڑھانے | بہت جا اور جاتی ہے پڑھانے
پہنکر اس کے کپڑے میم بن کر | جہان چاہو پھرو بگہی مین دن بھر
نہ دیکھے گا کوئی پھر آنکھہ اٹھا کے | نہ گھورین گے تمہین ترچھے نہ بانکے
ہمارے مردون کی ہے یہ عادت | کہ گھورین سامنے آئے جو عورت
نظر نیچی رکھین یہ حکم رب ہے | کسیکو گھورنا جائز ہی کب ہے
جو عورت کی نہین کچھ انمین عزت | تو ہے پھر لغو دعوے شرافت
مین جاتی ہون کوئی آتے ہین اب مرد | نہ ہونا زندگی سے اپنی تم سرد

(صغری بیگم جاتی ہین)

چوتھا پردہ - سین - ایک برآمدہ

مولوی حامد حسین (بدر النسا بیگم کے باپ) اور مسٹر محمود حسین -
(بدر النسا کے بہائی آتے ہین -

بحر بدلی

مولوی حامد حسین - (آنکہون مین آنسو بھر کے)

ہائے قسمت مین لکھا تھا داغ یہ | پھولنے پھلنے نہ پایا باغ یہ
سب کو بدرا کی طرف سے اب ہی یاس | آئی تھی اک ڈاکٹرنی اس کے پاس
کھ گئی ہے وہ تپ دق اسکو ہے | اب امید زیست بیٹا کسکو ہے
وہ یہ کہتی ہے ہوا اسکو کھلاؤ | دودھ مین کچھ روغن ماہی پلاؤ

اب نہ رکھو چار دیواری مین بند / اسمین ان کی جان کو ہے خوفِ گزند

بے ہوا خوری نہین ممکن ہے زیست / چار دیواری مین ہے دس دن کی زیست

ہم سے تو ممکن نہین بے پردگی / موت سے بدتر ہے ایسی زندگی

مسٹر محمود حسین) کیا کہون حیران ابا جان ہون / مین بھی اب اس گھر مین بس مہمان ہون

ناک مین دم اتو اس پردے سے ہے / جان بھی کم اب تو اس پردے سے ہے

جان کی خاطر تو مے بھی ہے حلال / ترک پردہ ہے مگر قطعاً محال

جان جائے پر نہ ہو بے پردگی / منحصر پردے پہ ہے اب زندگی

عقد ثانی اُس کا کر دیتے اگر / جان یون غم مین نہ دیتی سر بسر

اب یہ سو دُکھ سے موئے پر اور ہین / اس کے جینے کے نہین کچھ طور ہین

رحم اسکی جان پر فرمائیے / بمبئی مدراس سے لے کر جائیے

حامد) بھائی مجھ سے تو نہ ہوگا یہ کبھی / ہاتھ سے اپنے کرون بے پردگی

لو مین نکلا جاتا گھر ہی سے ہون اب / جی مین جو آئے کرو تم سب کے سب

(مولوی حامد حسین جاتی ہین)

مسٹر محمود۔ (اپنے دل مین)

رحم کر ان عورتون پر اے خدا / ہین بُری رسمون کی یہ پامال یا

مبتلائے درد یہ مظلوم ہین / مایۂ رسمِ بد کی یہ مسموم ہین

کیجیے کیا کوئی بس چلتا نہین / کوہِ غم ان پر سے اب ٹلتا نہین

مین تو لیجاؤن گا بدرا کو کہین / عقد بھی کر دونگا مین اسکا وہین

سچ ہے یہ انسان کی حاکم رسم ہے / مردم آزار اور ظالم رسم ہے

ان بلاؤن سے تو ہی دیگا نجات / سامنے تیرے بڑی ہی کیا یہ بات

پانچوان پردہ سین مسجد کا حجرہ

(بحر ہزج مثمن مسبغ)

(مولوی عبد اللہ اور مشاطہ آتی ہین)

مولوی۔) ہماری مرگئی بیوی نصیب اسکو تو جنت ہے — کرین ہم عقد ثانی اب کہ حضرت کی سنت ہی
مگر ہے شرط یہ کم سن ہو کوئی باکرہ لڑکی — کہ بیوہ سے تو مشاطہ ہمین لاریب نفرت ہی
حسین ہو مال و زر بھی ساتھ لائی ایسی عورت ہو — اگر جا گیر رکھتی ہو تو یہ سب پر فضیلت ہے
ملے گر مال گھر بیٹھے تو کیون نکلین کمانے کو — ہمین تو عقد سے مشاطہ بس مطلوب دولت ہے
مشاطہ) مین صدقہ جاؤن بوڑھا آپکا بدخواہ دشمن ہو — ابھی یہ سن ہے گھر مین کھیلتی گڑیا سی دولھن ہو
میان ساٹھا ہی پاٹھا یہ مثل مشہور گھر گھر ہے — نہین ڈر گر ورق چاندی کا یہ ریش منور ہے
نہین ہین دانت گر منھ مین تو ہی پھر فکر کیا اسکی — یہان موجود دندان ساز ہی تعریف ہی جسکی
نظر مین میری اب تو ایک کمسن حور طلعت ہی — کہ جسکی علم و دانش پر فدا قارون کی دولت ہی
مگر ہے عیب بس اتنا کہ بیوہ ہے وہ بدقسمت — کرین گر عقد آپ اس سے تو ہی حضرت کی یہ سنت

(بحر ہزج مسدس مقصور)

مولوی) نہین بیوہ سے مجھکو عقد منظور — اگرچہ شکل و صورت مین ہو وہ حور
کراؤ باکرہ سے عقد میرا — تمنا ہے کہ باندھون پھر مین سہرا
مجھے مسجد مین اب جانا ہی جلدی — ملونگا وعظ نے مہلت جو کل دی

(مولوی صاحب مسجد مین وعظ فرمانیکے لئی جاتے ہین)

مشاطہ۔ (اپنجی جی مین)

بڑھاپے مین اسی سوجھی ہے شادی — خدا نے عقل ہی اسکو نہین دی
غضب ہی اور یہ کمسن ہو دولھن — بڑھاپا ان کا یہ اور اس کا بچپن

وہ پرواوا انھیں سمجھے گی اپنا
تو ہوگا اِن کو پر پوتی کا دُکھڑا

یہ سمجھونگی موئے کو ٹھیر تو جائے
مزا جب ہے کہ بوڑہی بیاہ کر لائے

جو ہو ڈائن سے بھی صورت میں بدتر
وہ کالی جس سے بھاگے رات ڈر کر

وہ بیوہ جس نے کہائے ہوں بیاپے
کئی ورجن خصم پیری سے پہلے

وہ بدخو ہو کہ دوزخ جس سی گھر ہو
میاں بیوی میں جنگ آٹھوں پہر ہو

خدا پروسے کو تو رکھیو سلامت
کہ پانچوں گھی میں ہیں جسکی بدولت

چھٹواں پردہ میں ایک چھوٹی سی کوٹھری

(مشاطہ اور نوربی ماما آتی ہے)

مشاطہ - بہن کیا حال ہے دبلی بہت ہی
بنائی فکر نے کیا تیری گت ہے

جوانی مفت کی برباد تو نے
نہ رکھا جی کو اپنے شاد تو نے

ابھی یہ سن تھا کرتی اور شادی
کھلاتی گود میں اپنی خزادی

نوربی - بڑہاپے میں بُوا پوچھے گا اب کون
مجھے خدمت میں بھی رکھے گا اب کون

جوانی میں تو ہی جا نوکری تھی
مجھے تو سلطنت ماماگری تھی

مگر نوکر بھی اب رکھتے نہیں ہیں
دُلہن سے بنے کے میری دن کہیں ہیں

مشاطہ - تجھے کیا میں نے تو ڈھونڈا ہی شوہر
جو رکھے گا تجھے جان کے برابر

نہ گھبرا عمر میں وہ بھی ہے پاٹھا
جو تو ستر کی ہے تو ہے وہ ساٹھا

اکیلا ہے وہی گھر میں نگوڑا
ترا نور اُ بہت اچھا ہے جوڑا

کرا دیتی ہوں اُس سے بیاہ تیرا
بڑہاپے میں بھی اب تو باندہ سہرا

مگر جو کچھ کہوں تجھ سے سو کرنا
بس اب باہر قدم ہرگز نہ دہرنا

نوربی - بہن اندر ہی پردے میں رہونگی
میں اپنے سائے سے بھی اچھپونگی

بہن اما آئین جو دولھا والیان گر | تو پھر اُن سے چھپون تبلاؤ کیونکر
چڑھاوے کے بھانے سے وہ آکر | کھین دیکھین نہ مجھکو ہے یہی ڈر
مشاطہ - یہ ہے کیا بات اسکا سوچ ہے کیا | بوا اے ہے پوٹ دھوکون کی یہ پردا
مین کھدون گی کہ تُو ہے وہ ذات والی | نجابت مین ہے حوا سے بھی عالی
شرافت اُسکی پردے سے ہے ظاہر | قدم دھرتی نہین حجرے کے باہر
مین کرلون گی ہوے سے شرط پہلے | کہ آئے گی کسی کے وہ نہ آگے
ہوئے دو بول پھر وہ کیا کرے گا | کئے کو عمر بھر اپنے بھرے گا
جو چھوڑے گا تو تیرا مہر دے گا | موا تجھ سے بوا کچھ تو نہ لے گا
مگر سُن لیجیو پردے مین تو کد | کہ کھلنے مین یہی بھید و نکلے ہیں بد
اسی سے تو چھپے ہین عیب اپنے | بوا پردے کو مانا ہے بڑون نے

ساتوان پردہ مسجد کی کوٹھری

(مشاطہ اور مولوی صاحب آتے ہین)

مشاطہ - مولوی صاحب مین کرتی ہون سلام | آپکی شادی کا لائی ہون پیام
مولوی - والسلام رحمتہ برکاتہ | آپ ہین مشاطہ صاحب نیک خو
آپ رکھتی ہین بہت وعدیکا پاس | نیکیون کا ہے وفائی عہد راس
آپکا پیشہ بہت ہے باثواب | خلقت آدم کا ہے یہ عقد باب
امت حضرت اسی سے ہے زیاد | اس سے ہے مضبوط دنیا کی نہاد
مشاطہ - مولوی صاحب بلالون آپ کی | اور قسم کھاتی ہون اپنے باپ کی
حور ڈھونڈی ہے تمہارے واسطے | لاؤ شیرینی ہمارے واسطے
ہو مبارک تم کو جوڑا نور کا | جیتے ہی جی وصل ہے اب حور کا

مولوی۔ (خوشی سے پھول کر)

اجر دے گا تم کو مشاطہ خدا | پاؤ گی غلمانِ جنّت کے سوا
حوض کوثر کا پیو گی آب سرد | جائیگی وہ ہو دل سے سب کلفت کی گرد

مشاطہ۔ خیر جنّت کا تو کس کو ہے یقین | کونسی ہین نیکیان یان ہمنے کین
مولوی صاحب نہ کہیے یہ اُدہار | عقد مین باقی نہین اب دیر وار
پیر کا پنجہ بس اب دلوائیے | اور شیرینی مجھے کھوائیے

مولوی۔ پیر کا پنجہ تو بدعت ہے ضرور | اسکا دینا تو سراسر ہے فجور

مشاطہ۔ پنج تن دینا تو کچھ بدعت نہین | پیر کی اسمین تو اب شرکت نہین

مولوی۔ پنج تن دینا تو ہے رفض شدید | چار تن کا ہین تو ہون دل سے مرید

مشاطہ۔ آپ سنّی ہین تو دیجے چار ہی | اسمین تو باقی نہین تکرار ہی

مولوی۔ بدعتی سنّی نہین جو چار دون | مہر مین بھی ثلث ہی دینا رہون

مشاطہ۔ تین ہی دیجے اگر موجود ہون | دیجئے دو یہ بھی گر مفقود ہون

مولوی۔ مین نہین تثلیث کا قایل جناب | ہے خدا واحد کا مشرک پر عتاب
ہے دوئی بھی شرک مذہب مین مرے | غیر کی شرکت نہین رب مین مرے
لا شریک و حدہٗ ہے اُسکی ذات | ایک ہی کی ہے یہ ساری کائنات

مشاطہ۔ (اپنے جی مین)

اس موئے کنجوس سے ملنا ہی کیا | روٹیان مسجد کی کھاتا ہے پڑا
مفت کھانے کی جسے عادت ہوئی | اُسکو کنجوسی کی پھر تو لت ہوئی
انگلیان بھی چاٹتا ہے کھا کے یہ | کسکو دے گا پھر کمائی لا کے یہ
وعظ مین تو ہے سخاوت کی یہ ڈینگ | خود ذرا سی بھی نہین دیتی ہین چینگ
دوسرون کو جو بتاتے ہین حرام | ہے حلال اُن کو مگر وہ لا کلام

کھیلتے ہین دین کے پردے مین شکار — روز کرتے ہین یہ رشوت زہر مار
ان سے جو ملجائے بس لے لیجیئے — ان ٹھگون کو خوب دھوکا دیجیئے

ستر احمد مولوی صاحب کے ایک دوست آتی ہین

(بحر رمل مسدس محذوف)

احمد۔ السلام اے مولوی خوش صفات — آپ کرتے تھے کسی عورت سے بات
دیکھ کر مجھکو کہین وہ چھپ گئی — کیا بھلا واتھی نہین وہ چھپ گئی
مولوی۔ مرد اجنبی سے تو پردہ ہے ضرور — اسمین میرا ذرا اسکا کیا قصور
احمد۔ آپ شاید اُس کی بھائی ہین جناب — جن سے کچھ لازم نہین اُسکو حجاب
اور گر ہین آپ نامحرم تو کیا — آپ سے پروا نہین اُس کو روا
مولوی چھوٹی امت کے لیئے پردہ نہین — ان سے نبھ سکتے نہین احکام دین
احمد۔ مولوی صاحب! ہین دین کے حکم عام — اُسکو کیا افلاس و دولت سے ہی کام
مولوی۔ چھپکے بیٹھین گھر مین گر ماما ئین سب — کام دنیا کا چلیگا پھر تو کب
احمد۔ ہاتھ منھ کا ڈھاکنا کب سے ہے روا — ستر عورت تو نہین یہ دست و پا
پردۂ نسوان ہے بس ساتر لباس — اور باقی اُس کے ہے سب احتباس

مشاطہ۔ (پردے مین سے نکلکے)

اب ہے کیا پردہ نہین پردے کے دن — تھا ہمارا بھی کبھی پردے کا سن
تھے میان! ہم بھی کبھی پردہ نشین — بے سواری ہم نجاتے تھے کہین
مرنے والے نے کیا ہمکو تباہ — بھیک یہ دردر کی ہے قسمت مین آہ
ہمکو آتا گر کوئی علم و ہنر — اور دنیا کی اگر ہوتی خبر
تو نہ ہوتے بعد شوہر یون ذلیل — علم ہوتا ہر مصیبت مین کفیل

احمد - آپ کی حالت عجب ہے دردناک ۔ کیجئے اُس کو بیان گر ہو نہ باک
ذات ہے کیا آپ کی ہی نام کیا ۔ اور کرتی آپ ہین اب کام کیا

مشاطہ - مجھ جلی کا آپ کچھ پوچھین نہ حال ۔ آپ کو سنکر بہت ہو گا ملال
ذات مجھ کم بخت کی سید ہے آہ ۔ کر دیا افلاس سے نے ہمکو تباہ
پالنے والا جو سر سے اُٹھ گیا ۔ رزق ہم رانڈون کا گھر سے اُٹھ گیا
ایک تو آتا نہ تھا ہمکو ہنر ۔ دوسرے بے پردگی کا تھا یہ ڈر
کر نہین سکتے تھے ہم فکر معاش ۔ تیسرے فاقے بھی ملتی تھی نہ آش
تنگ فاقون سے ہوئی جب مین بہت ۔ سر سے اُترا میرے تب پردہ کا ست
گھر سے نکلی اور کی ماما گری ۔ ہے ذلیل اس سے بھی کوئی نوکری
رفتہ رفتہ پھر ہوئی چالاک مین ۔ آبرو کھو کر ہوئی بیباک مین
اب تو مشاطہ گری ہے میرا کام ۔ سات پشتون کا ڈبویا مینے نام

احمد - (مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر)

مولوی صاحب اسنا کچھ حال یہ ۔ ہے غضب ہون عورتین پامال یہ
قوم کی غفلت پہ ہے صد آفرین ۔ کس مصیبت مین ہین یہ پردہ نشین
اسکو پردے کا تو ہے اتنا خیال ۔ عورتون کا بھی ہے کچھ معلوم حال
ہین بلا مین مبتلا بیچاریان ۔ انکی قسمت مین ہین کیا کیا خواریان
علم حاصل وہ تو کر سکتی نہین ۔ پیٹ بھی عزت سے بھر سکتی نہین
جان کو بس قوم کی یہ روئین گی ۔ عزت قومی یہی اب کھوئین گی
گبر و عیسائی - یہودی کب ہین سست ۔ حالت نسوان کو کرتے ہین درست
ہو گیا ہے کیا مسلمانون کا حال ۔ ان کو جز غفلت نہین کچھ بھی خیال
جان بھی جائے کہین گے ہم تو ہیچ ۔ ہے مسلمانون کو بس پردے کی پیچ

حالت نسوان سے کیا انکو غرض　　ہے انھین تو حبس نسوان کا مرض

گالیان جی بھر کے ہمکو خوب دین　　خیر جو چاہین کہین پر سوچ لین

جہل نسوان سم قاتل ہے ضرور　　اس کا درمان جلد فرمائین حضور

یا ور کہین ہے بہت مہلک مرض　　ہمکو تو پیغام حق سے ہے غرض

مشاطہ۔ آپ کے قربان مین جاؤن میان　　درد کی میرے بڑی ہے داستان

نام ہے کیا آپ کا فرمائیے　　ہے مکان کس جا مجھے بتلائیے

احمد۔ نام سے میرے تمہین ہے کام کیا　　بیاہ کا لاؤگی تم پیغام کیا

مشاطہ۔ آپکو شادی اگر منظور ہے　　تو یہان فردوس کی اک حور ہے

احمد۔ حور پریون کی مجھے خواہش نہین　　زوجۂ جاہل ہے مار آستین

گورے چمڑے کا نہین عاشق ہون مین　　حسن سیرت کا مگر شایق ہون مین

حور بھی بے علم ہے کس کام کی　　کیا توقع اس سے ہے آرام کی

سابقہ ڈالے نہ جاہل سے خدا　　ہو پری بھی بے ہنر تو ہے بلا

مولوی۔ علم سے کیا مومنہ عورت کو کام　　غیر کلام اللہ پڑہنا ہے حرام

سورۂ یوسف ہے مستثنے مگر　　اس کے پڑہنے مین بھی تو ہی خوف و شر

کافرہ عورات پڑھتی ہین علوم　　ہین خبیثات و لعینات اور شوم

عورتون مین دیکھئے حسن و جمال　　ہے نہین ان کے لئے علم و کمال

مشاطہ۔ مولوی صاحب ذرا رہئے خموش　　علم کا ان کو ابھی تازہ ہے جوش

مین انھین سمجھائے دیتی ہون ابھی　　پھر نہ لین گے علم کا یہ نام بھی

جاؤن واری اے میان یہ تو بتاؤ　　علم سے ہے عورتون کو کیا لگاؤ

کیا کرینگی نوکری پڑھ لکھ کے وہ　　علم و فن پھر کیا کرینگی رکھ کے وہ

احمد۔ علم کی غایت نہین ہے نوکری　　ہے ملائک پر اسی سے برتری

عورتون مین علم سے آتی ہے عقل — اور اُلٹی جہل سے جاتی ہے عقل

مشاطہ۔ لڑکیان لایق تو ملنی ہین محال — ناظران قرآن پڑہنا ہے کمال

گر کوئی اردو پڑھی مل جائیگی — بات اسکی تو یہ لونڈی لائیگی

احمد۔ محض اُردو سے نہین کچھ فائدہ — چاہئے تعلیم ہو باقاعدہ

مدرسے کی گر ملے کوئی پڑھی — ہو مڈل سے بھی لیاقت کچھ بڑھی

ایسی لڑکی کا تو تم لانا پیام — ورنہ شادی کو بھی ہے میرا سلام

مشاطہ۔ ڈھونڈنے جاتی ہون پر ہون ناامید — مدرسے کی ہے لگائی سخت قید

ہین زنانہ مدرسے تو جابجا — پر نہین ان سے ہین کچھ فائدہ

لڑکیان اورون کی پڑہتی ہین جہان — دیتی ہین تعلیم پر وہ اپنی جان

پر مسلمانون کو ہے پردے کی کد — ہے یہی تعلیم کے رستے مین سد

یہ زنانے مدرسے سب ہین فضول — لڑکیان جاتی نہین تو کیا حصول

عیب ہے گر پاؤن بھی وان وہ دہرین — گھر مین چاہین کوتی دن بھر بھرین

(مشاطہ چلی جاتی ہے)

مولوی۔ کفر کی باتین بہت کرتے ہین آپ — لیڈیون کی طرز پر مرتے ہین آپ

عورتون کو علم ہی ہے کیا ضرور — اس سے بڑہ جائینگے بس انکے شرور

چھوڑ دو تعلیم نسوان کا خیال — ورنہ نازل ہوگا قہر ذوالجلال

ہے جو پڑہنے کے لیئے تاکید یہ — کیا نصاریٰ کی نہین تقلید یہ

عورتین ہین رسیان شیطان کی — اور ہین یہ بندیان زندان کی

انکی طینت مین تو ہے مکر و فریب — شاخ حنظل مین کہین لگتا ہے سیب

احمد۔ آپ جیسے مولویون سے پناہ — ذات سے جنکے شریعت ہے تباہ

آپ نے گندے خیالون سے جناب — کر دیا اسلام کا چشمہ خراب

فرض ہے اسلام مین علم و ہنر
آپ کو مذہب کی ہے کچھ بھی خبر

پادریون کے جو تھے پہلے خیال
مولویون کے وہی ہین ابتو حال

پوپ تو تھا ہی عدو علم و فن
تھا حکیمون کے لئے حکم زدن

آج اُس کے جانشین ہین مولوی
ہے انھین بھی علم و فن سے دشمنی

مولوی - (غصہ سے جریب اٹھا کے)

دور ہو مردود کافر اہل نار
مرتد و زندیق و فاسق بدشعار

کفر کا فتوے مین لکھتا ہون ابھی
پھر نہ تو جنت مین جائے گا کبھی

چھوڑ دین گے تجھکو سب اب اہل دین
جز سقر تجھکو امان ہرگز نہین

ہم وہ ہین ہین جن کے قبضے مین عوام
پھیر دین انکی جدھر چاہین لگام

لاکھ تو چلائے پھر سنتا ہی کون
پھینکیے موتی بھی تو پھر چنتا ہی کون

احمد - مولوی صاحب یہ سچ کہتے ہین آپ
جاہلون ہی مین سدا رہتے ہین آپ

سامنے مرغون کے جو ڈالے گُہر
ہے حماقت اُس کی بےشک سر بسر

آپ بھکاتے ہین اندھون کو جناب
آپ ہی نے تو کیا اُن کو خراب

ان غریبون پر تو کیجئے رحم اب
غار نکبت مین گری ہین سبکے سب

رہنما جب آپ سے حضرت ہون آہ
کیون نہ ہو وہ قوم پھر ساری تباہ

آدمی کا جب بگڑتا ہے دماغ
عقل کا ہوتا ہے گل پھر تو چراغ

آپ کی مٹھی مین ہین یہ سب عوام
آپ نے انکو بنایا ہے غلام

آپ سے ہے دوستی رکھنا حرام
اب زبان سے آپکا لونگا نہ نام

لو مین جاتا ہون نہ بس اب رلئیے
اور غصہ سے نہ اتنا کانپئیے

مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور پہلا سین یکدالان

صغری بیگم اور کبری بیگم بیٹھی باتین کرتی ہین

(صغری بیگم) آج ہی عید ہین اور خوشی کا ہی سمان — بچے تڑکے سے اٹھکر کرتے ہین کیا ہی خوشیان
عید گہ جانیکا مردون کے بڑا ہے سامان — کوئی بگھی مین کوئی گھوڑے پہ جاتا ہی وہان
دور غم ہوتا ہے جب دل کے کنول کھلتے ہین
دشمن و دوست بھی اُس دن تو بہم ملتے ہین

(کبری بیگم) ہمکو کچھ عید سے مطلب ہے نہ تعزیر سے کام — قید خانہ مین گذرتی ہے یون ہی عمر تمام
فرض ہم پر ہے ہین آبروسے ماہ صیام — عیدگہ جانا ہمارے لئے لیکن ہے حرام
گھر مین اللہ کے ہم پاؤن نہ دھرنے پائین
حیف صد حیف ہے شکر بھی اسکا نہ کرنے پائین

(صغری بیگم) ظلم مردونکا ہے یہ ہمین نہین سن کی خطا — گھر سے اللہ کے روکین ہمین ہے قہر خدا
کون مذہب سے ہے کہتین ہی خدا سے پردا — دیر و بتخانہ و کعبہ مین تو جانا ہے روا
بدگمانی ہے فقط مردون کا دھوکا ہے
عیدگہ جانے سے اسلام نے کب روکا ہے

(کبری بیگم) یہ نیچر ہے ہوا اب تو ہمارا دشمن — حامی قید نسا ہے یہ ہوا گرگ کہن
ہم سے کیا لاگ ہی اس بوڑھے کو کیا ہی ان بن — کیون ترقی سے ہماری ہے اسے رنج و محن
قید نسوان کو سمجھتا ہے یہ نیچر پردہ
دین احمد کی یہ جڑ کاٹتا ہے در پردہ

(صغری بیگم) مین سمجھی تھی کہ یہ پیر ہے مرد عاقل — مسئلہ صرف پہ رکھتا ہے یہ حق و باطل

تھیٹ اسلام کا حامی ہے نہ بی کا قائل　　دل سے اصلاح مسلمان کی طرف ہے مائل
دین کے پردے میں نہان صورت بدعت نکلی
حیف فطرت جسے سمجھے تھے وہ صنعت نکلی

(صغری بیگم) سب بڑھاپے مین بہن جاتی ہین یونہی سٹیا　　اسکی باتون کا اثر اب تو نہین دل پہ ذرا
اس کے فتوے کو بھلا مانتا ہے کون برا　　کوئی فیشن کی ہدایت ہو تو ہم لائین بجا
قید نسوان کی حمایت کا تو سودا ہے اسے
اس پہ آزاد خیالی کا بھی دعوی ہے اسے

(صغری بیگم) ایسے تہذیب کے دعوون پہ خدا کی پھٹکار　　تف ہے اس کوٹ پہ پتلون پہ لعنت سو بار
آپ آزاد ہون ہم قید رہین لیل و نہار　　واہ ہمدردی انسان مین ترے جاؤن نثار
ہر سحر چاہیے کھانے کو ہوا سر دیٔنھین
گھر مین گھٹ گھٹ کے مرین ہم نہین کچھ ڈر انہین

(کبری بیگم) کوٹ پتلون سے کیا خاک بدلتے ہین خیال　　کام تعلیم کا درزی سے ہو ہے یہ تو محال
نقل کرنے سے کوئی ہوتا ہے عالم نقال　　بھولا اپنی بھی چلا ہنس کی جب کو اچال
دم مین تغیر خیالات کا امکان نہین
باپ دادا کی روش چھوڑنا آسان نہین

(صغری بیگم) مین یہ سمجھی تھی مہذب ہے یہ بوڑھا قراٹ　　اسکو آتا ہے نئے جامۂ تہذیب کا کاٹ
اہل یورپ کے تمدن کا یہی ایک ہی بھاٹ　　اسکی آزاد خیالی مین سمندر کا ہے پاٹ
شیر دل سمجھے تھے جسکو وہی خائف نکلا
یہ تو آزادی نسوان کا مخالف نکلا

(کبری بیگم) کیا یہ آزادی نسوان کا مخالف ہے بہن　　سر مین اس بوڑھے کے اب تک ہین خیالات کہن
گھر مین شاید نہین حضرت کے کوئی ایک بھی زن　　عورتون کے انھین معلوم ہون کیون رنج و محن

ان کو پردے مین بٹھائین تو انھین ہو معلوم
سختی قید اٹھائین تو انھین ہو معلوم

(صغری بیگم) آپ جم جم سے تو شیطان کے منکر ہین ہوا — کہتے ہین جنت و فردوس کو حضرت چکلا
ان کے نزدیک پیمبر ہے نہ قرآن نہ خدا — پر انھین پردہ نسوان کا عقیدہ ہے بڑا

بنی نیچر پہ ہے ہر بات مین دعوی انکا
اور فطرت کے مطابق ہے یہ پردہ انکا

(کبری بیگم) وحی و الہام و کرامت ہے خلاف فطرت — معجزہ اور رسالت ہے خلاف فطرت
دوزخ و گلشن جنت ہے خلاف فطرت — اور عیسی کی ولاوت ہے خلاف فطرت

سب یہ اسلام کے ارکان ہین پوا وہم گمان
عین فطرت ہے مگر پردہ حبس نسوان

(صغری بیگم) عقل سر مین نہین اس بوڑہے کے بکتا ہے فضول — قید نسوان سے بتاؤ تو اسے کیا ہے حصول
کیا خوشی اسکو بہن ہم جو گھر مین ہین ملول — اتنا بیشک ہے کہ خوش ہونگے بہت اس سے جہول

حبس نسوان کی جو تائید مین تحریرین ہین
یہ مسلمانون کے خوش کرنے کی تدبیرین ہین

(کبری بیگم) ایسے احمق نہین اسوقت کے اہل اسلام — جو ہر اک بات کا سمجھین نہ بہن وہ انجام
کیا خوشامد سے ہوا چلتا ہے اصلاح کا کام — ہے ہلاکت کا مسلمانون کے حق مین یہ دام

داد عاقل تو خوشامد کی نہین دیتی ہین
اب کھرے کھوٹے کو وہ بھی تو پرکھ لیتی ہین

(صغری بیگم) کیا یہ اندھے ہین جو دیکھین نہ کچھ اپنی حالت — سبکی نظرون سے گری جاتی ہے انکی وقعت
عورتون مین ہے ہوا جبکہ غضب کی وحشت — کسطرح دوسری قومون مین ہو انکی عزت

عورتین جن کی مہذب ہین وہی ہین عاقل

پست قومین ہین وہی جن کی ہین نسوان جاہل

(کبری بیگم) دیکھیے کرتا ہے پردے کو خدا کب غارت — بھاڑ مین جائے نگوڑی یہ خیالی عزت

کیا اسی قید سے محفوظ ہے اپنی عصمت — اپنے ہی ہاتھ مین ہے اپنی شرافت عفت

آپ مارین تو بوالہوس بھی مر سکتا ہے

مرد عورت کی حفاظت کوئی کر سکتا ہے

(مولوی نذیر حسین صاحب عیدگاہ سے آتے ہین)

(صغری بیگم) لو وہ ملنے کو چچا جان بہن آتے ہین — تحفے ہم لڑکیون کو دیکھیے کیا لاتے ہین

عیدگہ مرد بہن شوق سے سب جاتے ہین — خوب لُٹ لُٹ کے ہر ایک چیز وہان کھاتے ہین

عید اُن کی ہے ہوا عید کا سامان اُن کا

دین کوئی چیز ہمین لاکے تو احسان اُن کا

(کبری بیگم) (مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر)

عیدگہ ہمکو چچا جان نہین لے جاتے — ہم سے گھر ہی مین دوگانہ بھی نہین پڑھواتے

خطبہ و وعظ کبھی ہم کو نہین سنواتے — ہم گنہگارون کو مسجد بھی نہین دکھلاتے

رسم پردے کے گلے مین ہین ہمارے پھندے

ہم نہ امت ہین نبی کی نہ خدا کے بندے

(مولوی صاحب) بیٹی مجبور ہون کیا رسم یہ ہے زور مرا — دین اسلام مین ہرگز نہین ایسا پردہ

بدعت و ظلم ہے یہ پردہ نسوان بخدا — اس تعدی کی سزا پائین گے ہم روز جزا

ہم سے بدلا نہین لیتا ہے خدا مہر ہے یہ

عورتین آئین نہ مسجد مین بڑا قہر ہے یہ

مجھکو معلوم ہے مردون کا ہے جو ظلم و ستم — جسم نسوان مین تو اس حبس سے باقی نہین دم

عقل بھی ان مین اسی قید کے باعث سے ہے کم — بڑے لوگون کے زبان کھولنے پاتی نہین ہم

مولویت کی جو عزت ہے وہ عزت چھن جائے
جبہ بیکار ہو دستار فضیلت چھن جائے

ہائے کیا قہر ہے قرآن کے مخالف ہین یہ
حکم حضرت کو نہین مانتے ہین اہل غضب

روکے مسجد سے جو نسوان کو تو ہی جائے عجب
ان سے کمتر تو شرافت مین نہین اہل عرب

رائے بیہودہ ہے کب آیہ قرآن انکی
کیا نبی زادیون سے بڑھ کی ہین نسوان انکی

دیکھتی ہو کہ جہالت کا ہے اس ملک مین زور
دین باقی نہین بے دینی و بدعت کا ہے شور

دہریت چھائی ہے اسلام سے بیٹی درگور
دین کی پردہ مین یہان ٹھگ ہین کہین چھپے ہین چور

لائق و نیک خدا ترس یہان ہین پامال
ظالم و سرکش و بدکار تو ہین مالا مال

(صغری بیگم) آپ جب ظلم سمجھتے ہین یہ حبس نسوان
کیون نہین کھولتے پھر حق کی حمایت مین زبان

شان اسلام ہے یہ حق پہ کرین جان قربان
اہل اسلام کی ہمدردی و ہمت ہے کہان

شیخیان مارتے ہین اور یہ کیا کرتے ہین.
سچ بھی کہنے سے مسلمان تو اب ڈرتے ہین

(مولوی فینا) بیٹی یہ سچ ہے زمانہ کا مگر رنگ ہے اور
اب جہالت کا تعصب کا خوشامد کا ہے دور

قاضی و مفتی و ملا کے نہین لگتے طور
پردہ دین مین یہ کرتے ہین ہر اک طرح کے جور

زر ملے گر تو ابھی جھوٹ سراپا لکھدین
خون ناحق کا خوشامد سے یہ فتوی لکھدین

کس کی شامت ہے کہے کوئی جو پردیکو برا
سمجھین سب اسکو ابھی کافر و مردود خدا

ان کے نزدیک ہے سب ظلم و ستم اسپہ روا
بھائی بندی سے اٹھادیتے ہین پھر دیر ہی کیا

جب تعصب ہے تو پھر کا ہیکو حق بات کہین

لوگ گرون کو کہین رات تو ہم رات کہین

(بلینک ورس)

دوسرا سین گوشہ محل

آزادی بیگم اور مولوی متعصب

(آزادی بیگم) جیتے جی کیون ہمین در گور کیا ہے تمنے
کیا ہماری ہے خطا کچھ تو بتاؤ ہمکو
کون سے جرم کی پاداش مین ہم ہین محبوس
کس کا گھر لوٹا کیا خون ہے کس کا ہمنے
چور ہین ٹھگ ہین اُچکّے ہین گرہ کٹ ہین ہم
یا کوئی قاتل خونخوار لٹیرے ہین ہم
کوئی بدکار ہین ہم یا کوئی غدار ہین ہم
بے وفا ہم ہین کہ بے شرم جفاکار ہین ہم
کیون خدا نے ہمین دنیا مین کیا ہے پیدا
کس لئے ہم کو بنایا نہین کھلتا مطلب
(مولوی متعصب) ہم خلیفہ ہین خدا کے یہ زمین ہے اپنی
تم ہو محکوم ہماری نہین اسمین کچھ شک
تمکو پیدا کیا خالق نے ہماری خاطر
تا ملے راحت و آرام ہمین بعد تعب
گھر مین رکھتے ہین تمہین تاکہ ہو عصمت محفوظ
نظر بد سے چھپاتے ہین تمہین ہر ساعت
نہین معلوم تمہین خلقت حوا شاید
پہلوئے حضرت آدم سے وہ نکلین باہر
چین سے ہمنے بٹھایا ہے گھر و نمین تمکو
محنت و فکر سے آزاد کیا ہے تمکو
(آزادی بیگم) کیا ہی معقول و مدلل ہے تمہاری تقریر
تم اکیلے ہو خلیفہ یہ کہان سے ہے ثابت
نوع انسان کے تو افراد ہین ہم تم دونون
وا سمجھا آدم مین ہم بھی ہین داخل لاریب
ہم جو دنیا مین نہ ہوتے تو نہ ہوتے تم بھی
عورتین گم ہون تو مردون کی ہو خلقت مفقود
شکم زن سے تو ہوتے ہی ہین پیدا ہر دم
عورتین مرد کے پہلو سے نکلتی ہین کہین
(مولوی متعصب) ناقص العقل ہو تم کچھ نہین تم کو معلوم
ضعف خلقت مین تمہاری ہی ازل سے لاریب
تم قوی ہو تین تو کرتین نہ حکومت ہم پر
ہم مین قوت تھی ہوئے ہم ہی جہان پر حاکم

عقل ہوتی تو نہ تم عالم و فاضل ہوتین　　زور ہوتا تو نہ تم قیصر و کسرےٰ ہوتین
تم مین جرات ہے کہان تم مین شجاعت ہے کہان　　تم مین ہے علم کہان اور کہان ہی حکمت
کون سے کام کی ہے تمکو لیاقت حاصل　　کون سے فن مین بتاؤ تو ہے عورت کامل

(آزادی بیگم) آپ ملا ہین نہین آپ کو دنیا کی خبر　　آپ پڑھتے ہین نہ اخبار نہ تاریخ و سیر
حکمت و فلسفہ کو آپ سمجھتے ہین کفر　　عقل ہے آپ کے نزدیک ضلالت کی دلیل
آپ طوطے کی طرح رٹتے ہین قرآن دن بھر　　پر سمجھتے نہین ایک حرف کے معنی بھی کبھی
اس پہ دعوے ہی کہ مجھ سا نہین لایق کوئی　　خر بھی ہوتا ہے کہین بار کتب سی عاقل
یاد ہے آپ کو کچھ سورۂ آل عمران　　جسمین فرماتا ہے خلاق ذکور و انثےٰ
مثل عورت کے نہین مرد ہمارے نزدیک　　ہمنے مریم کو کیا افضل و عالم لاریب
ناقص العقل کو عاقل پہ خدا دے ترجیح　　ماشاء اللہ سمجھ آپکی ہے قابل داد
ضعف خلقت کا عبث آپکو ہے ہم پہ گمان　　قوت و صبر و تحمل مین ہمین ہین غالب
عقل مین ہم سے کوئی آپکو نسبت ہی جناب　　لڑکیان ہوتی ہین لڑکون سے سمجھ مین بہتر
یہ تو فرمائیے ہے ہند کا قیصر کوئی مرد　　یا کہ عورت کی رعایا ہین یہ مونچھون والے
یاد ہے آپکو کچھ حضرت اسماء کی نبرد　　اور خولہ کی شجاعت کی بھی ہے کوئی خبر
کس لیاقت کی جہان مین نہین عورت موجود　　پر جہالت کا بجز علم نہین کوئی علاج

سین تیسرا ایک دالان

مولوی متعصب جاتے ہین اور تہذیب النسا بیگم آتی ہین

(تہذیب النسا بیگم) کون صاحب تھے یہ تسبیح عمامہ والے　　غیظ سے آتش دوزخ کے جو تھے پرکالے
کسی بدکار کے شاید یہ پڑے ہین پالے　　سابقہ سچ ہے نہ اللہ بُرے سے ڈالے

بدگمانی کا سبب تجربہ ذاتی ہے

ہم سمجھتے ہین کہ عورت انھین چھپاتی ہے

(آزادی بیگم) اجی اُلو ہے یہ اک مولوی بدکردار — کیا کہون تم سے موئے کے ہین بہن کیا اطوار
گھورتا پھرتا ہے سڑکون پہ تو خود لیل و نہار — چاند سورج سے چھپا نیکو ہمین ہے تیار
اپنے اعمال کا مطلق نہین کھٹکا اسکو
ہے مگر پردۂ نسوان کا تو سودا اسکو

(تہذیب النساء بیگم) مین بھی کہتی ہون کہ مردونکو ہے پردیکا جنون — گھر سے باہر جو قدم رکھین تو یہ کردین خون
سچ تو یہ ہے کہ بہن جیتے ہی جی ہین مدفون — کاش مرجاتے تو رہتے نہ گھرونمین محزون
پان کھانا کبھی سونا ہے کبھی سینا ہے
زیست سے گر یہی مقصد ہی تو کیا جینا ہے

(آزادی بیگم) بدگمانی کی کوئی حد بھی ہے کیا خبط ہی یہ — اس تشدد پہ بھی خاموش ہین ہم ضبط ہی یہ
پردہ و عفت نسوان مین کوئی ربط ہی یہ — عقل کا مردونکی ضعف ہے یا وبط ہی یہ
نظر بد کو نہین چشم کا خانہ اچھا
آپ اچھے ہین تو ہے سارا زمانہ اچھا

ہم جو بدکاری پہ آتے ہین تو رکتی ہین کہین — سات پردونمین بھی ہم ڈھونڈھ ہی لیتے ہین حسین
ہم وہ یکتا ہین جن سے کہ لرزتی ہی زمین — اور عفت مین بھی ہم سا کوئی دنیا مین نہین
جن کے سینہ مین ورشرم و حیا پنہان ہین
خانہ و کوچہ و بازار انھین یکسان ہین

(آزادی بیگم) قابل رحم ہے افسوس ہماری حالت — چشم مردم مین ذرا بھی نہین اپنی عزت
ہین وہ آزاد جو ہین صاحب شرم و عفت — حبس دائم کی نصیبونمین ہے اپنے ذلت
قطع امید تو ایک لخت ہوئی ہے اپنی
جان پتھر سے بھی کیا سخت ہوئی ہے اپنی

(ایک بوڑھی عورت آتی ہے)

(مہرالنساء بیگم) لو وہ آتی ہین بڑی بی ذری خاموش رہو　　چھوٹی دادی سے تو پردہ کی مضرت پوچھو
طیش مین آئیگی وہ اُن کی کڑی بات سہو　　ان سے بھی حال دل زار کسی ڈھب سے کہو
ڈرتی اتنا ہین کہ سایہ سے بھی یہ خائف ہین
اگلے وقتون کی ہین دنیا سے یہ ناواقف ہین

(آزادی بیگم) بڑی بی سے مخاطب ہو کر)
دادی سنتی ہون کہ کچھ لوگ ہوئی ہین پیدا　　جو کہ اس پردۂ موجودہ کو کہتے ہین بُرا
وہ سمجھتے ہین اسے عورتون پہ قہر خدا　　مانع علم و ہنر باعث تحلیل قوا
بند عورت ہو مکان مین یہ کہین پر دا ہی
دام پھیلا ہے اجل کا یہ نہین پردا ہے

(بڑی بی) غیظ مین آکے بڑی بی نے کہا او ناپاک　　لو کا لگ جائے زبان مین ہو تری منھ مین خاک
کہتی ہے پردۂ نسوان کو بُرا اے بیباک　　کہکے یہ بات تو کٹوا ئیگی سو پشت کی ناک
مرد سن لینگے تو کیا کیا نہ کہین گے مجھکو
جیتا ہی کھود کے گاڑین گے زمین مین تجھکو

(آزادی بیگم) دادی مین نے تو نہین کوئی بری بات کہی　　اس موے پردے کو کہتے ہین بُرا اب تو سبھی
بات کہنا ہی ہے گر جرم تو بس یہی سہی　　قید دائم سے بجز موت نہ چھوٹین گے کبھی
عقل ہوگی تو مری بات کو وہ تاڑین گے
زندہ در گور ہین ہم آپ وہ کیا گاڑین گے

(بڑی بی) موئی کاٹون کو ہے کیا پردہ کی تکلیف سی کام　　گالیان کوسنے کھاتے ہین عبث ہین بدنام
ہم نے کب اپنی مصیبت کا دیا ہے پیغام　　جسمین مردونکی خوشی اسمین ہمین ہی آرام
پردے ہی مین ہے فقط اب تو شرافت باقی

جان جائے پہ رہے عزت و حرمت باقی

(تہذیب النساء بیگم) واہ ری یہ آپکا مہمل ہے شرافت کا خیال — کچھ بنی زادیوں کا آپ کو معلوم ہے حال
ان سے بڑھکر ہو معزز کوئی ہے یہ تو محال — ان کے ناخن کی برابر بھی نہیں بدر و ہلال
قید تنہائی کی ایذا تو نہیں سہتی تھیں
اس موئے پردے میں دادی وہ کہاں رہتی تھیں

(بڑی بی) اری خاموش بنی زادیوں پر یہ بہتان — دیکھ سڑ جائے کہیں منہ میں نہ یہ تیری زبان
چاند سورج نے بھی دیکھا نہیں انکا رویان — بند حجروں سے قدم صحن میں رکھتی تھی کہاں
رخ سے گھونگٹ نہ کبھی خواب میں بھی اٹھتا تھا
اپنے سایہ سے بھی چھپتی تھیں وہ یہ پردا تھا

(آزادی بیگم) واہ ری کیا آپکی باتیں ہیں ہنسی کے قابل — دین و دنیا سے تو ہیں آپ غضب کی جاہل
دعوی پردۂ نسوان ہے سراسر باطل — ہاتھ چہرہ ہی نہیں ستر نسا میں داخل
تھی ازل سے یہ بلا قسمت نسوان میں لکھی
حبس دائم کی سزا ہے کہیں قرآن میں لکھی

(بڑی بی) (آگ ببھوکا ہوکر)
جھوٹی بدذات حیا بھون کے کھائی تو نے — گرہ کے کیا دل سے نئی بات بنائی تو نے
خوب دیدہ کی صفائی یہ دکھائی تو نے — مدرسہ میں یہی تعلیم ہے پائی تو نے
بدزبانی کی سزا اب تجھے دلواتی ہوں
تیرے ماموں سے تجھے جوتیاں کھلواتی ہوں

(مولوی ابوالحمار آتے ہیں اور بڑی بی اُنسے شکایت کرتی ہیں)
(بڑی بی) بیٹا ان لڑکیوں کا تمنے بھی کچھ حال سنا — کہتی ہیں شرع سے ثابت نہیں ہوتا پردا
کس نگوڑے نے سجھایا ہی انھیں ہائے خدا — کہ نہیں عورتوں کو قید میں رکھنا زیبا

تاک سوشیت کی ہے یہی کٹوائینگی
ٹھنڈی سڑکون پہ ہوا کھانے کو اب جائینگی

(اولوالطماع) کون مردود ہے وہ کہتا ہے پردیکو جو بد　　کافر و مرتد و زندیق ہے ملعون ابد
کیا دلیل اُس کی ہے لاؤ مین ابھی کردون رد　　مجھکو تو پردۂ نسوان کی حمایت مین ہے کد
حق کی سنتا نہین جب بات کی پیچ کرتا ہون
زور منطق سے مین باطل کو بھی سچ کرتا ہون

کون مجھ سا ہے بتاؤ تو جہان مین لایق　　اہل یورپ سے ہون مین علم و ہنر مین فایق
میری تصنیف کا ہے ہکسلی جیسون شایق　　دعوی منطق و حکمت مین مین ہی ہون صادق
میرے شاگرد سے بھی کم ہے بہت اطلیموس
طفل مکتب مرے نزدیک تو ہے جالینوس

پارلیمنٹ کا مجھ سا نہین کوئی ممبر　　مجھکو دنیا کے قوانین ملل ہین ازبر
علم منطق مین ارسطو سے بھی ہین ہون ماہر　　قدر کرتا ہے میری رائے کی ہر اہل نظر
بادشاہون کو لڑادون مین غضب ہون چالاک
سچ تو یہ ہے کہ مرے سامنے کیا ہین افلاک

علم ہیئت مین کوئی مجھ سا ہے فرد کامل　　سامنے میرے ہین گیلیلیو۔ نیوٹن جاہل
فیثاغورث کا ہے دعوے تجدد باطل　　میری تحقیق کے ہین لندن و جرمن قائل
کرۂ شمس و قمر نقل سے ثابت کردون
نو فلک اور ابھی عقل سے ثابت کردون

ہے کوئی مجھ سا جیا لوجی کا کامل استاد　　ہے معاون کی جہانین تو مجھ ہی سے بنیاد
علم حیوان و نباتات ہین میری ایجاد　　مجھ سے سقراط فلاطون کی ارواح ہین شاد
علم مابعد طبیعت مین مین ہی کامل ہون

گنڈے تعویذ کا جادو کا مگر قائل ہون

علم نابرق وہوا مین ہون مین ہی فرد فرید ‏ ‏ میری تصنیف ہر اک علم مین ہے قابل دید
ہے تصوف مین مرا صوفی صافی بھی مرید ‏ ‏ مجھ سے کم رتبہ ہین اقطاب زمان پیر و شہید

علم و حکمت مین ہے اکتائی کا دعوی مجھکو
فرد کامل کیا اللہ نے پیدا مجھکو

(آزادی بیگم) ماموں جان آپ تو بے شبہ ہین اک بحر علوم ‏ ‏ آپکی منطق وہیئت تو ہے سب کو معلوم
آپ کے فلسفہ کی ہند مین ہر جگہہ ہے دھوم ‏ ‏ آپ کے نام سے روشن ہین فلک پر یہ نجوم

آپ سا کوئی نہین عالم و فاضل ہشیار
پشت پر بار کتب سر پہ ہے بار دستار

(ابو الحمار) بیٹی کیا ذکر تمہارے پردے کا کرو مجھ سے بیان ‏ ‏ کفر ہے پردہ نسوان مین مگر وہم و گمان
وسوسے ڈالتا ہے ولین تمہارے شیطان ‏ ‏ اہل شک پاتے ہین لاحول کے پڑھنے سے امان

جنتی پھنستے ہین کب فلسفہ کی گھاتون مین
دوزخی آتے ہین شیطان کی ہان باتون مین

(آزادی بیگم) پہلی سیڑھی ہے سمجھ کی یہی شک ماموں جان ‏ ‏ کیون اسے کہتے ہین وسواس خبیث و شیطان
قوت وہم ہے اک آیۂ خلاق جہان ‏ ‏ دیکھہ لو اسکی کرامات ہے دنیا مین عیان

سوچ کا کام کوئی ذکر سے ہو سکتا ہے
شک نہ پیدا ہو تو کیا فکر سے ہو سکتا ہے

(ابو الحمار) دور کمبخت یہ کیا بکتی ہے کفر و الحاد ‏ ‏ قید مذہب سے تو پڑھ لکھ کے ہوئی ہے آزاد
عقل پھرتی ہے لئے جسکی نہین کچھ بنیاد ‏ ‏ دین و دنیا تری یہ علم کرے گا برباد

سن کے یہ بات مکدر مری اب خاطر ہے
شک جو پردے مین کوئی لائے وہی کافر ہے

مولوی ابوالحمار غیظ و غضب مین آکر چلے جاتی ہین

اور تہذیب النسا بیگم اور آزادی بیگم آپسمین باتین کرتی ہین

(تہذیب النسا بیگم) (آزادی بیگم سے مخاطب ہوکر)

سن چکین شیخیان ماموں کی تم اپنے آپا — بنتے ہین نام خدا آپ ارسطو کے چچا

ایسا غوجی ہی کو پڑ کر ہے انھین یہ دعوے — رٹتے طوطی کی طرح پھرتے ہین صغری کبری

پڑہتے جس طرح کہ قرآن کو روان ہین حفاظ

یاد انکو بھی اسی طرح سے ہین کچھ الفاظ

(آزادی بیگم) اس زمانہ کے تو ملاؤن کی حالت ہی یہی — خودستائی پہ مرے جاتے ہین آفت ہی یہی

حق کے حامی نہین اعمال کی شامت ہی یہی — رہنما اندہون کے اندہے ہین حماقت ہی یہی

شیخیان مار کے نادانون کو بہکاتے ہین

جاہل محض ہین پر مولوی کہلاتے ہین

(تہذیب النسا بیگم) جھوٹے دعوے پہ بہی لائین ہزارون برہان — خود حدیثون کو گھڑین اور بنائین قرآن

راویون پر یہ لگا دیتے ہین دم مین بہتان — انکی منطق سے تو ڈرتے ہین جہان کے شیطان

تین گر چاہین تو چہتیس کو ثابت کر دین

پاک و معصوم یہ ابلیس کو ثابت کر دین

ان سے تھرّاتے ہین سب مفتی و قاضی و حکم — خون ناحق انہین تحریر کی سرخی سے ہی کم

ان کے فتون سے تو مظلوم گئی سوئی عدم — انکی تاویلون کے مشکور ہین سب اہل ستم

نطق کے زور سے ظالم کو یہ مظلوم کرین

شمر کو چاہین تو ثابت ابھی معصوم کرین

(آزادی بیگم) جانتے سب ہین کہ اسلام مین پردہ یہ نہین — ظلم رکھتا نہین نسوان پہ روا دین متین

حبس دائم کی مضرت کا تو ہے انکو یقین — قید نسوان کی عرب مین ہے بوا رسم کہین

چھوڑتے حق کو ہین باطل کی پیچ کرتی ہین
سچ بھی کہتے نہین کیا خلق سی یہ ڈرتے ہین

(تہذیب النسا بیگم) اِن پہ موقوف ہی کیا سب ہی ہمارے ہین خلاف — باپ مان بھائی بہن آنکھون کے تارے ہین خلاف
قاضی و مفتی و حکام یہ سارے ہین خلاف — در و دیوار و زمین چرخ ستارے ہین خلاف
کوئی برگشتگی بخت سے چارا ہے بہن
جز خدا کون مددگار ہمارا ہے بہن

(آزادی بیگم) کون ہمدرد ونسا ہے جو کرے اپنی مدد — وار کرتا ہے فقط ایک معلم سب رد
اسکی بھی دشمن جان خلق ہی اللہ ری کد — کیون ترقی سے ہمارے ہے یہ مردون کو حسد
لوگ آنے سے بھی بیزار ہین اس کے اب تو
علم و حق وہ ہی مددگار ہین اس کے اب تو

(تہذیب النسا بیگم) خیر اللہ تو ہے گو نہین کوئی یاور — اس مصیبت مین وہی لیگا ہمین اپنی خبر
مثل حیوان ہمین رکھتے ہین جو بے علم و ہنر — مانگتے پھرتے ہین ہم بھیک اسی سے گھر گھر
حکم مردون کا ہے اپنا نہ ارادہ ہے کوئی
بے کسی اس سے بہن اور زیادہ ہے کوئی

چھوتھا سین ایک دالان

کریما نائن اور آزادی بیگم

(آزادی بیگم) اے کریما بوا تم آج کہان آنکلین — بھولے چوکے سے بھی دم بھر کو نہ تم آگے ملین
عید گذری بھی سویان نہ یہان آنکے لین — آنے دیتی نہین کیا لڑکیان ہین جن سے ملین
آئین برسو نہین بھی گر تم تو اکیلی آئین

ساتھ اپنے نہ نصیباً کو بوا تم لائین

(کریماً) بیوی پڑھنے سے کوئی دم نہین اُسکو فرصت امتحان آیا ہے کرتی ہے غضب کی محنت

اپنی ہمجولیون سے بھی ہے اُسے اب نفرت اک ہوا کھانیکو جانے کی فقط ہے عادت

پڑھنے بچپن سے تو مکتب مین بٹھایا ہے اُسے

اسکے باوا نے تو ضد کرکے پڑھایا ہے اُسے

(آزادی بیگم) خیر سے عمر نصیباً کی بوا ہے اب کیا مین سمجھتی ہون کہ سن چودہ برس کا ہوگا

مدرسہ جاتی ہے وہ اور نہین کچھ پروا انتظام اسکی سواری کا کیا تمنے بوا

چہرہ اپنا وہ کسی کو نہ دکھاتی ہوگی

مدرسہ ڈولی ہی مین بیٹھ کے جاتی ہوگی

(کریماً) بیوی وہ تو نہین کرتی ہے کسی سے پروا چادر اوڑھکے وہ مدرسہ جاتی ہے سدا

بیوی اس بات سے اسکی ہون بہت مین بھی خفا بے دھڑک پھرتی ہے مردون مین نہین شرم ذرا

کہتی ہے میمون سے کسطرح لیاقت مین رہون

اس موے پردہ مین ممکن نہین مین علم پڑھون

(آزادی بیگم) سچ تو کہتی ہے بوا ٹھیک ہے یہ اُسکا خیال اس موے پردہ مین نسوان کی ترقی ہے محال

فائدہ کیا ہی نہو علم مین جب تک کہ کمال تھوڑا پڑھوایا جو لڑکی کو تو کیا اس کا مال

علم حاصل ہو تو تکلیف کا سہنا اچھا

تھوڑے پڑھنے سے تو ناخواندہ ہی رہنا اچھا

(کریماً) سنتی ہون ڈاکٹری پڑھکے وہ ہوگی نوکر ہوگی تنخواہ سوا سو سے بھی پہلے بڑھکر

اب تو عزت سے کمائیگی بہت مال و زر ایسی بیٹی پہ مین قربان کرون لاکھ پسر

اپنے لائق تو یون آرام سبھی ہے مجھکو

فکر شادی کی بس اب ایک رہی ہے مجھکو

(آزادی بیگم) کس سے شادی کا ارادہ ہین کہو تو ہم سے
ہر کوئی اس سے بھی لائق ہے ملا جم جم سے
بیاہ کرنے کی نہین وہ تو کبھی بھی کم سے
ایسی شادی بھی ہے کیا عمر کٹے جو غم سے

بیوی شوہر جو مخالف ہون تو بس مرنا ہے
طوطی و زاغ کو پیوند بہم کرنا ہے

(بیگم) وہ یہ کہتی ہے کہ مین آپ کرونگی شادی
دیکھہ لین مرد کو ہم ہے یہ ہمین آزادی
عقد میرا نہین کر سکتے ہین دادا دادی
مرد جاہل کی تو سنگت کی نہین مین عادی
حبس دایم مین مین ہرگز نہ رہون گی امان
ظلم شوہر کے تو بیجا نہ سہون گی امان
عقد جاہل سے نہ کرنا مرا تم بہر خدا
زہر کھالون گی جو ایسے سے پڑیگا پالا
قید دایم کی سہونگی نہ کبھی مین ایذا
گاڑ دو جیتے ہی جی کھود کے تم مجھکو بوا

گھر مین رہنا مرا امان تمہین کیا دوبھر ہے
ایسی شادی تو مجھے مرگ سے بھی بدتر ہے

(آزادی بیگم) سچ تو کہتی ہے کہ گیا وہ نہین اسمین کلام
بیوی شوہر کی نجبت کا فقط عقد ہے نام
رنج باہم سے کوئی ملتا ہے گھر مین آرام
ایسی شادی تو ہے دونو کو قضا کا پیغام

عقد مین راے بھی ہم سے تو نہین لیتے ہین
جسکو جی چاہا اٹھا کر ہمین دیدیتے ہین

بس محب بند زبان کو کہ زمانہ ہے برا
وہی ہوتا ہے یہان چاہتا ہے جسکو خدا
عورتین قید سے چھوٹین ہے یہی حکم قضا
ڈر نہین لاکھہ مخالف ہو ہمارے دنیا

گرچہ ہر گام پہ ہے ظاہر و پنہان مشکل
ہے بھروسہ جو خدا پر تو ہے آسان مشکل

متفرقات

گلاب کا پھول

ایک دن وقت سحر گذرا جو باغ عام سے — وہ سمان دیکھا کہ آتا ہے تصور مین نظر

وہ سہانا وقت وہ سبزہ وہ پھولونکی مہک — وہ نسیم صبح وہ خوش لہجہ مرغان سحر

جابجا کونڈون مین کیا ہی خوش نما تھے وہ درخت — تھا گلاب اُن سب مین بڑھکر دلفریب و خوشتر

رخ سے ہر گل کے عیان یون جلوۂ صناع حسن — شمع جیسے پردۂ فانوس مین ہو جلوہ گر

کچھ کھلے تھے پھول کچھ کلیان ابھی تھین نیم وا — اور مرجھائے پڑے تھے جابجا کچھ خاک پر

ناشگفتہ کل جو تھے غنچے وہ اب کھلکر تھے پھول — اور پژمردہ تھے وہ پڑتی تھی کل جن پر نظر

اتنے مین اک باغبان آیا درختون کے قریب — جس نے توڑے پھول وہ چنکر جو تھے شاداب تر

دیکھ کر گلچین کا یہ ظلم و ستم مین دنگ تھا — جی مین کہتا تھا کہ ہے فولاد کا اس کا جگر

دل نہین دکھتا ہے اسکا توڑتا ہے جب یہ پھول — سنگ دل ہے کچھ نہین اسمین محبت کا اثر

خود لگایا باغ اس نے اور سینچے یہ درخت — آپ ہی اب توڑتا ہے شاخ و گل برگ و ثمر

یہ خیال آتے ہی واں مین عقل نے مجھ سے کہا — بے خبر تجکو نہین اسرار خلقت کی خبر

وہ حقیقی باغبان جس نے لگایا ہے یہ باغ — جس کی صنعت پر گواہی دے رہے ہین یہ شجر

خاک سے پیدا یونہین کرتا ہے ہر دم صورتین — جلوہ افروزی سے جن کی ماند ہین شمس و قمر

اور پھر خود ہاتھ سے اپنے مٹاتا ہے انھین — رحم آتا ہے اسے کب ان کے حال زار پر

ہست کرتا ہے وہی اور نیست کرتا ہے وہی — ہے وہی رزاق مطلق خالق ہر خیر و شر

جس کو تو سمجھا ہے بے درد وہ ہے حلم و کرم — نفع جس کو جانتا ہے تو وہ ہو شاید ضرر

خوش نمائی دیکھکر اس باغ کی خوش ہو محب
کس کو اس کی ابتدا و انتہا کی ہے خبر

ترکیب بند

ذرا آنکھون کو کھولو گردش چرخ کہن دیکھو — کیا پامال ہم کو بھی زمانے کا چلن دیکھو
کبھی تھا گلشن اسلام بھی سر سبز دنیا مین — مگر اب چشم عبرت سے وہی اجڑا چمن دیکھو
عمارت علم کی جب تک نہ تم ملکر بناؤ گے — رہے گا خانۂ ویران یہ گھر اہل وطن دیکھو
ملا یا گردش افلاک نے گو خاک مین ہمکو — مگر اس خاکساری مین ہمارا بانکپن دیکھو
دھوان ابتک بھی کچھ بجھتے چراغون سے نکلتا ہے — ابھی برہم ہوئی ہے دوستو یہ انجمن دیکھو
مخالف ہین نئی تعلیم کے بیجا تعصب سے — ہماری قوم کا اے عاقلو دیوانہ پن دیکھو
سخن سنجو ذرا میرے ذرا اشعار کو پرکھو — مرے مضمون کو سمجھو مرا طرز سخن دیکھو
گھٹے گی تربیت تعلیم جتنی ایک ملت کی — بڑھے گا اتنا ہی اس قوم کا رنج و محن دیکھو
دکھائے جوہر تیغ و قلم تم نے زمانے کو — نہین مردانگی تم مین تو اب گور و کفن دیکھو

تمہارے باپ دادا نے دکھائین جراتین رن مین
دکھاؤ ہمتین تم بھی حصول حکمت و فن مین

گئے وہ دن کہ شمشیر دو دم تھی یار و ہمدم — گئے وہ دن کہ تھا مغرور اپنے زور پر رستم
گئے وہ دن کہ حیوانی قوا انسان کے حاکم تھے — گئے وہ دن کہ جذبے نفس کے تھے رہبر آدم
گئے وہ دن کہ قومین فخر کرتی تھین شجاعت پر — گئے وہ دن کہ تھا تلوار کے قبضہ مین ہر دم
مگر اب بادشاہ فلسفہ کی حکمرانی ہے — گڑے ہین عقل کے جھنڈے کھلے ہین علم کے پرچم
مسلمانون اٹھو باندھو کمر اب وقت فرصت ہے — بسان شیر ملک علم پر حملہ کرو پیہم
دکھاؤ جوہر تیغ قلم میدان حکمت مین — کرو سر یہ مہم علم گر تم مین ہے کچھ بھی دم
نہ ہارو ہمتین شمشیر و نچھوڑو دامن جرأت — لڑو جہل و تعصب سے لڑائی ملکے سب باہم
رہے گو دوڑ مین پیچھے مگر تم اسپ تازی ہو — بڑھو آگے بہت چلنا ہے عرصہ ہے نہایت کم

یہی قانون فطرت ہے کہ گھٹکر بڑھتی ہین قومین
ترقی ہوتی ہے سر کٹتے ہی کیا شمع کی لو مین

مغل چنگیز خانی جو کبھی تھے حاکم و افسر
ابھی گذری ہین کچھ صدیان کہ حالت انکی تھی ابتر

لباس انکے تھے چرم گوسفند و آہوئے وحشی
غذا انکی تھی لحم موش بستر ان کے خاکستر

یہی قربانیان انسانکی کرتے تھے معابد مین
نشان ہین آجتک باقی جہان لاکھون سر کٹکر

یہی وہ ہین کہ جن کی حرکتین سب وحشیانہ تھین
درندون کی طرح آپسمین لڑتے تھے یہی اکثر

نہ انہین علم و فن تھا اور نہ ہمدردی حکمت تھی
جہالت انکی ہمدم تھی سفاہت انکی تھی رہبر

مگر جب کرلیا اسلام نے آکر شکار ان کو
ہوے صید حکومت یہ مثال طائر بے پر

یہ ٹھوکر لگتے ہی خواب تغافل سے وہ خود چونکے
کہلین آنکھین تو دیکھا یہ کہ اپنا حال ہے ابتر

حکومت نے بتائے ان کو رستے پھر ترقی کے
چراغ علم روشن ہوگئے اکبارگی گھر گھر

ملی وہ علم کی دولت بدولت جسکی دنیا مین
وہی ہین آج سب قومون سے اعلیٰ اور بالاتر

مہذب قوم کی فرمانروائی سے رعایا کو
فواید ہین بہت یہ نکتہ تم اے غافلو سمجھو

کہلی ہین علم کی راہین ہوئے ہین مدرسے جاری
مہیا ہین ہر اک فن کے مدرس عالم و قاری

کہین تعلیم علم کیمیا علم فلاحت ہے
سکھاتے ہین کہین علم طبابت فن بیطاری

کہین تعلیم ہے علم طبعی و ریاضی کی
کہین تدریس علم مہندسہ ہے درس معماری

ہوئے ہین جب سے جاری ریل برقی تار اسٹیمر
تجارت کی ہوئی ہے ہر جگہہ کیا گرم بازاری

تجارت کی بدولت اہل یورپ کو ملی دولت
عرب اپنے زمانے کے بڑے نامی تھے بیوپاری

سلیمان کو تجارت سے ملی بے انتہا دولت
تجارت سے نہ تھے اسلام کے بانی کبھی عاری

تجارت سے ملیگی تم کو عزت دولت و دنیا
ہمیشہ پائینگے ہم نوکری مین ذلت خواری

مسلمانون سے کیون ثروت گئی افلاس کیون آیا
کہ انکی ہمتین بس نوکری مین صرف ہین ساری

مسلمانو نہین کچھ فائدہ اگلی کتابون سے بیاض کرم خوردہ ہین کوئی لے لیگا پنساری

علوم مغربی سیکھو کہ تم اہل بصیرت ہو
کھلین آنکھین تمہاری اور حاصل تمکو دولت ہو

کرو تعلیم اپنی عورتون کو اے مسلمانو نہ رکھو ان کو جاہل تم سنو میرا کہا مانو
نہین ممکن بلا تعلیم نسوان مرد لایق ہون بڑا ہوتا ہے صحبت کا اثر سمجھو مری جانو
پڑا ہے پردۂ غفلت یہ کیسا چشم بینا پر کہ مثل طائر پابند انھین رکھتے ہو نادانو
نہین ہے عورتین کیا جزو قوم ملت احمد نہین کیا فرض و تعلیم و ہدایت ان کی انجانو
یہی مائین زبان مادری تعلیم کرتی ہین زبان کی درسگاہین ہین یہی گھر اے زبان والو
گلڈسٹن کی مادر گر نہ ہوتی لایق و فائق نہ ہوتا افصح و ابلغ وہ ہرگز تم یقین جانو
اگر اس گھر مین رہنا ہے تمہین عیش و مسرت سے بناؤ اپنی نسوان کو مہذب خانہ ویرانو
تعجب ہے تمہاری عورتین وحشی و جاہل ہون اور اسپر دعوی تہذیب ہو تمکو مسلمانو
حجاب آتا ہے کہتے چشم پوشی ہو نہین سکتی جو پردہ حد سے بڑھکر ہے اٹھا دو اسکو دانو

کرو قائم مدارس جابجا تعلیم نسوان کے
ترقی کی یہی راہین یہی ہین کام انسان کے

مرا دعوی مسلم ہے نہین جسمین کوئی حجت کہ ہے اسلام سب سے بہترین مذہب و ملت
اصول اس کے ہین جڑ لاریب انسانکی ترقی کے فروع اس کے ہین اصل راحت و آرام و امنیت
عرب کیا تھا فقط اک ریت کا میدان چٹیل تھا زمین تھی سنگلاخ اور ریت کے ٹیلون کی تھی کثرت
زمین جلتی تھی ایسی جیسے انگارا دہکتا ہے حرارت دھوپ کی تھی اسقدر گرمی کی تھی شدت
نہ دریا تھا نہ ندی تھی نہ تالاب اور جھیلین تھین بسان گوہر نایاب پانی کی تھی کیا قلت
فقط باران رحمت پر عرب کی زندگانی تھی برستا تھا نہ جب پانی تو ہوتی تھی بڑی وقت
نہین اوگتے تھے تخم کاہ خودرو بھی کہین از خود زمین بنجر تھی ایسی جیسے کوئی بانجھ ہو عورت

نہ تھی ہندوستان کی طرح شادابی و زرخیزی | خزانِ فطری تمول تھا نہ قدرت کی کوئی دولت
کھجوروں کے کہیں جھنڈ اور کہیں خار مغیلاں تھے | کہیں بھیڑوں کی گلّے تھے کہیں اونٹوں کی تھی کثرت

مویشی کے سوا اہل عرب کا کیا خزانہ تھا
یہی ان کی بضاعت تھی یہی بس کارخانہ تھا

پلا ساقی مئے گلگوں چمن میں بادہ خواری ہے | خزاں کے دن گئے اب آمد فصل بہاری ہے
مئے گلرنگ کے ساغر ہیں شاخوں پر گل احمر | نسیم صبح پر کیفیت مستانہ طاری ہے
کہیں باد سحر کی دمبدم غنچوں سے اٹھکیلی | گلوں کے پاس بلبل کی کہیں امیدواری ہے
کہیں سوسن نے کھولی ہے زبان نعت محمد میں | کہیں غنچوں کے لب پر مدح احمد حمد باری ہے
قطاریں سرو کی ہیں یا کہ صف بستہ نمازی ہیں | ثمر سجدے میں شاخیں سرنگوں کیا انکساری ہے
کہیں شمشاد پر خوش لہجہ قمری کرتی ہے حق حق | کلام اللہ گویا پڑھ رہا منبر پہ قاری ہے
رواں نہریں نہیں ہیں چشمہ پر آب سے ہر جا | کسی مہجور کی آنکھوں سے جوئے اشک جاری ہے
اقامت میں شجر ہیں شاخ و گل سجدہ میں جھکتے ہیں | شجر کا مصلا ہے نہیں پھولوں کی کیاری ہے
برنگ صوفی صافی کہیں طاؤس رقصاں ہیں | غزل گاتی ہے بلبل اور گل پر حال طاری ہے
چمن میں جلوہ جاناں نظر آتا ہے ہر جانب | نہ دیکھیں ہم تو بیشک کور چشمی یہ ہماری ہے

محب ہشیار ہر جا تاک میں صیاد بیٹھا ہے
کوئی مضطر قفس میں ہے کوئی ناشاد بیٹھا ہے

ہماری قوم کے مردوں کی حالت

نہ علم دنیا نہ علم دین ہے نہ فلسفہ ہے نہ خلق احمد | مگر تعصب ہے اور وحشت تباہ حالت ہے اور ابتر
فضول فکریں عبث مباحث ہنسی کے قابل ہیں انکی باتیں | غلط خیالوں سے سڑ گیا ہے دماغ انکا غرض سراسر
بتائے انکو جو عیب ان کے اسی کو سمجھیں یہ اپنا دشمن | کرے جو جھوٹی خوشامد انکی وہی ہے نظروں میں انکے بہتر

مزاج ان کا ہے عاشقانہ مذاق انکا ہی وحشیانہ
طبیعت انکی بہت ہی نازک دماغ انکا ہی سخت پتھر

کوئی ہی مجنون کوئی ہی وامق کوئی ہی فرہاد قیس ثانی
کسی کے سر مین خیال گیسو کسی کے دلمین ہے عشق دلبر

کہین ہے دور شراب احمر کہین ہے لالہ رخون کا جمگھٹ
کہین ہے رقص و سرود ہو حق کہین ہے شطرنج اور چوسر

کہین ہے افیون مدک کا چرچا کہین ہے چانڈو کا شغل ہر دم
کہین ہے سیندی کے روز جلسے کہین ہے گالی گلوچ شب بھر

انھین تو راحت سی اپنی مطلب کسیکو دکھ درد سے غرض کیا
تباہ ہو جاسے قوم ساری رہے ہمارا اگر بنا گھر

ملین جو موقع تو پھونک ڈالین یہ اپنی ہاتھون سی اپنی گھر کو
گرائین تو مین عمارتین سب اکھاڑ ڈالین بنا کے پتھر

عجب نہ ہوتی جو شرم مجھ مین تو اور لکھتا مین انکی حالت
نہ انمین غیرت نہ انمین ہمت نہ انمین کوئی حیا کا جوہر

ہماری عورتون کی حالت

ذرا تو نسوان کا حال دیکھو ادھر توجہ کرو خدارا
مرض سے ہے مہلک مریض بے بس دوا نہ دارو طبیب عنقا

خیال باطل قوا معطل غلط عقاید فضول فکرین
اداس چہرے ملول خاطر مزاج برہم ضعیف اعضا

نہ اپنی حالت کی کچھ خبر ہے نہ ملک و ملت سی آگہی ہے
گھرون مین پتھر کی مورتین ہین یہ ساری نسوان ہماری گویا

نہ فکر دنیا نہ خوف عقبیٰ نہ حب ملت نہ درد انسان
جو عیش پوچھو تو خواب غفلت جو کام پوچھو تو پان کھانا

کسی کو دل مین ہوس یہی ہے کہ سونے چاندی سے مین لدی ہون
کسی کے جی مین یہی ہے ارمان کہ اپنی بیٹی کا دیکھون سہرا

سکھائین بچون کو یہ وہ باتین جو انکی حق مین ہے زہر قاتل
غرور و نخوت ہوا پرستی انھین کی الفت کا ہے نتیجہ

بنائین بچون کو یہ بلا کو سکھائین انکو غضب کی عادت
محبت انکی ہی قہر باری عداوت انکا ہی پیار سارا

یہی مربی ہین انکی پہلی یہی معلم ہین انکی اصلی
یہی بناتی ہین انکو شیطان یہی بناتی ہین انکو عیسی

جہانمین لایق ہوئے ہین جتنی وہ اپنی ماؤن کی ہین نمونے
ہر ایک ارذل ہر ایک خائن ہی اپنے مادر کا پورا چربا

بنائین نسوان کو اپنی لایق کہ انکی اولاد ہو مہذب
رہین یہ جاہل تو دیکھہ لینا کہ ملک وحشی رہے گا سارا

ہمین جو کہنا ہی کہہ رہی ہین بری لگے یا بھلی کسیکو
اب آگے مانین عجب نہ مانین زمانہ ان کو کریگا سیدھا

ہمارے بچون کی حالت

یہ ننھے ننھے ہمارے بچے کہ جنکی صورت ہے بھولی بھولی
بدن ہین ان کے نحیف ولاغر قوائے روحی ہین انکے بگڑے
خزان رسیدہ چمن کے پودے نہ ہون گے سرسبز تربیت سے
یہ گلبدن ہین ابھی سے کانٹے پھلینگے پھولینگے خاک آگے
ضعیف نسوان کی ہون گی نسلین ضرور پژمردہ اور سوکھی
تباے کوئی کہ کرم خوردہ درخت لاتے ہین بار اچھے
غذائین ان کی مضرت صحت لباس ان کے خلاف حکمت
جو مائین نادان تو باپ جاہل برے ہین ان کے کھلانیوالے
کوئی ڈراتا ہے ان کو ہر دم کوئی ہنساتا ہے ان کو بیہم
کوئی سکھاتا ہے لغو باتین کوئی سناتا ہے جھوٹے قصے
نہ ان کے کھانے کا وقت کوئی نہ ان کے سونیکا جاگنے کا
پلاے ہر بار دودھ مادر جو بچہ سو بار رونہین روے
محب جو کرنا ہو اب کرو تم یہ خواب غفلت مین کیا پڑے ہو
نکل گئین آگے اور قومین رہی تمہاری ہی قوم پیچھے

مربع

نہین ہندوستان مین اب کوئی ماہر کسی فن کا
نہ کامل کیمیا کا ہے نہ عالم علم معدن کا
پتا چلتا نہین ہے حرفت وصنعت کے خرمن کا
مٹایا نام بھی افلاک نے ہیئت کے گلشن کا

۲

ولایت جانیوالون سے یہ اُمِ ہند کہتی ہے — تمہین معلوم ہے جو ہان تمہاری رنج سہتی ہے
خدا جانے وطن کی یاد بھی کچھ تم کو رہتی ہے — مبارک ہو سفر اے نوجوانو تم کو لندن کا

۳

امید اجر محنت کا ہے انساں فطرتاً شایق — جو ہو مایوسی و حرمان تو ہو پھر کس طرح فائق
وہین ہوتے ہین پیدا انتہا کے قابل و لایق — ترقی مین جہان آزاد ہے ہر فرد نیشن کا

۴

توجہ ہوتی ہے جون جون ہلال عید بڑھتا ہے — زمین مین چھپتے ہی تخم گل خورشید بڑھتا ہی
حجاب شرم سے تو اور شوق دید بڑھتا ہے — دکھاو جلوہ قدرت عبث پردہ ہے چلمن کا

۵

کھلے ہین پھول ہر جا باغ مین نرگس کا دستا ہی — چمک بجلی کی ہے یا کوئی رشک ماہ ہنستا ہے
ہوا چلتی ہے کویل کوکتی ہے مینہ برستا ہی — گھٹا گھنگھور چھائی ہے عجب موسم ہی ساون کا

۶

نہین کچھ فائدہ بے محنت و کوشش زراعت مین — بغیر علم ناممکن ترقی ہے صناعت مین
بڑہین کسطرح اہل ہند یورپ سے تجارت مین — بنانا بھی نہین آتا انھین افسوس سوزن کا

۷

بدل جاتی ہے فطرت آدمی کی خلق و عادت سے — ملک ہوتا ہے وحشی قوت علم و لیاقت سے
ہوا ہے جب سگ اصحاب کہف انسان صحبت سے — اثر کیون کر نہ پھر ہو گا ترقی یافتہ زن کا

۸

غم و اندوہ مین افسوس اپنی عمر کھوتی ہین — تڑپتی رات بھر ہین چین سے کیا خاک سوتی ہین
مصیبت پر جو اپنی بیوگان ہند روتی ہین — پہنچتا ہے فضائے لامکان تک شور شیون کا

(۹)

یہ پردہ ہے کہ ہے یہ عورتوں کے بخت کی گردش کبھی ان قیدیوں کے جرم کی ہوگی نہ آمرزش

گمان بے پردگی کا ہو کریں ہر طرح کی بندش اگر پائیں پتا دیوار پہ چھوٹے سے روزن کا

(۱۰)

دُرِ مضموں کی آب و تاب ہی کب دُرِّ مکنوں میں ضیائے جلوۂ معنی سے کب خورشید گردوں میں

اثر جادو بیانی کا کہاں ہے سحر و افسوں میں کلیجا موم ہو جاتا ہے اس سے سنگ و آہن کا

(۱۱)

بڑے مردوں کی جرأت ہی مقابل فوج کے اڑنا ثبات کوہ ہے میدان میں پائے عزم کا گاڑنا

نہیں آسان ہے کچھ پیر رواج و رسم سے لڑنا جگر رکھتا ہوں میں سہراب و سام و زال بہمن کا

(۱۲)

عرب نازاں ہیں اپنی سادگی جادو بیانی پر عجم مرتے ہیں اپنی صنعت و تشبیہ دانی پر

ہمارے شاعروں کی طبع جب آئی روانی پر انہیں مضمون ہاتھ آیا گریبان جیب و دامن کا

(۱۳)

بتوں کو نذر ایمان حضرت انسان دیتے ہیں یہی بچوں کو اپنے ہاتھ سے بلدان دیتے ہیں

پرانی ریت رسموں پہ یہ اپنی جان دیتے ہیں رواج و رسم ہی پچھلا ہے اس فخرِ روحِ انجمن کا

(۱۴)

فلک پر انجم تاباں مری آہوں سے جلتے ہیں مرے نالوں سے برق و رعد کبھی ایوان ہلتے ہیں

فغاں کے ساتھ اٹھتا ہے دھواں شعلے نکلتے ہیں گماں ہوتا ہے میرے سینۂ سوزاں پہ گلخن کا

(۱۵)

بقا کس کو میسر ہے بجز خدا اس دارِ فانی میں مثال آب ہے عمرِ رواں بھی دم روانی میں

مٹا لیے ہیں عدو کیوں نام میرا زندگانی میں نہ پائینگے نشاں بھی بعدِ مردن میرے مدفن کا

نالۂ پردہ نشینان ہند

(بطرز نظم انگریزی)

عمر بھر قید مین کرتے ہین ہمین ہائے بسر گھر مین گھٹ گھٹ کے مری جاتی ہین ہم خستہ جگر
درد دل گو نہ سنے ایک بھی بے درد تو کیا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۲

اس چمن مین تو ہمین قید مین سب ہین آزاد سرو آزاد ہے قمری و عنادل بھی ہین شاد
گرچہ سنتا نہین صیاد ہمارا نالہ در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۳

گھر مین اللہ کے بھی ہم نہین جانی پاتے مجلس وعظ مین بھی ہم نہین آنے پاتے
اب خدا بھی نہین سنتا ہے اسیرونکی بکا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۴

بطن مادر سے جو آئے تو ہوئے گھر مین بند گھر سے نکلے تو ہوئے آہ زمین کے پیوند
زندہ درگور ہین ہم گو نہ سنین آہ و بکا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۵

دید گلزار سے محروم ہین اہل قفس پر ہمین منع ہے نظارۂ گلشن کی ہوس
سنتی فریاد نہین گرچہ تو اے باد صبا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۶

نور تعلیم سے ہر چشم تو اب ہے روشن جہل سے ہکو ہے زندان یہ سارا گلشن
گو سنے کوئی نہ فریاد اسیران بلا در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۷

درد کا اپنے بجز موت نہین کوئی علاج — گو جہان مین ہے ہماری ہی ہین کا ب راج
وہ بھی سنتے ہی نہین حال دلِ زار اپنا — در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۵۸

بہر درمان بھی اجازت نہسین نکلین باہر — ہم جو مر جائین تو ہو قبر بھی گھر کے اندر
جلس بیجا کا سنے کون ہمارا دعوے — در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۵۹

اپنے ہمجنسون سے رہتے نہین وحشی بھی الگ — ملتے جلتے ہین بہم گرگ و اسد گربہ و سگ
گرچہ جاتی نہین باہر کہین رونیکی صدا — در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۵۱۰

کالے پانی مین تو آزاد ہین دایم قیدی — جرم سنگین کیا اس پر بھی ملی آزادی
کوئی سنتا ہی نہین ہم سے ہوئی کیا ہی خطا — در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

۵۱۱

جز خدا کون محب اب ہے ہمارا حامی — ہر طرف سے نظر آتی ہے ہمین ناکامی
گرچہ سنتا نہین دکھ اپنا مسیحا بھی ذرا — در و دیوار تو سنتے ہین فسانہ دل کا

علم و دولت کا مباحثہ

علم

علم نے دولت سے یہ طنزاً کہا — مین خدا کا مظہرِ انوار ہون
مین ہون نورِ دیدۂ اہلِ نظر — مردمِ چشم اُولُو الابصار ہون
میرے قدمون سے لگی ہین تاج و تخت — کان زر ہون ابر گوہر بار ہون

ہو بد دولت میری مفلس بھی امیر	گر میں اسکا مونس و غمخوار ہون

دولت

سُن کے دولت نے دیا اُسکو جواب	مین جہان کی جان ہون دلدار ہون
دین و دنیا کا مجھی پر ہے مدار	مدعاے کافر و دیندار ہون
تجکو میری ہر گھڑی ہے احتیاج	مین تری حاجت روا ہون یار ہون
مجھسے ہین سرسبز بستان علوم	باغبان گلشن افکار ہون
مدرسے قایم ہین میری ذات سی	مین معین مطبع و اخبار ہون

علم

دیکھ یورپ کو کھا ختق ہے مرا	ہند کی نظرون مین لیکن خوار ہون
میری سیولسے ہی انسانکی نجات	مین جہان مین رام کا اُتار ہون
ہون نگاہ احمق بد بین مین خوار	عاقلون کے مین گلے کا ہار ہون
پاک کرتا ہون مین انسان کی خیال	مصلحِ بدکار و بد اطوار ہون

دولت

ہین سلاطین و گدا میرے مطیع	مین جہان مین حاکم و سردار ہون
عالم مفلس کی کیا دنیا مین قدر	عزت اُسکی ہے مین جسکی یار ہون
مورث افلاس و ناداری ہے تو	مین مزیل نکبت و ادبار ہون
اہل دنیا رکھتے ہین مجکو عزیز	مین نہین وہ جو کسی پر بار ہون

علم

دور کرتا ہون مین امراض قلوب	لیکن دواے درد ہر بیمار ہون
اہل محنت مجھسے پاتے ہین عروج	غفلت و سُستی سے مین بیزار ہون
دوست رکھتے ہین تجھے اہل غرور	مین انھیں مقبول و اخیار ہون

عقدۂ لاحل کو کر دیتا ہون حل　　　مین کلید مخزن اسرار ہون

دولت

مجھ سے ہے ہر قوم و ملت سربلند　　　قیصرون کی طرۂ دستار ہون
سرکشون کو زیر کر دیتی ہون مین　　　ذوالفقار حیدر کرار ہون
مجھ سے محکم ہے بنائے سلطنت　　　حصن ہون مین لشکر جرار ہون
لشکری لڑتے ہین میرے واسطے　　　مین تفنگ و تیر ہون تلوار ہون

علم

مجھ سے ملتے ہین غرض دنیا و دین　　　راہنمائے مومن و دیندار ہون
دوستی تیری ہے دوزخ کی دلیل　　　اور مین وجہ خمود نار ہون
ہے رفاقت تیری بالکل بے ثبات　　　مین رفیق جان ہون یار غار ہون
دوست ہین تیرے عدو خلق و دین　　　مین رفیق سید ابرار ہون
مین طبیب قلب ہون تسکین دل　　　دافع رنج و غم و آزار ہون
ہے محب میرا جہان مین کامیاب　　　مین عدو نکبت و ادبار ہون

مرثیہ در تعزیت محمد یوسف حسین داماد مصنف و منتظم طبع کتاب ہذا

(بتاریخ ۷ رمضان ۱۳۳۰ھ روز چہارشنبہ بعارضہ ہیضہ بمقام حیدرآباد دکن محلہ فیلخانہ)

خوشی و رنج یہ دونو جہان مین ہین توام　　　کبھی ہے مرگ تو لد کبھی کبھی ہے عالم
سرور وصل کبھی ہے کبھی فراق کا غم　　　غمی و عیش کا ہر جا نزول ہے پیہم
ہر ایک آن حوادث فلک سے آتے ہین
سرور خانون کو ماتم سرا بناتے ہین

اُٹھا جو پردۂ شب اور ہوئی نمود سحر — وبائے ہیضہ کا پیدا ہوا مکان میں اثر
ہزار حیف کہ یوسف حسین لخت جگر — ہوئے شکار اجل ایک یوم کے اندر
ہر ایک دست میں آواز پست ہونے لگی
حمات زیست کو بالکل بدن سے دھونے لگی

قضا جو آئی علاج و دوا تھے سب بیکار — عدم کو ہو گیا راہی بصد خوشی بیمار
نہ کچھ ہراس نہ مرنے کے غم کے کچھ آثار — نہ خوف مرگ نہ خویش و قریب کے افکار
وہ صبر اور تحمل دکھایا حیرت ہے
بہادروں کی بھی اس پر نثار جرأت ہے

عجب سکون و تسلی دل کا مرنا تھا — جہان کے چھوٹنے کا غم نہ خوف مرگ اصلا
زبان پہ ان کے تھا وقت وداع نام خدا — کہوں انھیں جو ولی میں تو کچھ نہیں بیجا
جہان میں آکے ہر اک شخص جانیوالا ہے
مرے خوشی سے تو جنت پھر اسکا ماوی ہے

وہ خوش مزاج وہ خوش خلق اور وہ ہمدرد — نظیر انکا ملے گا ہزار میں اک مرد
وہ حلم سامنے جس کے غضب کی آتش سرد — وہ دوستی کہ انھیں جسمیں کچھ غرض کی گرد
وہ سب کے دوست وہ سب کے محب وہ سب کے غلام
مگر کسی سے بھی اپنی غرض نہ اپنا کام

بیان ہو نہیں سکتے ہیں ان کے وصف جمیل — کثیر کی نہ تمنا تھی اور نہ رنج قلیل
تمام عمر نہ کی کچھ ترقیوں کی سبیل — نہ حرص دولت و عزت نہ عہدہائے جلیل
قلیل آمد ماہانہ پر قناعت تھی
نہ افسروں کی خوشامد کی انکو حاجت تھی

کسی سے رنج نہ جھگڑا نہ اختلاف نہ کد — مگر ہر ایک کی ہر وقت بے سوال مدد

بُرے کو بھی تو زبان سے کہا انھون نے نہ بد — کہ غیبت اور حسد کی تھی احتیاط از حد

کلام لغو سے وہ اجتناب کرتے تھے

زبان کو اپنی نہ یک سے خراب کرتے تھے

بہت تحسین خوبیان جنکا شمار مشکل ہے — یہ جسم خاک ہے قیمت ہے جسکی وہ دل ہے

عمل جو نیک ہون آسان لحد کی منزل ہے — یہی ہے آخر و نیا قیامت اول ہے

وہ جنتی ہے کہین جسکو لوگ اچھا ہے

قبول عام سے منشائے حق ہویدا ہے

ہر ایک شخص کو ہے رنج اُن کے مرنیکا — رضائے خلق ہے عین رضائے رب علا

عطائے صبر کی کر تو محب خدا سے دعا — خدا کے حکم سے ہے ناخوشی ضرور خطا

بلند سب سے سوا صابرون کا رتبہ ہے

جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ملک اُسکا ہے

تاریخ وفات محمدؐ یوسف حسین

(بروز چہار شنبہ وقت شب ۷ رمضان ۱۳۳۱ھ)

دنیا مین محب موت سے ہے کون بری — پھر حق سے تغافل بھی نرہے بے خبری

داخل ہوئے جنت مین محمدؐ یوسف — ہے تیرہ سو تیس سال رحلت ہجری

قطعہ ایضاً

تیرہ سو تیس سال تھی ہجری کہ ناگہان — یوسف حسین ملک بقا کو ہوئے روان

آئے جہان سے تھے وہین واپس گئے محب — یہ قبران کی منزل اول کا ہے نشان

انا للہ وانا الیہ راجعون

رباعیات

گزرا کیا تا عمر مساجد مین جبین ۔۔۔ کعبہ کو گیا وہان بھی پایا نہ کہین
زاہد سے کہا مین نے کہ عالم حق ہے ۔۔۔ آیا نہ مری بات پہ اندہے کو یقین

دیگر

یہ اسکی عنایت ہے جو چاہا وہ دیا ۔۔۔ شکوہ ہے کسی کا نہ شکایت نہ گلا
بلبل کو ملا گل تو ہمین عشق احد ۔۔۔ معشوق جو تھا جسکا وہی اسکو ملا

دیگر

مان باپ سے بچون نے جو پایا ہی وجود ۔۔۔ پھر فرق عقول ان مین ہی کیون مشہود
ہر چند ولادت کے ہین یکسان حالات ۔۔۔ توام مین بھی یہ فرق محب ہی موجود

دیگر

یہ فصل یہ ماہ و مہر یہ رات یہ دن ۔۔۔ ار پھر کے یہی آتے ہین سمجھ ہین تو سن
ہے دور و بروز مین کلام ان کو محب ۔۔۔ قرآن سے ثابت ہی تناسخ لیکن

دیگر

مر مر کے ہزار بار ہم جاتے ہین ۔۔۔ ار پھر کے اسی جہان مین پھر آتے ہین
کرتے ہین جو علم زندگانی مین حصول ۔۔۔ ہمراہ وہ لیجاتے ہین اور لاتے ہین

دیگر

کیا فائدہ ہر علم مین گو کامل ہے ۔۔۔ دوزخ مین ہے تو حق سے اگر جاہل ہے
دنیا سے جو غافل ہے وہی ہے ہشیار ۔۔۔ احمق نظر آتا ہے مگر عاقل ہے

تمام شد۔

بمقام حیدرآباد دکن۔

بتاریخ ۲۳ ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء

العبد

محب حسین

رباعیات

رگڑا کیا تا عمر مساجد میں جبین — کعبہ کو گیا وہاں بھی پایا نہ کہیں
زاہد سے کہا میں نے کہ عالم حق ہے — آیا نہ مری بات پہ اندھے کو یقین

دیگر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۵	۵	نیا	نئے	۲۶۹	۶	بغور	بغوہ	۳۵۲	۱۱	سومعہ	صومعہ
۲۲۹	۱	میری	تیری	۲۷۸	۳	کبھی رو	کبھی وہ رو	″	۱۹	اماں کی جستجو	اماں کی یہ جستجو
۲۳۶	۱۵	پڑھے	پڑھیے	۲۸۰	۱۳	موج	موجین	۳۵۹	۱	شیخ و مذوّر	شیخ مدوّر
۲۴۴	۲	جواں کو دی	اُن کے ہاتھ میں دی	۲۸۵	۹	قہر	قیر	۳۵۹	۸	شرک پو	شرک پہ
″	۱۵	جدا	جد	۲۸۹	۱۵	کرسی و فرش	کرسی و میز	۳۶۳	۲	پردہ جہل	پردہ وہ جہل
								″	۲۱	کہ جیسا سر تہ	کہ جین کو سر پہ
۲۴۶	۲۱	بقصد غزا	بقصد وغا	۲۹۹	۱۵	دنیا ر دین	دنیا و دین	۳۶۴	۱۴	پھر یہ آدمی	پر یہ آدمی
۲۵۲	۶	آب تاب	آب و تاب	۳۰۶	۱۸	خفیس	خسیس	۳۸۴	۱۵	حضرتا ہوں	حضرات ہوں
″	۱۴	سرش و علا	سرشِ علا	۳۰۷	۶	رکھتے	رکھنے	۳۸۷	۲۱	مہذہب	مہذب
۲۵۴	۳	نقرہ وہ گوہر	نقرہ و گوہر	″	۹	گردہ ز امراض	گردہ و امراض	۳۸۸	″	در	ڈر
″	۲۱	نو فلک سے	نو فلک سر ہے	۳۳۳	۳	عورات ہی کامل	تورات کامل	۴۰۰	۲۰	ظاہر و یہ پہان	ظاہر و پنہاں
۲۶۳	۱۱	خم ہو سرِ قلم بھی	خم سرِ قلم بھی ہے	۳۳۹	۲۰	موجان	سوجان	۴۰۶	۶	ملیں	ملے
۲۶۷	۲۱	آتش گر یہی	آتش یہی	۳۵۰	۱	سو پیر	سو پیر پیر	۴۱۴	۱۴	انھیں	نہیں

[illegible]

دنیا سے جو غافل ہو وہی ہے ہشیار — احمق نظر آتا ہے مگر عاقل ہے

تمام شد۔

بمقام حیدرآباد دکن۔

بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء
العبد
محب حسین